

Revised Edition

July 2008

قرآن پاک

حبلہ  
ایک پیش

ایک سائنسی بڑھو



اتاک سائنسٹ، انجینئر سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

میجر(ر) امیرفضل خان

Marfat.com

Revised Edition

July 2008

قرآن پاک

حبلہ  
اک پیش

اک سائنسی مجزہ

اٹاک سائنسٹ، انجینئر سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)  
میھر (ر) امیر افضل خان

کتاب: قرآن پاک ایک چیلنج ایک سائنسی مجزہ  
 پہلا ایڈیشن: اکتوبر 2001ء  
 دوسرا ایڈیشن: نومبر 2005ء  
 تیسرا ایڈیشن: جولائی 2008ء  
 نفس مضمون: کلام اللہ کی مجزانہ خصوصیات، نئے نئے سائنسی مجزات اور انکشافات۔  
 منافقین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں اور دشمنوں کی سازشوں کا مدل اور

### موثر جواب

مصنفین: سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)  
 مجرر (ر) امیرفضل خان  
 پبلشر: القرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن  
 C-60، ناظم الدین روڈ، 8/F اسلام آباد

Tel: 2260001

کمپوزر: شبانہ شاکر اور ملک وقار حسین  
 پرنٹر: ایم آر پرنٹرز، اسلام آباد۔ فون: 051-2879399  
 قیمت (پاکستان): 150/-

### ہر قسم کے جملہ حقوق بحق

مصنف سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز) محفوظ ہیں۔  
 کسی ادارہ یا فرد / افراد کو مصنف کی تحریری اجازت کے بغیر کتاب یا اس کے کسی حصہ کو  
 کسی بھی طرح چھاپنے، کاپی کرنے یا محفوظ کرنے کی اجازت نہیں۔

# دکوٹِ عمل

اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندگی گذارنے کا طریقہ صرف اور صرف اسلام ہے۔ سب تغیرتوں کا یہی دین تھا جس کی تکمیل خاتم النبین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوئی۔ اس پر عمل کرنا اور اس کے پیغام کو آگے پہنچانا ہر مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ سورۃ الرعد آیت ۲۰ میں فصلہ کن ارشاد ہے:- **فَإِنَّمَا عَلَيْكُمُ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الحِسَابُ**۔ ”پس تم پر اس (پیغام کا دوسروں تک) پہنچانا لازم ہے اور ہم پر حساب لینا ہے۔“

ہماری دعوت عمل اسی فرض کی تکمیل کیلئے ہے۔ اسکے بغیر نجات مشکل ہے۔ یاد رکھیں معاشرتی نیکی کے کاموں اور ذاتی مجاہدات و عبادات سے بڑھ کر ثواب کا کام کسی کو جہنم کی آگ سے بچانے اور جنت کا راستہ بنانے میں ہے۔ حکم ربی ہے ”اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ“۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل ترجیحات کی درخواست ہے:-

۱۔ روزانہ قرآن کریم کا کچھ نہ کچھ حصہ، خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو، پر خوب غور و فکر کریں اور ساتھ ہی اپنی زندگی سے موازنہ کرتے جائیں اور ہو سکے تو اپنے تاثرات کسی ڈائری پر بھی لکھتے جائیں۔

۲۔ بلاغ کا حق ادا کرنے کیلئے اسلام پر لکھی گئی اچھی کتابوں کو خرید کر دوسروں کو تحفہ کرتے رہیں۔

۳۔ اگر ممکن ہو تو ای میل اور اثرنیت کی سہولیات سے فائدہ اٹھا کر دوسروں تک اللہ کے دین کی خصوصیات واضح کرنے کی کوشش کریں۔

۴۔ نیکی کے کاموں کیلئے مشترکہ بیت المال قائم کریں اور حاصل کردہ مالی ذرائع کو اسلام کی تعلیم، تحقیق، تبلیغ، اور ماسکین اور قیمتوں کی امداد کیلئے سُدُت کے مطابق خرچ کریں۔

۵۔ نبی پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسلم امت کیلئے عزت و توقیر کیلئے، اور غیر مسلم امت کی ہدایت کیلئے روزانہ بلا ناخدا کرتے رہیں۔

آخر میں درخواست ہے کہ ”وَتَوَاصُّوْ بِالْحَقِّ وَتَوَاصُّوْ بِالصَّبَرِ“ کے حکم کی تعمیل میں اللہ تعالیٰ کیلئے باہمی رابطے پیدا کریں اور داعی الی الخیر اختر سلطان بشیر محمود کو بھی اپنی دعاوں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت کی نعمتوں سے نوازے، پریشانیاں ڈور فرمائے، اسلام کی تبلیغ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے کاموں میں لگائے رکھے۔ (آمین)

## دارالحکمت انٹر فیشنل

Tel: (+92 51) 2264102-2260001 60-C، ناظم الدین روڈ، ۸/F، اسلام آباد

sbm@darulhikmat.com www.darulhikmat.com

## اظہار شکر

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو ہر کام کرنے کی توفیق بخواہے۔ (لا حول ولا قوٰۃ الا باللہ العلی العظیم) اور اس عظیم ترین مستی کا شکر یہ جو رحمت العالمین ہے۔ ان کی رحمت کے صدقے ہی ہمیں یہ سعادت ملی کہ ذکر العالمین کی شان میں کچھ لکھنے سکیں۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان پروانوں کے بھی شکرگزار ہیں جنہوں نے اس کام میں ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان میں ہماری کتاب ”قیامت اور حیات بعد الموت“ کے وہ سینکڑوں قاری بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے خطوط کے ذریعہ اللہ کے دین پر لکھنے کے لئے ہمیں مزید تقویت پہنچائی اور جن کی روشنی میں یہ ترمیم شدہ ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ خصوصاً ہم اپنے محترم دوست کرغل (ر) عبدالرؤف شیخ صاحب کے لئے دعا گو ہیں جن کی کتاب ”بصیرت“ سے ہم نے گوناگوں فائدہ اٹھایا۔ دار الفرقان اوگی والے حضرت عبدالرؤف شاہ صاحب کے احسان مند ہیں جو ہماری سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی سائنسی تفسیر ”کتاب زندگی“ سے متاثر ہو کر ہمیں مسلسل تحریک کر رہے ہیں کہ ہم سائنس اور جدید علوم کو سامنے رکھ کر سارے قرآن حکیم کی تفسیر کو مکمل کریں۔ قارئین کرام سے دعا کی خصوصی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سعادت بخشنے۔ زہے قسمت کہ موجودہ کتاب اس عظیم کام کا دیباچہ ثابت ہو۔

انسان کا کام غلطی سے پاک نہیں ہو سکتا اس لئے قارئین کرام کے مشورے ہمارے لئے حوصلہ افزائی کا باعث ہوں گے۔

وما توفیقی الا باللہ - ربی زدنی علماء -

آپ کی دعاوں کے طالب۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ غلام

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

میجر (ر) امیر افضل

## تیسرا ترمیمی ایڈیشن کی خصوصیات

کتاب ”قرآن پاک ایک چیلنج ایک سائنسی مجزہ“، کا تیسرا ایڈیشن حاضر خدمت ہے۔ یہ مکمل طور پر ترمیم شدہ ایڈیشن ہے جس میں کتاب کے دو حصے کر دیے گئے ہیں۔ پہلا حصہ ”قرآن کریم میں فکر و نظر کے آذاب“ کے موضوع پر ہے اور دوسرا حصہ ”سائنسی مجزرات، اور انکشافات“ کے متعلق ہے۔ چونکہ یہ موضوع کوئی جامد موضوع نہیں ہے اس لئے جدید ترین معلومات کے حوالہ سے کئی ایک اضافے کر دیے گئے ہیں۔

سبحان اللہ! حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ فرمانا کس قدر صحیح تھا کہ زمانہ قرآن کریم کی خود تفسیر ہو گا۔ چنانچہ چھپلے چند سالوں میں اس کے راز و روز پر جو تحقیقات سامنے آئی ہیں وہ مزید حیران کن ہیں۔ ان سب کا احاطہ کرنے کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ رب ذوالجلال نے توفیق بخشی تو مستقبل قریب میں انشاء اللہ ان سب کو تفصیلی طور پر قارئین تک پہنچایا جائے گا۔ اس وقت میرے سامنے صرف یہی ایک مقصد ہے کہ قرآن پاک کے سائنسی پہلوؤں کا تعارف پیش کر دیا جائے اور تفصیلات قارئین کیلئے چھوڑ دی جائیں۔ میری درخواست ہے کہ وہ اس ضمن میں خود ہمت کریں اور اگر میری کسی خدمت کی ضرورت ہو تو حاضر ہوں، رابطہ قائم کریں۔ چھپلے بیس سال سے قرآن کریم سے میرا جو تعلق رہا ہے اس کی بناء پر میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک بہت ہی عیق سمندر کی مانند ہے جس کی گہرائیوں تک پہنچنا کسی ایک قاری کے بس کی بات نہیں۔ ہر غوطہ خور نئے نئے عجائبات دیکھئے گا۔ تو کیوں نہ ہو، ہم سب مل کر کلام پاک کی عظمت، حکمت اور رحمت سے اپنے غافل دلوں کو روشن کریں اور دنیا پر حق کو واضح کریں، شاید کہ کسی کے دل میں تو بات اتر جائے۔

چھپلے ایڈیشن میں بہت سی پروف ریڈنگ کی غلطیاں رہ گئیں تھیں ان کو منیر احمد جوندا صاحب نے اس ترمیمی ایڈیشن میں دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی سلسلہ میں جناب محمد اسلم خان اور طارق مسعود کی محنت بھی قابل ستائش ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزاۓ خیر عطا فرمائے۔

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

جولائی 2008

# فہرست مضمون

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
04	اظہار شکر	
05	تیرے ترمیسی ایڈیشن کی خصوصیات	
12	چیلنج (پس چہ باید کرد)	
19	پارت I قرآن کریم میں فکر و نظر کے آداب	
21	بائب نمبر 1 قرآن کریم کی مجزانہ تعلیمات سے کون فائدہ اٹھا سکتا ہے؟	
22	قرآن کا مسلمان 1.1	
23	اللہ تعالیٰ پر ایمان 1.2	
24	انسان بحیثیت غایت کائنات 1.3	
26	روحانی ترقی - مقصد حیات اور قرآن کریم 1.4	
27	خالق کی پہچان اور امتحان 1.5	
30	بائب نمبر 2 قرآن حکیم میں غور و فکر کے آداب	
30	زندہ قرآن 2.1	
31	مقام ادب 2.2	
32	حلاوت اور قلبی حالت 2.3	
33	ذکر کے ساتھ فکر 2.4	
35	بائب نمبر 3 قرآن حکیم کا یکتا اسلوب	
35	یکتا اسلوب، زندہ کتاب 3.1	
36	قرآن پاک کا انداز بیان اور موضوع 3.2	
38	عجیب ترتیب 3.3	
38	مختلف مضمون 3.4	

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
39	اسلوب وحدت	3.5
41	رحمت اللعائیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ہم	3.6
43	باب نمبر 4 ناسخ اور منسوخ کا مسئلہ	
44	سازشیں اور من گھڑت روایات	4.1
46	آیات کی غلط تاویل	4.2
48	پرانے مذاہب کا ناسخ	4.3
48	تاویلات کی مثالیں اور اصل حقیقت	4.4
53	باب نمبر 5 جمع القرآن الحکیم اور ربط و ترتیب	
53	بعض بے ربطی کے شکار قاری	5.1
55	قدرت اور ربط	5.2
56	کلام اللہ کا ربط	5.3
57	تقویٰ اور اولی الالباب	5.4
58	جمع القرآن اور ترتیب کا مسئلہ	5.5
60	دشمنوں کے جارحانہ اقدام	5.6
63	پارت II قرآن کریم کے تاریخی، سائنسی اور حسابی معجزات	
65	باب نمبر 6 قرآن پاک اور سائنس	
65	پس منظر	6.1
66	اسلامی دانشور اور سائنسی حقائق	6.2
67	وقت کی اہم ضرورت	6.3
69	سائنس کی حدود	6.4
72	قرآن پاک سائنس کی انہتائی ہے	6.5
74	قرآن حکیم کا سائندان۔ علم و حکمت کا شاہ کار مسلمان	6.6

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
76	قرآن پاک میں سائنس کی تلاش	6.7
77	قرآن فہری کے اصول	6.8
79	قرآن پاک اور سائنس کی بنیادیں	6.9
81	قرآن پاک کا ظاہر و باطن	6.10
82	مفسرین کی ذمہ داری	6.11
83	<b>باب نمبر 7</b> قرآن پاک۔ اعجاز فصاحت	
83	اعجاز فصاحت	7.1
84	ادبی چیلنج	7.2
85	قرآن حکیم کی بار بار تلاوت کے اثرات	7.3
86	قرآن پاک کا نور	7.4
87	<b>باب نمبر 8</b> قرآن کریم کی حرمت انگیز پیشگوئیاں	
87	کلام پاک کی حفاظت کے متعلق پیشگوئی	8.1
89	کلام اللہ کے مضامین کے متعلق پیشگوئی	8.2
91	کسی طرح کی پروف ریڈنگ کی ضرورت نہیں تھی	8.3
92	قیامت تک کیلئے ادبی چیلنج	8.4
93	کامیابی کی حصی پیشگوئی	8.5
94	رومیوں اور مسلمانوں کی فتح کی پیشگوئی	8.6
96	سائنسی علوم میں ترقی کے متعلق پیشگوئیاں	8.7
102	اہم ترین سبق	8.8
105	<b>باب نمبر 9</b> قرآن حکیم کی مجرزانہ ترتیب	
105	مجزانہ ترتیب کی دریافت	9.1
107	مجزانہ ترتیب کا تجزیہ اور عظیم حکمتیں	9.2

صفحہ نمبر	مضمایں	نمبر شمار
110	مجزا نہ گراف	9.3
111	ترتیب اور روحانی ترقی	9.4
114	حق کیلئے جدوجہد اور کامیابی کا فارمولہ	9.5
117	تلاوت کا بہترین طریقہ	9.6
119	سورۃ شیعین۔ قرآن کا دل	9.7
120	باب نمبر 10 منازل قرآن کا حیرت انگیز مجرہ	
120	پس منظر	10.1
121	سات منزلوں کی ترتیب	10.2
122	منازل کی ترتیب کا مجرہ	10.3
126	باب نمبر 11 قرآن کریم کے الفاظ کا مجزا نہ انتخاب	
132	باب نمبر 12 حیرت انگیز سائنسی اکشافات	
133	کائنات ہمیشہ سے نہیں	12.1
133	اچانک تخلیقی امر	12.2
134	کائنات پھیل رہی ہے	12.3
135	ابتدائی مادہ کی شکل	12.4
136	کائنات کے پھیلاؤ اور توازن میں باہمی تعلق	12.5
136	ترقی کائنات (Super Black Hole)	12.6
137	پانی زندگی کیلئے ناگزیر حقیقت	12.7
137	کائنات ہمیشہ کیلئے نہیں ہے	12.8
138	جہاں اور بھی ہیں	12.9
139	خلائی تنفس	12.10
139	قوائیں قدرت اُلیٰ ہیں	12.11

صفحہ نمبر	مضافات	نمبر شمار
142	زمان و مکان کا نسبتی نظریہ	12.12
142	کائنات کا سکڑاؤ	12.13
143	پوشیدہ مادو (The Hidden Matter)	12.14
143	کائنات گھوم رہی ہے	12.15
144	جوڑوں میں تخلیق کا قانون	12.16
145	پہاڑ زمین کی میخیں	12.17
145	زمین پر فضائی حفاظتی حصہ	12.18
146	حرارت کا دوسرا قانون	12.19
147	ماحوں کی حفاظت	12.20
148	سمندروں کے اندر برزخی حصہ	12.21
148	سمندر کی گبرا یوں میں اندھیرا	12.22
150	نوع انسانی کیلئے شفا	12.23
152	جنینیات (Embryology)	12.24
153	تمن تاریک پردوں کی حفاظت میں رکھا گیا بطن	12.25
155	نشانات انگشت (Finger Prints)	12.26
156	جلد میں درد کے آخذے (Receptors)	12.27
158	مخلوقات لا انہتا ہیں	12.28
158	شمی اور قمری سالوں کا حساب جو بیسویں صدی میں دریافت ہوا	12.29
161	ارضی جغرافیہ کے متعلق معجزانہ حساب سمندروں اور خشکی کی نسبت	12.30
164	باب نمبر 13 قرآن حکیم کا معجزانہ حسابی نظام	13.1
164	کائنات اور حساب	13.1
166	قرآن حکیم کی حسابی ترتیب	13.2

صفحہ نمبر	مطالبہ	نمبر شمار
167	کمپیوٹر پر نئی نئی دریافتیں اور کچھ غلط فہمیاں	13.3
169	قرآن حکیم کا ہندسی نظام	13.4
170	قرآن حکیم اور انیس کے ہندسہ کا کلیہ	13.5
171	حیران کن مجزے	13.6
174	بعض صفاتی نام	13.7
175	ہوش را حیران کن حسابی نظام	13.8
179	حروف مقطوعات کا مجزہ	13.9
181	مقطوعاتی سورتوں کا اپنا مجزانہ حسابی نظام	13.10
184	انشاء میں غیر معمولی تبدیلیاں	13.11
185	چیزیں	13.12
188	19 کا ہندسہ کیوں؟	13.13
189	یا اولی الالباب	13.14
190	مصنف کا تعارف اور ذہنی ارتقاء	
200	Reference Books used in this study	

# چیلنج Challenge

## پس چہ باید کرو

آج کا دور اسلام اور مسلمان دنوں کے لئے چیلنج کا دور ہے۔ زیر نظر کتاب اس چیلنج کے جواب کی طرف ایک سعی ہے اور قرآن کریم کے ان جدید سائنسی معجزات کی نشان دہی کرتی ہے جن کے سامنے انسانی عقل بے بس ہو گئی ہے۔

افسوں کہ آج بہت سے مسلمان پیش آئند چیلنجوں سے بے خبر ہیں جب کہ قرآن کے دشمن اس بات کو نہ صرف اچھی طرح سمجھتے ہیں بلکہ اسی سے زیادہ خالف ہیں مثلاً انیسویں صدی دنیا بھر میں انگلش استعمار کی تھی۔ انگریز اس قدر وسیع سلطنت کے مالک تھے کہ ان کی حکومت پر سورج نہیں ڈوبتا تھا۔ تین چوتھائی دنیا ان کی طاقت کے سامنے سرنگوں تھی لیکن اپنے اس انتہائی طاقت کے دور میں بھی اگر انہیں کوئی خوف تھا تو وہ قرآن پاک سے ہی تھا۔ اس کا ثبوت اس وقت کے مشہور برطانوی وزیر اعظم مسرگلیڈ سنون کا وہ پیغام ہے جو انہوں نے یورپیں اقوام کے نام قرآن پاک کے بارے میں دیا تھا۔ انہوں نے کہا:

”جب تک قرآن پاک موجود ہے آپ کو مشرق وسطیٰ پر غلبہ اور اقتدار حاصل نہ ہو گا، یہی نہیں خود یورپ خطرے کے دہانے پر ہو گا۔“ حوالہ مقدمہ تفسیر نمونہ جلد ا۔ (اردو ترجمہ، لاہور)

اس احصائی سوچ کے زیر اثر ہمیشہ ہی سے یورپ کے سیاستدان، سرمایہ دار، مفکر اور پادری دن رات مسلمانوں کے دلوں میں قرآن پاک کے متعلق ٹھکوک و شہمات پھیلانے میں

مصروف ہیں۔ اس سلسلہ کی مشہور مثال برطانوی جاسوس لارڈ ہمفرے کی ہے جس نے ۱۹۷۴ء میں ڈل ایسٹ میں اپنا کام شروع کیا۔ اس نے عربی زبان پر عبور حاصل کیا۔ قرآن حکیم کی تفسیر سمجھی اور ایک مسلمان عالم کے لبادہ میں قرآن حکیم کے متعلق ناسخ منسوخ۔ دائیٰ اور عارضی آیات۔ تشابہات وغیرہ جیسی فضول بحثوں کے چکر میں علماء کو ڈالا اور بعض مشہور عرب علماء کو قائل کر کے توحید کے نام پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزاروں کو گرانا شروع کیا جس کا سلسلہ ابھی تک بند نہیں ہوا۔

درachi ان کی نگاہ مستقبل پر ہے۔ آج بھی وہ اسلام کی نشأة ثانیہ اور قرآن کی حکمرانی کے امکانات سے اتنا ہی ڈرتے ہیں جتنا آج سے تین صدیاں پہلے۔ اسی سلسلہ میں برطانوی مفکر لارنس براؤن نے یورپی اقوام کو متذہب کیا تھا۔

”مستقبل میں صحیح معنوں میں یورپی تہذیب اور استعمار کو اگر کوئی خطرہ ہے تو وہ اسلامی نظام میں پوشیدہ ہے۔ کیونکہ اس میں اپنی بات منوانے کی بڑی طاقت اور صلاحیت ہے۔ مغربی استعمار کرے منہ پر وہی تنہا دیوار ہے اس دیوار کو جتنا جلد ہو گرادیں۔“ (حوالہ مقدمہ تفسیر نمونہ جلد ۱)

(Clash of Civilizations) کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں اور مقالہ جات کا بھی موضوع مغربی عیسائی اقوام کو یہ یاد کروانا تھا کہ ان کا اصل دہمن اسلام ہے۔ چنانچہ نیو یارک کے ولڈ ٹریڈ سنٹر (World Trade Centre) پر ہوائی حملہ کے فوری بعد امریکن صدر نے بغیر کسی تحقیقات کے یہ اعلان کر دیا کہ یہ کرویہ (Crusade) کا آغاز ہے اور یہی بات امریکن میڈیا اور سیاسی لیڈروں کے بیانات میں جو اخباروں میں دیکھے جاسکتے ہیں بار بار کہی گئی اور کہی جاتی ہے۔ امریکی صدر بوش (Bush) کی دہشت گردی کی فلاسفی بھی مسلمانوں کے خلاف تحسب سے بھری پڑی

ہے۔ یہ سب ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق ہو رہا ہے کہ اسلام کو آگے بڑھنے سے روکا جائے۔ مغرب اسلام کو اتنا بڑا خطرہ سمجھتا ہے کہ نیٹو (Nato) کی منصوبہ بندی (Strategic Planning) میں اب خاص طور پر اسلام کو شمن قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے جب وہ اسلام کا نام لیتے ہیں تو دراصل ان کا مطلب قرآن حکیم ہوتا ہے چنانچہ گرم جنگ کے ساتھ ساتھ متعصب مغربی دانشور قرآن کریم کے خلاف بہت محنت کر رہے ہیں۔ مشہور امریکی رسالہ تائمز (Times) جون 2003 کے مضمون مشریز انڈر کور (Missionaries under cover page 51) میں لکھا ہے کہ 1982 تک ساری دنیا میں صرف پندرہ ہزار عیسائی مشریاں کام کر رہی تھیں جن کی 2001 تک تعداد 28000 ہو گئی ہے۔ ان کا سب سے بڑا مقصد مسلمانوں کو عیسائی بنانا اور اسلام کا مٹانا ہے۔ اس منصوبہ بندی کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کو دہشت گردی کی کتاب ثابت کیا جائے جس کا وہ خوب پر چار کر رہے ہیں۔

مخالفین کی مسلمان دشمنی کا ایک پہلو یہ ہے کہ اگر وہ رسی اسلام کو نہیں چھوڑتے تو نہ چھوڑیں لیکن مسلمان بھی نہ رہیں۔ چنانچہ ایک عرصہ سے مغربی عیسائی مشریاں اور سیاسی قوتیں اس بات میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتیں کہ کتنے عیسائی ہوئے بلکہ ان کی نظر اس پر ہے کہ مسلمان مغربی افکار و اقدار کو اپنانے میں اپنی نجات سمجھیں اور قرآن الحکیم کو ایک طرف رکھ دیں۔ لیکن پھونکوں سے یہ چداغ بجا یا نہ جا سکے گا۔

انشاء اللہ العزیز وہ دن دور نہیں جب قرآن حکیم کی حکمت ساری دنیا کو اپنا اسیر کر لے گی اور انسانیت اس کی برکات سے اپنی معراج کو پالے گی۔ اس بات کا ایک ثبوت تاریخ ہے۔ جو قویں بھی مسلمانوں کو تباہ کرنے آئیں بسا اوقات وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوئی ہیں لیکن پچاس سال کے اندر اندر وہ خود اسلام کی اسیر ہو گئیں۔ دوسرا ثبوت موجودہ سائنس کا حقیقت کی تلاش میں سفر ہے۔ انشاء اللہ اس سفر کی منزل بھی قرآن کریم ہی ہے جو بذات خود حقیقت کا راز داں ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مسلمان وقت کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں۔ یہ خلاف سنت بات ہو گی۔ بلکہ ہمیں قرآن کے دشمنوں کی تمام چالوں کا مقابلہ پوری عقل و

حکمت اور فہم و ادراک سے کرنا ہوگا اور ان کی مذموم چالوں کو سمجھنا ہوگا۔

ان کی ایک شرارت یہ ہے کہ قرآن حکیم کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں اور مسلمانوں کو کسی طرح قرآنی تعلیمات سے دور کر دیا جائے۔ اپنی جستجو کے ساتھ ساتھ وہ اس کام کے لئے ایسے منافق اور نامنہاد دانشوروں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جو در پردہ ان کے اس ناپاک منصوبہ میں شامل ہوتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں تسلیمہ نسرین، برطانیہ میں سامان رشدی اور پاکستان کے بعض نامنہاد ترقی پسند دانشور اسی قماش کے لوگ ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے تمام موقع بھی ان کو آسانی سے میرا جاتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں حال ہی میں انتہنیٹ Internet تبلیغ اور تشویہ کیلئے ایک نئے طاقتوں میڈیا کے طور پر سامنے آیا ہے۔ اس پر قرآن حکیم کے متعلق شکوک و شبہات پھیلانے کا کام نہایت زوردار اور منظم طریقہ سے شروع ہے اور بڑے سائزی انداز میں ایسے مضمون دیئے جا رہے ہیں جو مسلمانوں ہی کے حوالہ جات کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو یہ ثابت کرنے پر تھے ہیں کہ انہیں کی طرح اس میں بھی تحریفات ہوئی ہیں۔ مثلاً نسخ اور منسوخ کے مسئلہ کو زور شور سے اٹھایا جا رہا ہے کہ قرآن حکیم کا کچھ حصہ ایک دوسرے کی ضد ہے (نعوذ بالله) اور اس کا ایک حصہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی زندگی اور خلفاء راشدین کے زمانے میں منسوخ کر دیا گیا تھا۔ جہاں ان کے دلائل کی بنیاد وہ روایات ہیں جو مذاقین اور یہود نے دوسری تیسرا صدی ہجری میں پھیلائیں اور پھر ہمارے مفسر بزرگوں کی کتابوں میں بھی مقلدانہ سوچ کی وجہ سے داخل ہوتی گئیں۔

لیکن یہ کوئی نئی بات بھی نہیں ہے۔ دور خلافت عباسیہ میں اس وقت کے ترقی پسند دانشور جنہیں مفترزلہ کا نام دیا جاتا ہے انہوں نے بھی قرآن حکیم پر بڑے عیارانہ جملے کیے تھے۔ مثلاً انہوں نے یہ بحث چلا دی کہ قرآن پاک مخلوق ہے یا نہیں؟ قرآن حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیالات کا عکس ہے یا اللہ تعالیٰ کی من و عن بھیجی ہوئی وجی ہے؟ مفترزلہ نے کہا کہ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہیں۔ اگر چہ یہ کام جبرئیل علیہ السلام کی رہنمائی میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بھی کیوں نہ ہوا ہو بہر حال انہوں نے اس پر زور دیا کہ قرآن پاک کے

خالق حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یعنی کلام اللہ مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جس میں انسانی ذہن کا داخل ہے۔ اب مخلوق خواہ کس قدر بھی عظیم ہو بہر حال مخلوق ہے، اس لئے اسے دائی بقا نہیں ہو سکتی۔ مطلب یہ کہ قرآن حکیم کے احکامات بھی زمان و مکان کے محتاج ہیں اور جس طرح دیگر مخلوقات ختم اور معدوم ہو جاتی ہیں۔ (نحوذ باللہ) ایسے ہی قرآن پاک زوال پذیر ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اپنی افادیت کھودے گا جیسے پہلی الہامی کتابیں اپنی افادیت کھو چکی ہیں۔

قرون اولیٰ کے علمائے دین نے جس عقل مندی، صبر اور پامردی سے معتزلہ کا مقابلہ کیا تھا اور شاہان وقت جو معتزلہ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے ان سے نکر لی، وہ انسانیت پر ان کا بہت ہی بڑا حسان ہے۔ اب پھر وہی وقت واپس آگیا ہے کہ جدید معتزلہ اور منافقین کا مقابلہ کرنے کے لئے بھرپور جدوجہد کی جائے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی تعلیمات اس وقت کے عرب کے مخصوص حالات اور دنیا کے لئے تو بہترین تھیں لیکن اب زمانہ بہت آگے جا چکا ہے۔ اس دور کے نتائج سے بہت پیچیدہ ہیں جن کے حل کے لئے چودہ سو سال پہلے دیئے گئے اصول کافی نہیں اور یوں نئی نئی سازشیں، نئی نئی تاویلات کے ساتھ سامنے آ رہی ہیں جن کا مقصد ایک ہی ہے کہ لوگوں کو کلام اللہ سے بر گشته کیا جائے۔

اسلام کے خلاف ان کا ایک اور پر اپیگندز ایہ بھی ہے کہ قرآن پاک (نحوذ باللہ) ہو بہو وہ نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جلد ہی اس میں بہت سی ملاوٹ کر دی گئی تھی۔ اس کی کئی آیات اور حصے مذائق کر دیئے گئے اور آج کا قرآن پاک ان اجزاء پر مشتمل ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس لئے اس میں تحریف کا پہلو موجود ہے (نحوذ باللہ) اپنی اس مجرمانہ سازش کی حمایت میں وہ روایات کا ایک پلنڈہ پیش کرتے ہیں جو شیعہ، سنی دونوں مکاتب میں کسی نہ کسی طرح سلف سے چلی آ رہی ہیں۔ جن میں جمع القرآن کی غلط تاویل سے قرآن پاک کی ترتیب ترمیں اور جمع کا سہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے اپنے من پسند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

سر باندھا جاتا ہے، حتیٰ کہ حاج بن یوسف کو بھی کچھ خاص مقام دیا جاتا ہے۔ ان روایات کا مقصد کچھ بھی ہو لیکن نتیجہ یہی نکالا جاتا ہے کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ ہو سکا (نعوذ باللہ) ان اصحاب نے اس کی تحریک کر دی۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کو کتابی صورت نہیں دی تھی بلکہ یہ ہڈیوں، لکڑیوں اور پھروں پر لکھا گیا تھا، اس لئے نعوذ باللہ اس میں سے کچھ قرآن پاک ضائع بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا ایسے میں کچھ اختلاف بھی ناگزیر ہے۔ یہ منافقین قرآن حکیم کو بابل (انجیل) جیسی ہی ایک الہامی کتاب تو تسلیم کرتے ہیں لیکن جیسے بابل ملاوت شدہ ہے ان کے مذموم عقائد کے مطابق قرآن حکیم کی صحت کی بھی گارنٹی نہیں دی جاسکتی۔ ان کا ذریعہ بات پر ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے حواریوں نے انجیل مقدس کی تالیف کی، اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ”وہی کارنامہ“ سرانجام دیا، چونکہ یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہوا تھا اس لئے قرآن پاک میں شک کی گنجائش باقی ہے اور کلام اللہ میں انسانی ذہن شامل ہو چکا ہے۔ (نعوذ باللہ) جو کہ ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔

ہماری اس کتاب کا ایک مقصد سائنسی دلائل کے ساتھ اصل صورت حال کو صحیح طور پر پیش کرنا ہے۔ ہم نے دشمن کی چالوں کا جو کچھ بھی تجزیہ کیا ہے اس سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کیلئے یہ ایک انتہائی نازک دور ہے۔ غالباً اس زعم میں ہیں کہ اپنی چالوں سے وہ مسلم نوجوان کو سیکولر (Secular) بنانے کے لئے دوڑ کر دیں اور بظاہر وہ کامیاب ہوتے بھی نظر آتے ہیں۔ ان مذموم کوششوں کے خلاف بند باندھنا مسلمانوں کا کام ہے۔ اگر وہ یہ جدوجہد شروع نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کا محتاج بھی نہیں۔ اس کی توبیہ سنت ہے کہ بے سود لوگوں کو ختم کر کے تازہ دم قوموں کو اپنے مقصد کو پورا کرنے کیلئے آگے لے آتا ہے۔ لہذا قرآن پاک کی خدمت دراصل اپنی ہی بقا کی جنگ ہے۔ اثناء اللہ اس جنگ میں فتح حق والوں کی لکھی جا چکی ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ آل عمران آیت مبارکہ ۲۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَكْرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٢٣﴾

”اور انہوں (کافروں) نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کو لوٹا دیا اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کے مکر کو لوٹانے والا ہے۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا امر ہے، اس کے نور میں سے ایک نور ہے، اور اس کی طرف سے انسان کیلئے آخری وجی ہے، لہذا آج مسلمان علماء، دانشوروں اور صاحب ثروت افراد جو قرآن کریم کی اس سچائی پر یقین رکھتے ہیں ان پر یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور حتیٰ الوع قربانی سے دریغ نہ کرتے ہوئے اس حقیقت کو دنیا پر واضح کر دیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تعلیمات خصوصاً ایمان باللہ اور حیات بعد الموت کی سچی تصور دنیا کی مختلف زبانوں اور جدید ذرائع ابلاغ کے مطابق پیش کی جائے۔ تبلیغ دین کے لئے رسول و رسائل، خط و کتابت، الیکٹریک میڈیا، انٹرنیٹ، ریڈیو اور ٹیلی ویژن جیسے ذرائع استعمال کئے جائیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے کہیں ہم اس غفلت کی پاداش میں روز محشر ان لوگوں کے مجرم نہ بن جائیں جو ہدایت کے طلبگار ہیں، لیکن ہماری ستی کی وجہ سے محروم رہے۔ (اے اللہ تعالیٰ ہم تیری پناہ میں آتے ہیں، پرانی غلطیوں کو معاف فرماؤ رآئندہ کے لئے ہمیں اپنی سیدھی راہ پر رکھ)۔

رَبَّنَا ظَلَّفْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ

مِنَ الْخَسِيرِينَ ۝ (سورت اعراف آیت مبارکہ ۲۳)

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

میحر(ر) امیر افضل

# پارت-I.

## قرآن کریم میں فکر و نظر کے آداب

إِنَّهُ لِقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِي كِتْبٍ مَكْنُونٍ ۝  
لَا يَمْسِهَ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ تَنْزِيلٌ مِنْ

رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (۸۰-۷۷:۵۶)

”بے شک یہ بڑے رتبے والا قرآن ہے ۝ یہ کتاب مکون میں سے  
ہے ۝ اسے وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں ۝ پورا دگار عالم کی طرف  
سے اٹارا گیا ہے ۝“ (۸۰-۷۷:۵۶)

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلٰی  
 عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ  
 عَوْجًا ۝ سَكْتَهُ قِيمًا لِيُنْذِرَ بَاسًا  
 شَدِيدًا مِنْ لَدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنَةِ  
 مِنِّيْنَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصِّلَحتَ  
 أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۝ (۲-۱۸)

”سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے اپنے بندے (محمد صلی  
 اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر (یہ) کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح  
 کی کبھی نہ رکھی ۝ (بلکہ) سیدھی (اور سلیمان) ہے تاکہ (لوگوں کو)  
 اس عذاب سخت سے ڈرائے جو اس کی طرف سے (آئتا) ہے  
 اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوشخبری سنائے کہ ان کے  
 لئے احسن بدلہ ہے ۝“ (۲-۱۸)

## قرآن کریم کی مجزانہ تعلیمات

### سے کون فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

اللَّهُ ۝ ذِلْكَ الْكِتَبُ لَا رَيْبَ ۚ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ ۚ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيَقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمَمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۝ وَبِالْأُخْرَةِ هُمْ يُؤْفِنُونَ ۝ ۚ أُولَئِكَ عَلَىٰ هُدًى فَنِّ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ۚ

اللَّهُ ۝ یہ کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں، پڑیز گاروں کے لئے ہدایت ہے ۝ جو غیب پر ایمانلاتے ہیں، اور قائم کرتے ہیں صلوٰۃ، اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرج کرتے ہیں ۝ اور جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا، اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا تھا، اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ۝ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اور وہی لوگ کامیاب ہیں ۝ (سورہ البقرہ آیات ۱-۵)

قرآن کریم کی تعلیمات ایسی مجزانہ ہیں کہ جس قوم نے بھی ان پر عمل کیا خواہ وہ پستی کے کس درجہ پر بھی تھی وہاں سے اٹھ کر اونچ ٹریا کوئی پیغام نہیں۔ مغرب اور مشرق میں جو کوئی بھی خیر نظر آرہی ہے اسکا پیغام قرآن کریم ہے۔ مسلمان ہوں یا غیر مسلم اس نے بھی کے اوپر اپنا اثر چھوڑا ہے

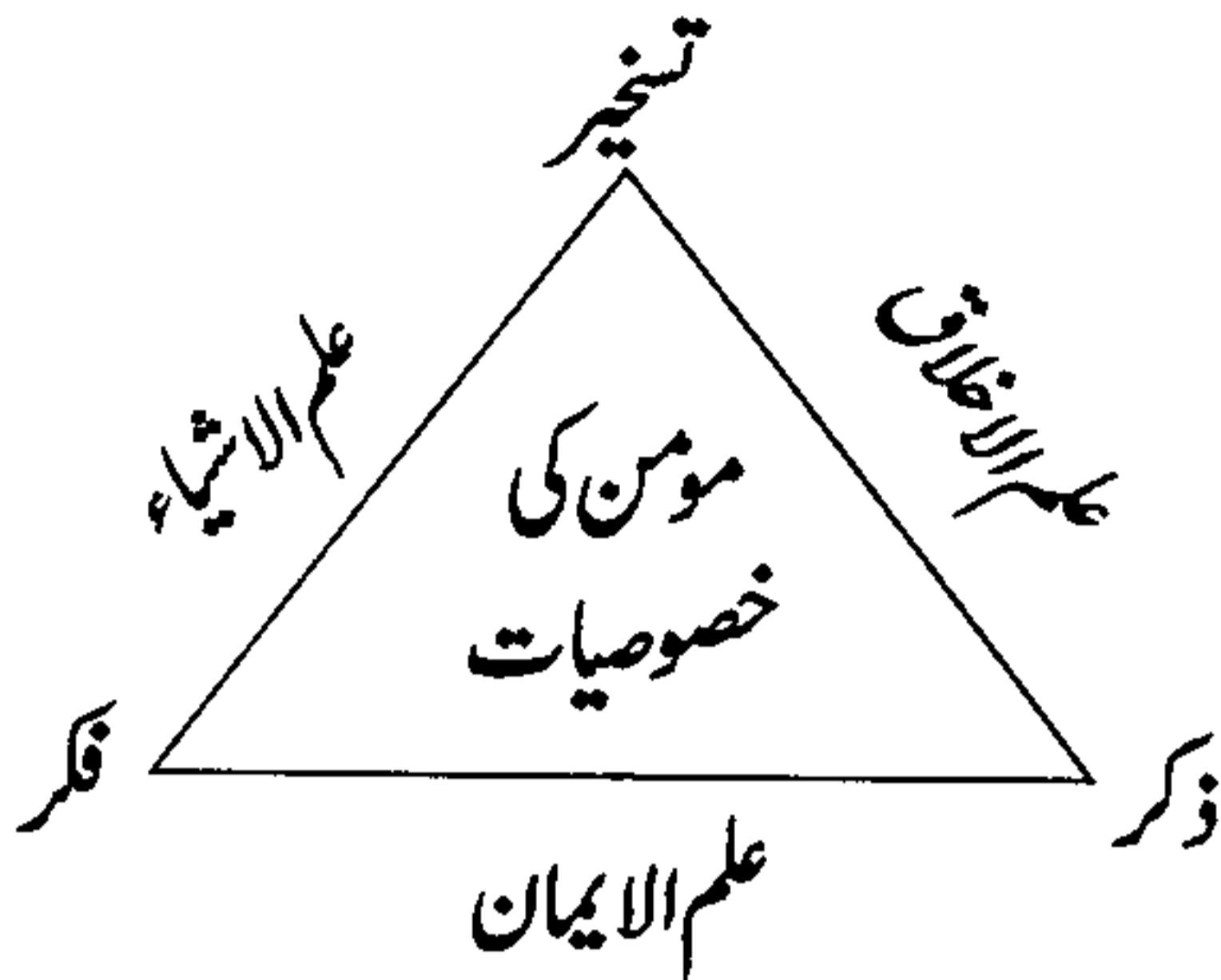
لیکن اس سے کون فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس بات کو قرآن کریم کے آغاز ہی میں واضح کر دیا ہے کہ ”اللہ کی کتاب سراسر ہدایت ہے، شک و شبہ سے بالآخر لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھا سکتا ہے جو متفقین کے مقام پر فائز ہوگا۔“ اس شرط کے ساتھ ہی متفقین کی چھ خصوصیات بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ یعنی ایمان بالغیب۔ قیام صلوٰۃ۔ اللہ کی راہ میں جان و مال کا خرچ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفت پر ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے بھیجے ہوئے رسولوں اور نبیوں پر ایمان اور آخرت پر پختہ یقین۔ ان خصوصیات کے ساتھ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر یہ کتاب اس کا ہاتھ پکڑ کر روحانی بلندیوں پر پہنچادیتی ہے۔ جن میں فلاح اور ہمیشہ کی کامیابی ہے۔

قرآن حکیم کے مقام کو بھی وہی سمجھے گا جو ان چھ شرائط کو پورا کرے گا۔ اگر انسان میں یہ صفات ہیں، تو اسے پھر پستہ چلے گا کہ وہ اپنی ہستی کے سفر میں کس قدر قرآن پاک کا ہتھا ج ہے ورنہ وہ اسکی اہمیت سے کبھی بھی آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔ یعنی یہ کتاب انسان کی دنیا و آخرت میں رہنمائی کے لیے ہے، لیکن اس سے رہنمائی وہی حاصل کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو اسکے لئے تیار کرتا ہے، جس کی منزل تقویٰ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے پری انجینئرنگ کی تعلیم کے بغیر طالب علم انجینئرنگ کا الجھوں سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب کوئی قوم، جماعت، سوسائٹی ان شرائط کو پورا کر لیتی ہے تو پھر قرآن حکیم ان کی رہنمائی کرنے لگتا ہے۔

## 1.1 قرآن کا مسلمان

قرآن کریم کا موضوع اللہ اور اس کا بندہ ہے اور یہ تخلیق کے راستے سے خالق کی معرفت کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کا مسلمان ذکر فکر و تفسیر کی عملی تصور یہ ہے۔ ذکر کہ وہ ہر آن اپنے رب کو یاد رکھے، فکر یہ کہ وہ اس کی تخلیقات پر تحقیق کے ساتھ غور کرے اور تفسیر یہ کہ وہ انہیں اپنے استعمال



اس کا اخلاق صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا نمونہ ہے، اس کی سوچ قرآن کی تشریع ہے اور اس کا ایمان ایسے ہے جیسے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اللہ سے دیکھ رہا ہے۔ مندرجہ ذیل میں قرآن کریم کی تعلیمات میں سے انہی چند باتوں پر مزید روشنی ڈالی جائے گی تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے محضانہ کلام سے زیادہ فائدہ فاکنہہ اٹھا سکیں۔

## 1.2 اللہ تعالیٰ پر ایمان

جیسے آپ جانتے ہی ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیمات میں اول و آخر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر مکمل یقین، اس کی معرفت اور صحیح ادراک ہے۔ آیت آیت قرآن حکیم اپنے قاری کی توجہ بار بار اس بات کی طرف مبذول کرتا رہتا ہے کہ اللہ ہے، اس لئے وہ پاک یقین پیدا کر لے کہ ہر فعل کا حادث وہی ذات پاک ہے۔ وہی ساری کائنات کے نظام کا خالق، رب، مالک اور منظم ہے۔ ہر چیز کا ماضی حال اور مستقبل بیک وقت اسکے سامنے ہے۔ اس کے سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں۔ ساری کی ساری کائنات اسکے ”کن“ کے اشارے پر معرض وجود میں آگئی۔ زمان و مکان

اسکی ذات کے مظہر ہیں اور یوں وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ہر چیز سے وہ ہر وقت خبردار ہے اور کوئی حرکت اسکی اجازت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ یوم الدین کا مالک ہے جب ساری کائنات کو ایک دفعہ ختم کر کے پھر سے پیدا کرے گا اور پہلے کی زندگی کا پورا پورا حساب لے گا۔

واحد یکتا۔ ہر چیز سے بے نیاز، ہر نقص سے پاک۔ اٹل اور مکمل۔ نہ وہ پیدا کیا گیا نہ اس نے اپنی ذات سے کسی کو پیدا کیا۔ وہ لا شریک ہے۔ جس کا کوئی ہم عصر نہیں۔ بے مثال، الفاظ جس کی شان کو بیان نہیں کر سکتے لیکن ذرہ ذرہ اس کی پہچان ہے، نغمہ نغمہ اس کی آواز ہے۔ بہترین ساختی لازوال دوست، پیار ہی پیار۔ نور ہی نور، کریم ایسا کہ ان کی بھی برابر پرورش کرتا ہے جو اسے نہیں مانتے۔ لیکن جلوہ گرانہی دلوں میں ہوتا ہے جو اس کے لئے خالی کر دیے جاتے ہیں۔

### 1.3 انسان بحیثیت غایت کائنات

قرآن کریم کے نزدیک انسان کائنات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ غایت کائنات ہے۔ اس لئے اس کی دوسری بڑی تعلیم اللہ تعالیٰ کے واسطے انسان کا اکرام۔ عزت نفس اور خودی کو بلند کرنا ہے۔ اس کا پیغام یہ ہے، ”**قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُو**“، ”کہہ دو کہ کوئی الہ نہیں مگر اللہ۔ فلاح پا جاؤ گے۔“ یہ انسانی آزادی اور خودداری کا لازوال پیغام اور جھوٹے خداوں کی زنجیریں توڑ دینے کا بے مثال اعلان ہے۔ تمہارا اور سب کا ایک ہی مالک ہے، اور اسکے علاوہ کوئی دوسرا بندگی کا احقدار نہیں۔ یوں قرآن کریم انسانی حقوق کی بنیاد لاء اللہ الا اللہ پر رکھتا ہے۔

آج کل دنیا میں انسانی حقوق کی بڑی بات ہوتی ہے لیکن انسان کے اس حق کیلئے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اسی ہی کی عبادت کرے کوئی بات نہیں کرتا۔ جبکہ قرآن کریم انسان کو وہ تمام حقوق دیتا ہے جو اسکی روحانی اور جسمانی زندگی کیلئے ضروری ہیں۔ اسکے علاوہ اسے وہ فرائض بھی سکھاتا ہے جو اس پر دوسری مخلوقات کی طرف سے ہیں۔ ان حقوق اور فرائض کو جو پورا کرتا ہے

قرآن اسے زمین پر خلافت الہیہ کی خوشخبری دیتا ہے اور آخرت میں اس سے جنت کا وعدہ کرتا ہے۔ اسی ضمن میں قرآن کریم یہ بھی یاد کر داتا ہے کہ تمام مخلوقات میں انسان اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہے اور بالحااظ نہ مذہب و ملت وہ اللہ کے نزدیک محترم ہے۔ فرمایا:- **وَلَقَدْ كَوَّهْنَا بَنِيَّ أَدَمَ** ”یقیناً ہم نے بنی آدم کو مکرم بنادیا ہے۔“ (سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت مبارکہ ۷۰)۔ وہ اپنے ذیزان، بناوٹ اور صلاحیتوں میں بھی بہترین ہے۔ فرمایا: **لَقَدْ خَلَقْنَا أَلْأَنْسُونَ فِي أَخْسَنِ** **تَقْوِيمٍ** ”تحقیق ہم نے انسان کو بہترین ذیزان پر بنایا۔“ (سورۃ آتنین۔ آیت مبارکہ ۳)

انسان کی پوری تاریخ، تہذیب و تمدن، سائنس اور میکنالوجی میں دسترس قرآن کریم کے ان بیانات کی کھلی دلیل ہیں فرمایا: **وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي أَ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي** **الْأَرْضِ جَمِيعاً مِنْهُ ۝** ”اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کے سب کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔“ (سورۃ جاثیہ۔ آیت مبارکہ ۱۳)

قرآن پاک یہ چاہتا ہے کہ انسان کائنات میں اپنے اس عالی شان مقام کو نہ صرف سمجھے بلکہ آگے بڑھ کر اسے پالے۔ یہ وہ بات ہے جس کی جھلک کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ موجودہ عیسائی مذہب نے تو یہی ہی آدمی کو پیدائشی گناہ گارقرار دیا ہے۔ جب کہ قرآن پاک کے مطابق ہر بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے۔ یہ معاشرہ اور ماں باپ ہیں جو اسے غلط راہوں پر لگا دیتے ہیں اگر وہ سیدھے راستے پر آتا چاہے تو موت تک اس کے لئے ہدایت کا دروازہ کھلا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن حکیم کی سورۃ زمر کی آیت مبارکہ ۵۳ انسان کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے جس میں گنہگار سے گنہگار آدمی کے لئے پیغام حیات ہے۔ **قُلْ يَعْبُادُ إِلَّذِينَ أَسْرَفُوا** **أَعَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۝** ”اے بنی پاک اعلان کردیجئے کہ (اللہ فرماتا ہے): ”اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں۔“ (سورۃ زمر۔ آیت مبارکہ ۵۳)

یوں سارے کاسارا قرآن حکیم انسان کے لئے عظمت کا پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام تر مخلوقات میں اس کا کوئی ہمسر پیدا نہیں کیا ہے۔ اس کی وہنی اور عقلی بلندیوں کی گواہ موجودہ

سائنس اور شیکناوجی ہے لیکن اس مادی مقام سے بھی بڑا اس کاروباری مقام ہے جس کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی سرگوں کر دیا اور ابلیس کو انسان کے سامنے نہ جھکنے کی بنا پر شیطان لعین بنادیا۔ مسئلہ منشی سے تخلیق شدہ انسان کی عظمت کو سجدہ نہیں تھا بلکہ روح اللہ کے حامل کو سجدہ سے انکار کا تھا۔ سورۃ ص کی آیت مبارکہ ۲۷ میں ارشادِ بانی ہے کہ: **فَإِذَا أَسْوَيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوْحِي فَقَعُوا لَهُ سَجِدِينَ ۝** ”بھر جب میں اس کا تسویہ کروں اور اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ میں گرجانا۔ (سورۃ ص۔ آیت ۲۷) یہی بات سورۃ الحجر کی آیت مبارکہ ۲۹ میں دہرائی گئی ہے۔ فرمایا: **فَإِذَا أَسْوَيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوْحِي فَقَعُوا لَهُ سَجِدِينَ ۝** ”توجب میں اس کا تسویہ کروں اور اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں، تو اس کی طرف سجدے میں گر پڑنا۔ (سورۃ الحجر۔ آیت ۲۹)

غرض انسان کا اعزاز یہ ہے کہ کائنات اسکے لئے بنائی گئی ہے وہ کائنات کے لئے نہیں اور اس کی غلطی یہ ہو گی کہ اپنے مقام سے گر کر وہ کائنات کی بندگی کرنے لگے۔ یوں انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا حامل خلافتِ الہیہ کا دارث اور اپنے خالق کا عارف ہے۔

## 1.4 روحانی ترقی۔ مقصدِ حیات اور قرآن کریم

قرآن کریم کے نزدیک ایک انسان کی دوسرے انسان پر بڑائی کا معیار نسل، رنگ ملک، مادی طاقت یا جسمانی خصوصیات نہیں بلکہ اس کا تقویٰ ہے۔ مقام انسانیت کا معیار یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں کس قدر رنگا گیا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کی صفات کا مظہر بن کر زمین پر اس کی خلافت کا حق ادا کرے۔ اگرچہ انسان کے اس روحانی مقام کا ادراک فی الحال سائنس کی سمجھے سے باہر ہے لیکن اسکی منزل بھی یہی ہے۔ اس بارے کارل یونگ (Carl Young) چیسا مشہور سائنسدان لکھتا ہے۔

”آپ مانیں یا نہ مانیں لیکن میں بر ملا کہتا ہوں کہ انسان میں کوئی چیز لا قابی ضرور

ہے۔ جو اسے تمام دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔

قرآن حکیم ہمیں یاد کرواتا ہے، کہ اس قدر عظمت اور فہم و ادراک، طاقتور اور پہنچ والی مخلوق بے مقصد کیسے ہو سکتی ہے؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر کائنات کی ہر چیز انسان کی خدمت کے لئے مامور ہے تو انسان کس کیلئے ہے؟ اگر انسان کا اپنا کوئی کام اچھایا برا، چھوٹا یا بڑا بلہ مقصد نہیں ہوتا، تو پھر خود وہ کیسے بے مقصد کھیل تماشہ ہو گا؟ اگر انسان بے معنی مخلوق ہے، تو کائنات کی پیدائش میں کسی جگہ بھی کوئی معنی نہیں ہو سکتا، اگر انسان کی تخلیق فضول ہے تو ساری کائنات کی تخلیق فضول ہے۔ اسی بات کو سوچتے ہوئے مشہور ہیئت دان جیمز ٹرائلف اپنی کتاب ”کائنات“ میں کہتا ہے: ”افسوس کہ اگر کروڑوں اربوں سالوں کے بعد بھی کائنات ختم ہونے والی ہے جب کوئی زندگی نہ ہو گی، کوئی فہم و ادراک نہ ہو گا، انسانیت کی جدوجہد کی یادیں نہ ہوں گی تو پھر اس زندگی اور اس سارے جہاں کے ہونے یا نہ ہونے میں کیا مزہ رہ جاتا ہے؟“

جیمز ٹرائلف کی اس مایوسی کی وجہ بھی یہی ہے کہ ابھی تک سائنس قرآن حکیم کے حیات بخش پیغام سے واقف نہیں جو بار بار انسان کو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ کائنات اور اس میں کوئی چیز بے مقصد کھیل تماشہ نہیں ہے بلکہ اس کارخانہ قدرت میں ہر چیز کے پیچھے ایک مقصد کا فرماء ہے جن سب کا مقصد انسان ہے۔ لہذا انسان کا مقصود اس کارب ہونا چاہیے۔ افسوس کہ شیطان کے چنگل میں پھنس کر ہم میں سے اکثر اپنے اصل مقصد حیات کو بھول کر سراب کے پیچھے زندگی بھر جھاگتے رہتے ہیں۔

## 1.5 خالق کی پہچان اور امتحان

خالق کی پہچان اور اس سے تعلق قرآن حکیم کا مرکزی موضوع ہے۔ انسان کو اپنے اور کائنات کی تخلیق کے مقصد سے آگاہی کہاں اور کیسے حاصل ہو گی؟ اس سوال کے لئے خالق کائنات کا جواب قرآن حکیم ہے۔ افسوس کہ ساری عمر، انسان زندگی کے ساحل پر کھڑا سیپیوں کی

تلش میں مارا مارا پھرتا ہے اور اپنے اندر کے سندر میں چھپے ہوئے متیوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ حالانکہ انسانی حیات، اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول کے لئے جدوجہد کا نام ہے اور موت اسی مقصد سے غفلت ہے۔ ایک حدیث قدیم کے مطابق اللہ تعالیٰ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ اس نے جب چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس نے اپنا عارف پیدا کرنے کا سوچا اور اسکے لئے کائنات بنائی۔ غرض انسان غایت کائنات ہے اور اس کا مقصد حیات اپنے خالق کی پہچان ہے۔ اس منزل تک کی پہنچ کے لئے زندگی کی راہوں میں قرآن حکیم انسان کے لئے سفری ہدایت نامہ (Travel Guide) ہے۔ جیسے سائنس نامعلوم کی طرف اپنا سفر معلوم سے شروع کرتی ہے اسی طرح قرآن کریم مخلوق پر غور و فکر سے خالق کی معرفت کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن عقل کو تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ وحی کے ذریعہ اسکی رہنمائی کرتا ہے اس لئے کہ تنہا عقل کے گمراہ ہو جانے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔

عقل کی مدد سے انسان زیادہ چیزوں پر قابو حاصل کر لیتا ہے۔ رزق کمالیتا ہے۔ اپنے ہی جیسے دیگر انسانوں کو غلام بنالیتا ہے۔ اپنے زعم کے مطابق وہ کامیابی کے بہت سے زینے بھی طے کر لیتا ہے لیکن اپنی زمینی حیات کے بعد آنے والے ادوار میں کامیاب زندگی کیسے حاصل ہوگی؟ بیچاری اکیلی عقل اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔ بلکہ دنیا میں عقل کی حاصل کردہ کامیابی اکثر کسی دوسرے انسان کو ناکام بنانے میں ہے اور یہ کامیابی بھی اپنی نوعیت میں عموماً عارضی ہوتی ہے جلد ہی اس سے آدمی کامیاب ہو جاتا ہے اور وہ کسی اور آماجگاہ کا رخ کرتا ہے۔ ایسے بھی ہوتا ہے کہ عقل جس چیز کو پہلے اپنی کامیابی سمجھتی تھی بعد میں وہی چیز اس کو ناکامی نظر آتی ہے۔

الغرض عقل سے انسان کائنات کی حقیقت کو تھوڑا بہت تو سمجھ سکتا ہے۔ کسی قدر اس پر قابو بھی پاسکتا ہے لیکن وہ اپنی حقیقت، اپنے خالق سے تعلق اور زمان و مکان میں اپنے سفر کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے لئے ایک اور علم ہے جسے وحی کہا جاتا ہے۔ یہ علم خالق اپنے مخصوص بندوں کو عطا کرتا ہے اور اپنے انہی برگزیدہ بندوں کی ڈیوٹی لگاتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں پر یہ راز کھول کر رکھ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں چیغبروں کی آمد کو ہمارے لئے یادداہی کا نام بھی دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چیغبر علیہ السلام ہمیں یاد کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا وعدہ کر چکے

ہیں۔ دنیا کا کوئی خطہ اور کوئی قوم ایسی نہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد و ہانی نہ بھیجی ہوا اور سب سے آخر میں سب سے عالی شان ذی مرتبت ذات پاک صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنہوں نے تاقیامت انسانیت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ کھول کر رکھ دیا۔ اب انسان اس کو مانے یا نہ مانے اس کو یہ اختیار حاصل ہے اور یہی اس کا امتحان ہے۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے ہمارے نیچے اپنی روح پھونکی اور دو فرشتے مقرر فرمائے جو نیکی کی طرف بلاستے ہیں۔ دوسری طرف شیطان ہے جو غلط راستے پر لگاتا ہے۔ اس کٹکٹش میں اگر ہماری عقل رنگ و بوکی دنیا ہی کے پیچھے گلی رہی تو ناکام ہو گئی۔ اگر اس نے وحی کے رمز کو سمجھا اور اپنے آپ کو اس کے سانچے میں ڈھال لیا تو عقل کو وہ روشنی مل جاتی ہے جس سے آئندہ درپیش سفر میں بھٹکنے سے وہ نج سکتی ہے اور اپنے رب کی طرف مراجعت کے اعلیٰ مقامات کو پا لیتی ہے۔

سب سے پہلے وحی کے ذریعہ علم حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کیا گیا تاکہ ان کی اولاد دوبارہ اس جنت کو پاسکے جوانہوں نے کھودی تھی۔ آپ کے بعد رب العالمین کا یہ کرم اور احسان عظیم ہے کہ وہ ہر دور میں اپنے پیغمبر بھیجا رہا جو انسانوں کو نہ صرف اس جنت کی یاد و ہانی کراتے رہے بلکہ وہاں تک کیسے پہنچنا ہے اس کے اصول و طریقے بھی بتاتے رہے۔ انسانیت کے ان عظیم محسنوں کی صحیح تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے لیکن ان کے سردار خاتم النبین محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ ان سے پہلے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار میرے بھائی آپکے ہیں۔ ان سب کی فکر ایک ہی تھی کہ ارضی حیات میں الجھ کر انسان کہیں اپنے خالق کو نہ بھول جائے، مٹی کے پیچھے لگ کر ابدی جنت سے محروم نہ ہو جائے، شیطان کے جگانے میں آ کر جہنم کے پردنہ ہو جائے۔ یوں انسانیت کی سب سے بڑی خدمت اس کو دوزخ کی آگ سے بچانا ہے اور یہ قرآن حکیم کا اہم ترین مضمون ہے۔



# قرآن حکیم میں غور و فکر کے آداب

## 2.1 زندہ قرآن

قرآن حکیم سے فائدہ اٹھانے کے لئے پہلی اہم بات یہ ہے کہ آپ کا اس عظیم اور یکتا کتاب کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ یعنی آپ کے دل میں قرآن حکیم کا کیا مقام ہے۔ کیا آپ کے لئے یہ اور کتابوں کی طرح بے جا اور اق پر لکھے گئے بے جا الفاظ ہیں، یا یہ کہ قرآن پاک امر ربی ہے جس کو الفاظ کے ساتھ میں ذھال دیا گیا ہے، جس کا لفظ لفظ نہ صرف زندہ ہے بلکہ زندگی بخش بھی ہے؟

یہ کہ قرآن حکیم زندگی بخش ہے اس کا خود اللہ پاک گواہ ہے، اس لئے یہ حیی قیوم خالق السموات ولا رض وما ينهمما کا براہ راست کلام ہے جسے وہ کبھی نور اور کبھی ذکر العالمین فرماتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے اس عظیم تھفہ کو جو نام دیئے ہیں وہ اس کی عظمت کی منہ بولتی زندہ تصور ہیں۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جسے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنا امر، اپنا نور، اپنا ذکر کہتے ہیں وہ کیسے مردہ ہو سکتا ہے؟ لہذا قرآن حکیم ایک زندہ وجود ہے۔ اس کی اپنی ایک خاص شخصیت ہے یہ نور کا ایک ضلع ہے۔ اس کے ہر لفظ میں ایک خاص تاثیر ہے۔ اس کی آنکھیں ہیں جن سے یہ آپ کو دیکھتا ہے، اس کے کان ہیں کہ آپ کو سنتا ہے، اس کا قلب ہے کہ آپ کو سمجھتا ہے۔ جب اس یقین کے ساتھ آپ قرآن پاک کی طرف رجوع کریں گے، تو کلام اللہ ایک دوست کی طرح آپ کا استقبال کرے گا۔ آپ سے محبت کرے گا اور اپنے نور سے آپ کی زندگی کو روشن فرمادے گا۔ آپ کو زندگی کا احساس دے گا اور اسکے الفاظ آپ کی روح سے سرگوشی کریں گے اور وہ اپنی حقیقت کو کھول کر آپ کے سامنے رکھ دے گا۔

تلاوت کی دوسری شرط ادب ہے۔ اس بات کو یاد رکھیں کہ یہ کلام اللہ کا کلام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بزرگ ترین ورثہ ہے اور خالق کائنات کی انسان کے پاس امانت ہے۔ جب یہ لوح محفوظ سے اتارا جاتا تھا تو فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام بے شمار ملائکہ کی معیت میں اسے لاتے تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محترم اور پیارے قلب پر نزول فرمایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشک قمر و ماهتاب ہونٹوں نے سب سے پہلے ان الفاظ کو صوتی لہروں میں ادا کیا۔

عالم امر میں اس کی عظمت کا یہ مقام ہے کہ ماسوائے مطہرون (پاکبازوں) کے اسے کوئی چھوٹک بھی نہیں سکتا۔ چنانچہ قرآن حکیم کی طرف جب رجوع کرو، تو اس طرح کرو جیسے کسی مقدس اور علم و دانش میں بزرگ ترین ہستی کے رو برو پیش ہو رہے ہو۔ نیت کے بعد اول شرط طہارت اور وضو ہے اور دیدار سے پہلے شیطان سے پناہ اور بسم اللہ الرحمن الرحيم اور کلمہ شہادت کا دردبا ادب لوگوں کا شیوه ہے۔

افسوں، کہ آج کل کے کچھ بد تمیز لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنے تکریب تلے یا بیڈ سائند ٹیبل پر یوں رکھ دیتے ہیں جیسے ان کی لاہری یہ کتابوں میں سے یہ بھی کوئی ایک کتاب ہے۔ ایسے جاہل لاپرواہوں کے علاوہ ایک بے ادب گروہ مذہبی طالب علموں اور علماء کا بھی ہے جو پڑھتے پڑھتے اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنے سامنے زمین پر رکھ دیتے ہیں اور کچھ بد بختوں کو تو قرآن پاک کو تکریب بنائے لیئے بھی دیکھا گیا ہے۔ ایسا وظیرہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے کلام سے بے تو جیہی، بے ادبی اور بد تمیزی کا اظہار ہے بلکہ خود خالق کائنات کی شان میں بد تمیزی کے مصدق ہے۔ جس کا کوئی ذی روح متحمل نہیں ہو سکتا۔

کلام اللہ کے ادب کے بارے میں یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ یہ کوئی دل لگی کتاب نہیں کہ اسے دلچسپی کی خاطر پڑھا جائے جو صفحہ سامنے

آیا وہاں سے پڑھ لیا اور جب دل اکتا گیا تو رکھ دیا۔ یہ تو ہدایت کی کتاب ہے۔ جس پر پوری زندگی کی کامیابی و ناکامی کا دار و مدار ہے۔ اس لئے قرآن پاک کو انٹھانے سے پہلے ذہن کو اس کے خالق سے ہم آہنگ کیا جائے اور اپنے آپ کو ایک شاگرد کی حیثیت میں رکھ کر قرآن پاک کا دیدار کیا جائے۔

یاد رہے کہ قرآن پاک سے دل گلی آگ سے کھینے کی مانند ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ اس دل گلی کی وجہ سے انسان اللہ پاک کے غصہ کا شکار ہو جائے اور ہدایت کی بجائے گمراہی کے جہنم میں دھکیل دیا جائے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

يضل به كثيراً و يهدى به كثيراً۔

یعنی اس سے کافی لوگ گمراہ ہو گئے اور کافی لوگوں نے ہدایت پائی۔ (سورۃ البقرۃ، آیت مبارکہ ۲۶)

## 2.3 تلاوت اور قلبی حالت

قرآن حکیم کی تلاوت کا یہ حق ہے کہ قبلہ روح ہو کر با ادب با ہوشیار تقویٰ والے دل کے ساتھ اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ حق تعالیٰ کے کلام کو قرآن کے الفاظ کے صوتی اثرات میں محسوس کرے۔ قلب کی آنکھوں سے نظارہ کرے کہ کلام اللہ عرش معلیٰ کی طرف سے آدمی کے دل پر اتر رہا ہے۔ محسوس کرے کہ فرشتے خوبصورتی جزدان میں لپیٹنے اس کے مقدس اور اراق کو اس کی طرف تکھڑ لارہے ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ قاری قرآن پاک میں دوڑنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رہے۔ اپنی بہترین آواز سے پڑھنے اور اسے خود سننے اور محسوس کرے جیسے یہ اس کے قلب پر نازل ہو رہا ہے۔

تجربہ یہ بتاتا ہے کہ قاری جب ایک ہی آیت مبارکہ کو بار بار تلاوت کرتا ہے اور اس کے الفاظ کے معانی پر بھی توجہ رکھتا ہے تو چند بار پڑھنے کے بعد کلام اللہ کا نور قلب کو منور کرنے لگتا ہے۔

یوں محسوس ہو گا جیسے قاری کے دل پر کلام اللہ کے انوار کا نزول ہو رہا ہے۔ اگر یہ حالت کچھ دیر بدستور ہے تو کلام اللہ کے اثرات سے آنکھیں بھیگنا شروع ہو جائیں گی اور دل خشی اللہ میں ڈوب کر مقام معرفت کی طرف عروج کرنے لگے گا۔

## 2.4 ذکر کے ساتھ فکر

ذکر کے ساتھ فکر ضروری ہے لیکن افسوس کہ اکثر قاری قرآن پاک کو پچھے چھوڑ کر اس کے الفاظ کے ساتھ آگے نکل جاتے ہیں اور قرآن پاک کو ختم کرنے کے چکر میں اسکے اوپر اور پر سے گزر جاتے ہیں۔ ایسی تلاوت سے شاید انسان ثواب تو پالے لیکن قرآن حکیم کے مقصد نزول سے بہرہ ورنہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی برکات اور فیوض کا حقدار ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کلام اللہ ایک سمندر ہے جس میں جس قدر گہرائی تک غوطہ لگایا جائے گا اسی قدر اعلیٰ موتی ہاتھ آئیں گے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کلام اللہ کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور اس کے نور کا پھیلاؤ زمین سے عرش تک ہے اور اس کی پہنچ عالم امر، عالم شہود، عالم برزخ، عالم آخرت غرض کہ زمان و مکان حاضر غیب ہر جگہ ہر وقت ہے۔ زندگی و آخرت کے ہر مقام پر یہ روشی اور رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اب یہ غوطہ خور پر ہے کہ اس لا انتہا سمندر رشد و ہدایت میں اس کی اپنی انتہا کیا ہے۔ کچھ وہ لوگ ہیں جو کنارے پر کھڑے اس کو دیکھتے ہیں (یعنی رسم و رواج کے طور پر قرآن خوانیاں کرنے والے) اور کچھ اس کی گہرائیوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔ ہر شخص کو بقدر ہمت اور نیت کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جو ساحل پر کھڑا ہے اس پر بھی اذکر اس کے با برکت پانی کے چھینٹے ضرور پڑ جاتے ہیں۔

ظاہر اور باطن کے معنی سے یہ غلط فہمی نہ ہونا چاہیے کہ قرآن کریم کا باطن خواص کے لئے ہے اور ظاہر عوام کے لئے۔ ایسی ہرگز ہرگز کوئی بات نہیں۔ دونوں ایک ہی ہیں۔ فرق صرف شدت کا ہے۔ جیسے سورج کے اندر اور اس کے باہر روشنی کی خاصیت ایک ہی ہے لیکن کیفیت، حدت

اور شدت کا انحصار مرکز سے قربت پر ہے۔ یوں قرآن حکیم کے معنی قاری پر اس کے رب العالمین کے تعلق کی نسبت کھلتے جاتے ہیں لیکن باطن ہرگز ظاہر کو ساقط نہیں کرتا، اس لئے کہ یہ وہ کتاب ہے جس کا کوئی حصہ دوسرے حصے سے اختلاف نہیں کرتا۔ لہذا ظاہر کو چھوڑ کر صرف باطن کے معنی تلاش کرنے والے بھی مگر اہ ہو سکتے ہیں جیسا کہ باطنیہ فرقہ کے ساتھ ہوا۔ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے کلام کے تمام احکامات پر پورا پورا عمل کرے اور رہی زندگی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع بنائے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی انسانی شکل میں قرآن پاک تھی اس لیے کلام اللہ کے باطن سے بھی وہی لوگ مستفید ہوں گے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اس کے ظاہر پر پورا کاربند ہوں گے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ظاہر پر عمل کرنے والی سے باطن کے راز کھلیں گے۔



## قرآن حکیم کا یکتا اسلوب

### 3.1 یکتا اسلوب، زندہ کتاب

قرآن حکیم ایک عظیم اور یکتا شخصیت کا مالک کلام ہے۔ اس نسبت سے کہ یہ براہ راست اللہ کا امر ہے یہ مخلوق نہیں کہ مت جائے بلکہ اسے دوام حاصل ہے۔ یہ زندہ ہے۔ اسے شور حاصل ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنا نور کہا ہے یہ نور ہر آیت سے نکلتا (Radiate) ہے۔ جب کوئی دوست کے طور پر اس کی طرف بڑھتا ہے تو قرآن پاک بھی دوست بن کر اپنے مہمان کا استقبال کرتا ہے اور اپنا دل کھول کر اس کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ لیکن اجنبی کے لئے یہ اجنبی ہے۔ اسے قرآن حکیم میں حکمت کی بجائے بے ربطی اور وحشت نظر آتی ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ اس کی اپنی زندگی بے ربط ہے اور مقصد حیات سے علمی کے باعث اس کی زندگی اس کے لئے وحشت تاک بن چکی ہے جیسے ایک اجنبی کو دوسرے اجنبی سے ہوتی ہے۔ جب کہ اس پر ایمان لانے والوں پر اس کا اثر ناقابل بیان ہے۔ لہذا اسے عام انسانی معیار سے پرکھنا ہی بنیادی غلطی ہے۔ اس کا اسلوب سب کتابوں سے جدا اور انوکھا ہے۔

یہ دنیا کی وہ عظیم ترین کتاب ہے جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے، سب سے زیادہ یاد کی جاتی ہے سب سے زیادہ اس کے حوالے دیئے جاتے ہیں، سب سے زیادہ اس پر عمل کیا جاتا ہے اور جو اس کا ادب کیا جاتا ہے وہ بھی لاہانی ہے۔ عجیب بات ہے کہ اگر چہ اپنی ضخامت میں بڑی نہیں لیکن پڑھنے میں ختم نہیں ہوتی۔ ساری عمر پڑھنے والے بھی کہتے ہیں ابھی پڑھی نہیں، چودہ صد یوں سے ہر رنگ و نسل کے لوگ اس کے معنی پر غور کر رہے ہیں لیکن بڑے سے بڑا عالم یہی کہتا ہے۔ ابھی اس کو پورے طور پر سمجھا نہیں۔ یہ واحد کتاب ہے جس کی لاکھوں دماغ چودہ سو سالوں

سے تفاسیر لکھ رہے ہیں لیکن علم کی پیاس نہیں بھتی۔ وقت کے ساتھ ہر چیز، ہر علم، ہر سائنس اپنی افادیت کھوئی جاتی ہے، لیکن قرآن پاک کی تازگی اور علوم کی گہرائی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ کوئی بھی کتاب ہو، انسان چند دفعہ پڑھنے کے بعد بوریت محسوس کرتا ہے لیکن یہ عجیب کتاب ہے جسے لوگ ہزاروں بار ختم کرتے ہیں لیکن پیاس مزید بڑھتی ہی جاتی ہے۔

## 3.2 قرآن پاک کا انداز بیان اور موضوع

جب کوئی مصنف کوئی کتاب لکھتا ہے تو اس کے سامنے ایک خاص موضوع ہوتا ہے۔ جس سے اس کتاب کی شناخت ہوتی ہے۔ پھر وہ اپنے موضوع کو کئی ابواب میں تقسیم کر کے اس کے ہر پہلو پر الگ الگ بحث کرتا ہے لیکن قاری جب قرآن پاک کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس میں اسے ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ بلکہ اس کی ہر آیت مبارکہ ایک منفرد موضوع ہے یہ ایک انتہائی خوبصورت بھرپور باغچہ کی مانند ہے جس میں ہزاروں پھول کھلے ہیں، ایک سے ایک بڑھ کر اور انفرادی حیثیت میں نہایت دلکش اور مجموعی حیثیت میں بے مثل۔

قرآن پاک میں عقائد کا ذکر بھی ہے۔ عبادات یا فرائض کا بھی لیکن ان کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ ابواب نہیں۔ ہر طرح کا اصول اس میں موجود ہے لیکن وضاحت کہیں کہیں ہے۔ اس میں اعلیٰ ترین انسانی حقوق و معاشرت اور عدل حکومت کی تصوریدی گئی ہے لیکن حکومت کیسے چلائی جائے اس کی تفصیل اور طریقہ کارکی وضاحت نہیں۔ جگہ جگہ کائنات کے بھیوں سے پرده اٹھایا گیا ہے، جس میں دریافتوں کی جھلکیاں ہیں، لیکن پھر بھی یہ سائنس کی کتاب نہیں۔ قرآن پاک انسان کے تمام معاشی مسائل کا حل پیش کرتا ہے، لیکن طریقہ کار پر زیادہ وضاحت نہیں کی گئی۔ علم الغیب کے رازوں سے کئی جگہ پرده اٹھایا گیا لیکن اسرار و رمز کی تفصیلات کھل کر سامنے نہیں آتیں۔ غرض دنیا کا کوئی ایسا علم نہیں جس کی بنیاد قرآن پاک میں موجود ہے اور زندگی کا کوئی پہلو نہیں جس پر رہنمائی قرآن پاک میں نہ ہو لیکن تفصیل بہت کم دی گئی ہے۔ اس لئے کہ قرآن اکیلانہیں آیا تھا بلکہ

یہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں آیا۔

تفصیلات کے عظیم کام کی ذمہ داری اللہ تبارک و تعالیٰ نے حامل قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈال دی کہ وہ اس کی ایک ایک رمز کو عملی صورت میں پیش کر کے دکھائیں۔ چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی زندگی سب سے بڑی تجربہ گاہ تھی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کی رضا کو انسانی شکل میں واضح کر کے دکھادیا۔ یوں آپ قرآن ناطق ہیں۔ آپ کے قول و عمل اور مثال کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں اور یہ سب کچھ قرآن حکیم کی عملی تفسیر ہیں جس کے بغیر کلام اللہ کو سمجھنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

قرآن کی مثال ایک نہایت وسیع، نہایت گہرے سمندر کی مانند ہے۔ اس کے اندر کیا ہے اس کو جاننے کا دار و مدار ہر ایک کی اپنی اپنی صلاحیت پر ہے۔ کوئی کیا پکڑ کر لاتا ہے یہ اس کی اپنی ہمت کے اوپر ہے۔ یعنی قرآن حکیم انسان کی صلاحیتوں کو نکھارنا چاہتا ہے تاکہ قاری اپناراستہ اس کی روشنی میں خود تلاش کرے۔ وہ منزل کی نشاندہی تو کھل کر رکتا ہے لیکن منزل پر پہنچنے کا اختیار آدمی کے ہی پاس رہنے دیتا ہے۔

اگر تفصیلات اور طریق کا رجھی قرآن میں دیئے گئے ہوئے تو نہ صرف قرآن پاک ایک نہایت ضخیم کتاب بن جاتی بلکہ انسان کی عقل و دانش پر بھی پابندی لگ جاتی جو قرآن پاک نہیں چاہتا۔

یہاں اس پہلو کو سمجھنا ضروری ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو صرف اہل قرآن (منکر حدیث) کہتے ہیں وہ قرآن کو سمجھنے میں اپنے ظن و تجھیں پر بھروسہ کرتے ہیں اس لئے غلطی پر غلطی کرتے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ سخت گھائٹ میں ہیں۔ علاوہ ازیں جو لوگ احادیث مبارکہ کو قرآن پاک کے اصولوں کے تابع کر کے اپنے لئے نہان راہ تلاش نہیں کرتے اور بناؤٹی اور ضعیف احادیث مبارکہ یا اپنے ”اماون“ یا ”پیروں“ کی باتوں کو دین اسلام کا حصہ بنادیتے ہیں وہ بھی قرآن حکیم کی روح کو نہیں پاسکتے۔ اس لئے کہ قرآن پاک اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزم ہیں کہ قرآن پاک کی پوری سمجھوتب آسکتی ہے کہ حضور

پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی کو نہ صرف سمجھا جائے بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی تعلق بنایا جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنایا تھا۔ غیر مشرد طمح بت اور اتباع کا تعلق۔ اگر کسی میں یہ سب باتیں جمع ہو جائیں تو خود بخود اس پر کلام اللہ کی حقیقت واضح ہونے لگتی ہے۔

### 3.3 عجیب ترتیب

اپنی ترتیب میں بھی یہ کتاب عجیب و غریب ہے۔ اس کے 114 ابواب (سورتیں) ہیں لیکن ان کے درمیان آسانی سے کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ بعض ابواب تو اتنے لمبے ہیں کہ پڑھنے میں کئی گھنٹے لگ جاتے ہیں اور بعض اتنے چھوٹے کہ چند منٹ بھی بہت ہیں۔ ہر باب کا اپنا ایک نام اور انداز ہے مثلاً قرآن حکیم کی سب سے لمبی سورۃ کا نام البقرۃ یعنی گائے ہے لیکن گائے کے متعلق چند سطور پر مشتمل ایک سرسری سا واقعہ ہے۔ ایک سورۃ کا نام انمل یعنی چیونٹی ہے لیکن یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں چیونٹیوں کی سائنس سمجھائی ہے بلکہ وہاں بھی صرف چیونٹیوں کا ایک دفعہ ذکر ہے۔ اسی طرح باقی تمام سورتوں کے نام ہیں۔ ظاہراً قاری کو سورۃ کے نام اور اس کے نفس مضمون میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ قرآن پاک کی ہر سورت کا نام اپنے اندر معنی کا سمندر رکھتا ہے جس کا سورۃ کے مضامین سے گہرا تعلق ہے۔ مثلاً گائے کا انسان نشوونما اور رہن سہن میں ہمیشہ سے جو واسطہ ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ہندو دھرم میں اس کو گائے ماتا یعنی ماں کا درجہ دیا گیا ہے۔ اب اس نام کی نسبت سے سورۃ بقرہ پر غور کریں تو اسلامی معاشرہ کی تشكیل، نشوونما، عدل و انصاف اور ترقی کے لئے یہ سورۃ خون کا درجہ رکھتی ہے۔

### 3.4 مختلف مضامین

ایک ہی سورۃ میں نفس مضمون کے لحاظ سے بھی قرآن پاک نہایت عجیب و غریب ہے۔ ظاہراً کسی سورۃ کا بھی کوئی خاص موضوع معلوم نہیں ہوتا بلکہ سورۃ تو بہت بڑی بات ہے، بعض

وقات قرآن پاک کی ایک ایک آیت میں یکمشت کئی کئی مضامین اور بیان نظر آتے ہیں۔ ایک ظاہرین آنکھ یہاں بھی غلطی کرتی ہے اور اسے ان مضامین میں کوئی ربط نظر نہیں آتا لیکن یہ بات نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کی آیات پہاڑی سلسلوں کی چوٹیوں کی طرح ہیں جو اور پر سے تو الگ الگ ہیں لیکن گہرائی میں جا کر دیکھو تو ایک عظیم مضبوط بار بسط عمارت ہے جس میں کوئی کمزوری، کوئی علیحدگی نہیں۔

ایک اجنبی قاری کو یہ بات بھی حیران کن معلوم ہوتی ہے کہ قرآن حکیم میں بعض دفعہ ایک ہی آیت میں بیک وقت ماضی حال اور مستقبل کے زمانے نظر آتے ہیں۔ یہی حال صیخوں کا ہے۔ حاضر، غائب متکلم کے صیغہ ایسے فوری تبدلیں ہو جاتے ہیں کہ ناگھقہ قاری چکرا جاتا ہے۔ اسکی وجہ بھی قرآن پاک کے منفرد اعجاز اسلوب سے ناداقیت کی وجہ ہے۔ یہ ہم ہیں جنہوں نے اپنی چھوٹی سے زندگی میں وقت کو بھی ماضی حال مستقبل میں بانٹ کر رکھ دیا لیکن وقت سے بالاتر ہستی کیلئے سب کچھ ایک ہی چیز ہے۔ قرآن انسان کو زمان و مکان سے بالاتر ہو کر سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔

### 3.5 اسلوب وحدت

اوپر ہم نے جن عجیب و غریب باتوں کا ذکر کیا ہے دراصل یہی وہ اسلوب ہیں جو اسے دوسری کتابوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ اگر یہ کسی آدی کی تصنیف ہوتی تو وہ ضرور انسانوں کے کتاب لکھنے کے اسالیب کو اپناتا لیکن چونکہ اس کتاب کے مصنف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ رب کائنات ہے جو زمان و مکان اور حاضر غائب کی قیود سے آزاد ہے۔ اول ہو یا آخر ظاہر ہو یا باطن یہ سب اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور ایک ہی ہیں۔ لہذا کلام اللہ انسانی قیود سے آزاد ہے اس کا انداز آفاقی ہے اور اس کا اسلوب بیان تمام کتابوں سے جدا گانہ ہونا لازمی ہے۔

اگر قرآن پاک نے مذهب، سائنس، معاشرت، حکومت، معاشیات، اخلاق، نیکی بدی، زندگی اور موت کو علیحدہ علیحدہ ذبوں میں بند نہیں کیا تو اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ دراصل یہ سب

ایک ہی وحدت کے مختلف رنگ ہیں مثلاً معاشیات کو آپ سیاست، حکومت، سائنس یا اخلاقیات سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اخلاق ہو یا مذہب اس کو زندگی کے باقی شعبوں سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ یوں قرآن پاک زندگی کے تمام شعبوں کو ایک زندہ وحدت کے طور پر پیش کرتا ہے جبکہ دور جدید کے نام نہاد ماہرین نے زندگی کو بے شمار بے جوڑ شعبوں میں بانٹ دیا ہے۔ اسلئے انہوں نے انسان کو سوائے اختصار (Confusion Chaos) کے اور کچھ نہیں دیا۔ ہر ماہر سمجھتا ہے کہ اسی کافار مولا سب دکھوں کا امرت دھارا ہے اور پھر جنون کی حد تک اپنی ازم (Ism) کو دوسروں پر نافذ کر دیتا ہے اور یوں جدید دور میں انسان کی ہستی بے شمار ایズموں میں بٹ کر پھٹ گئی ہے۔

قرآن حکیم کے نزدیک انسان کی معراج اس کی وحدت میں ہے۔ وہ نفس واحد سے پیدا ہوا اور وحدت ہی میں اس کی بقا اور ارتقاء ہے۔ افسوس کہ دور جدید کے فلاسفوں نے اس کی وحدت کو چاک چاک کر دیا ہے اور یہی آج کل کے انسان کے مسائل کی اصل جڑ ہے۔ لیکن تقیم انسانیت آج ہی کا مسئلہ نہیں بلکہ دنیا میں جس وقت قرآن حکیم تشریف لایا اس وقت بھی انسان چر کی چر کی پھٹا اور بٹا ہوا تھا۔ اس لئے کہ باطل کے تمام نظریات خواہ وہ جدید ہوں یا قدیم ان کا نتیجہ انسان کی تقسیم ہے، امیر ہو یا غریب یہ تقسیم سب کے لئے عذاب ہے۔

اس شدید کمی کو پورا کرنے کے لئے رب العالمین نے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ذکر اللعالمین نازل کیا جس کا مقصد انسانیت کی وحدت کو برقرار رکھتے ہوئے فرد کی تکمیل ہے تاکہ انسان جہنم سے بچ جائے اور یہی قرآن حکیم کا خاص موضوع ہے۔ دنیا کو آخرت سے، زندگی کو موت سے، گھر کو قبر سے، دین کو سائنس سے، اخلاق کو معاش سے، غریب کو امیر سے اور انسان کو اس کے رب سے جدا نہیں کیا جاسکتا، یہ سب ایک ہی وحدت کے ہے ہیں۔ اگر ان سب کی اکٹھے ترقی ہوگی تو تبھی انسان کی صحیح ترقی ہوگی۔ بالکل انسانی جسم کی طرح۔ یہ نہیں کہ ہاتھ بڑھ کر لمبے ہوتے جائیں اور پاؤں چھوٹے رہ جائیں یا سر بڑا ہوتا جائے اور دھڑکھوٹا رہ جائے۔ اگر ان کی ترقیوں میں ربط اور مناسبت نہیں تو انسان بد نما (Disproportionate) حیوان بن جاتا ہے۔

انسان کی روح کی خوشی اور اس کا روحانی ارتقاء بھی اسی قرآنی وحدت میں ہے اور جب روح اس وحدت کو قرآنی آیات میں دیکھتی ہے تو فرط مسرت سے کبھی جھومتی ہے، کبھی اس کی آنکھوں میں سے تقویٰ کے آنسو نکلتے ہیں اور کبھی کبھی دم بخود ہر آیت مبارکہ کے لفظ کے ساتھ وجد کرتی ہے۔ زمان و مکان کی قیود، حاضر و غائب کی تقسیم سے آزاد وہ خوشی سے سرشار ہو جاتی ہے، جیسے خالق کائنات خود اس سے ہم کلام ہو۔ روحانی ترقیوں کے زینوں پر یہ وہ مستی اور سرور ہے جو کسی راگ میں نہیں، کسی شراب میں نہیں۔ یہ تکمیل انسانیت کا راستہ ہے جس پر چل کر انسان خوف اور غم سے آزادی حاصل کر لیتا ہے اور کائنات کی وحدت کا حصہ بن کر محبت و عشق و مستی کا سرور پا لیتا ہے۔

### 3.6 رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم

اس منزل کی واضح نشان دہی کے لئے کامل انسان کا ہونا لازمی تھا۔ اس لئے رب العالمین نے ذکر العالمین سے پہلے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ جب لوگوں نے چالیس سال تک ان کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا اور ان کی عظمت کی گواہی الصادق اور الامین کے خطابات سے دے دی تو حکم ہوا اب دنیا کو تکمیل انسانیت کا درس دو۔

قرآن حکیم میں ہم جو یہ دیکھتے ہیں کہ بنیادی باتوں کی بھی تفصیل نہیں دی گئی جیسا کہ پہلے بھی کئی بار کہا گیا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ علم کو معلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن بھی نازل فرمایا اور اس کی تفصیل بھی جس کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر حرکت ہر قول و فعل قرآن کی تفصیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں چلتا پھرتا قرآن، جن کی خاطر رب العالمین نے کائنات بنائی، معراج عطا فرمائی کہ مشہود کو ایک شاہد چاہئے تھا۔ جبریل علیہ السلام اس بات پر

نازاں تھے کہ ہم رکابی نصیب ہوئی۔ دنیا و آخرت میں خوش قسمت ترین وہ لوگ ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے لئے خاص اور محدود نہیں تھی۔ رحمت العالمینی کو کسی خاص دور کے لئے محدود نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ تو ہمیشہ جاری و ساری رہے گی۔ اس کا انحصار ہم پر ہے کہ اس سے کس حد تک مستفید ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر آج بھی ہم میں سے کوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طرز زندگی کا نمونہ بن جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت العالمینی سے یہ بعید نہیں کہ اسے بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولی، ہی صحبت نصیب ہو کون کہہ سکتا ہے کہ بعد کے ادوار میں اولیٰ قرآنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے۔ اس اعزاز کے لئے ایسی زندگی کا رہنمای اصول قرآن حکیم ہی ہو گا یعنی اگر ہم صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے تعلق کو استوار کرنا چاہتے ہیں تو پھر قرآن حکیم سے اپنا تعلق استوار کرنا ہو گا یہ دونوں لازم و ملزم ہیں۔

قرآن پاک صرف کلام اللہ ہی نہیں بلکہ کلام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے۔ اس کے ایک ایک حرفاً کی آواز سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے مقدس ہونٹوں سے نکلی تھی اور آج بھی آیات مبارکہ کی تار آپ جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جڑی ہوئی ہے۔ گو ”دیدار عام“ کا وقت گزر گیا لیکن ”دیدار خاص“ کے چشمے اب بھی جاری ہیں۔

**اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسِلِّمْ يَا الرَّحْمَنِ الرَّاهِمِينَ۔**



## ناسخ اور منسوخ کا مسئلہ

قرآن کریم میں غور و فکر کیلئے ناسخ اور منسوخ کے مسئلہ کو سمجھنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ یہ مسئلہ قرآن الحکیم کے متعلق نازک ترین مسائل میں سے ایک ہے جس کو بہت اچھا لگایا ہے اور آج کل منافقین اسے موضوع بنانا کراسلام کے انتہائی محترم بزرگوں کے حوالہ سے قرآن الحکیم کے حکم ہونے پر بخوبی پیدا کر رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جب قرآن الحکیم نازل ہو رہا تھا تو اس وقت کبھی ایک حکم نازل ہوتا اور بعد میں ایک اور آیت نازل ہوتی جو پہلے حکم کو بدل دیتی تھی۔ جس آیت کے ذریعہ ایسا ہوتا اسے ناسخ کہتے اور جس آیت کے حکم میں تبدیلی آتی اسے منسوخ کا نام دیا گیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الاتقان“ بمعطاب اردو ترجمہ ادارہ اسلامیات لاہور جلد دوم صفحہ ۵۶ پر لکھا ہے کہ ایسی اکتوس آیتیں ہیں جن کو منسوخ مانا گیا ہے۔ بعض نے اس سے زیادہ اور بعض نے اس سے بھی کچھ کم کہا ہے۔ مثلاً حضرت شاولی اللہ دہلوی کے مطابق ایسی آیات صرف چھ ہیں۔ غرض یہ ایک فنی مسئلہ ہے جسے موضوع بنانا کرتا تھا اللہ کے بارے میں شک پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے، حالانکہ قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”اس کی باتوں میں تبدیلی نہیں ہوتی“۔ بلکہ قرآن حکیم کا اعجاز یہ بتایا گیا ہے کہ ”لا ریب فیها۔ اس میں کوئی شک نہیں“، دنیا کی ہر کتاب کے نفس مضمون میں کئی اختلافات یا تضادات نظر آئیں گے لیکن یہ دعویٰ صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ہے کہ یہ ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ ارشادِ ربانی ہے، ”اگر یہ کتاب کسی غیر اللہ سے ہوتی تو اس میں بڑا اختلاف یا تضاد ہوتا، (لیکن الحمد للہ یہ ہر قسم کے اختلاف سے پاک ہے)“

اس پس منظر میں ناسخ اور منسوخ کا مسئلہ بالکل بے بنیاد اور غلط ہے لیکن بدقتی یہ ہے کہ مرجح مصالحہ لگا کر اس موضوع پر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ (۹۱۱-۸۲۹ ہجری) تک کئی کتابیں تصنیف کی جا چکی تھیں۔ آج کل انہی کو بنیاد بنا کر قرآن حکیم کے مخالف اس بے بنیاد بات کو ہوادے رہے ہیں کہ ”قرآن حکیم کا کافی حصہ منسوخ ہو گیا تھا لہذا یہ قابل اعتبار نہیں (نعوذ باللہ) اور چونکہ قرآن پاک کی ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کرتی ہے لہذا اس کے احکام بھی حکم نہیں اور قرآن پاک و قبی مصلحتوں کے مطابق بدلتا رہا۔ لہذا اس کی تحقیق میں انسانی ہاتھ ہے“۔ قرآن کریم کے ان دشمنوں سے ہمیں نیکی کی توقع نہیں کرنا چاہیے اور ایسے لوگ ہر زمانہ میں اسکے خلاف ہرزہ افشا نی کرتے ہی رہے ہیں لیکن جب اس قسم کی باتوں کو اسلامی روایات کے حوالہ سے پیش کیا جاتا ہے تو بات خطرناک صورت حال اختیار کر جاتی ہے۔ اس لئے فی زمانہ اس مسئلہ کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ اہل علم، علمی مو شگافیوں میں پڑنے کی بجائے مسلمانوں کو منافقین کے گمراہ کن پر اپنے گندے سے بچا سیں۔

#### 4.1 سازشیں اور من گھڑت روایات

حقیقت یہ ہے کہ منافقین نے علمی ”موشگافیوں“ کے ذریعہ ہی سے اس مسئلہ کو جنم دیا جس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ بعض منافق مصنفوں ناسخ اور منسوخ کی تفریق اور تفسیر میں اس قدر دور نکل گئے کہ انہوں نے تو تیرے حصہ سے زیادہ قرآن پاک کو منسوخ قرار دے دیا (نعوذ باللہ) اور عجیب عجیب روایات نے جنم لیا۔ مثلاً علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کسی ابو عبیدہ کا قول لکھتے ہیں، اس نے اسماعیل بن ابراہیم سے، ان سے ایوب نے، ان سے نافع اور ان سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ”بے شک تم لوگوں میں سے کوئی شخص یہ بات کہے گا کہ میں نے تمام قرآن پاک حاصل کر لیا ہے، حالانکہ اسے یہ بات معلوم ہی نہیں کہ تمام قرآن کتنا تھا کیونکہ قرآن پاک میں سے بہت سا حصہ جاتا رہا ہے“۔ سہی ابو عبید سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں

روایت کرتا ہے کہ ہم سے ابی مریم، ان سے، ابی الہیقہ، ان سے ابی الاسود، ان سے عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام میں سورہ الاحزب دو سو آیتوں کی پڑھی جاتی تھی پھر جس وقت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصاحف لکھے، اس وقت اس سورۃ میں سے بجز موجودہ مقدار کے اور کچھ نہیں پایا۔“ (نعوذ باللہ)

غرض اس طرح کی چند ایک من گھڑت ضعیف روایات کے پردہ میں منافقین نے علمی لبادہ اوڑھ کر اور مسجدوں کی محرابوں میں بیٹھ کر، اسلام کے مقدس علمی ذخیرہ میں اپنی خباشت پھیلائی اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نامکمل، تحریف شدہ اور منسوخ ثابت کرنے کے لئے کسی نہ کسی صحابی کے نام کا سہارا لیا اور راویان کے سلسلہ سے اپنی بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ ڈال دی۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ ان کے مقابلہ میں بہت سی مصدقہ ثقہ اور متفق علیہ احادیث جو قرآن کریم کی صحت کی زور دار دلالت کرتی ہیں ان پر توجہ نہ کی گئی۔ اس سلسلہ میں خود قرآن حکیم کی اپنے بارے میں جو شہادت ہے اسے بھی خاطر میں نہ لایا گیا۔ چونکہ وہ زمانہ آج کا دور نہیں تھا کہ جو لکھا کل کسی نقاد نے پکڑ لیا۔ بلکہ مسودے لا ببریوں میں پڑے رہتے تھے۔ پھر جب اسلام پر گرداب کا دور آیا تو علمائے مقلدین نے ہر کھصی ہوئی چیز کو مقدس سمجھ کر گلے سے لگالیا اور اگر کسی نے ہمت کر کے کہا کہ یہ تو قرآن پاک اور متفق علیہ احادیث کے خلاف کھلی بات ہے، تو روایت کے آخر میں صحابی کے نام سے ڈر اکر اعتراض کرنے والے کو چپ کر دیا۔

افسوس کہ ایسی فضول روایات بنانے والے اور اپنانے والے بھول گئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود اپنی کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ اور تو اور خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اگر وہ بھی اس میں کوئی رد و بدل کرتے تو قابل موافذہ ہوتے۔ یہ طرز بیان حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کی کرنے کے لئے نہیں، بلکہ ایک اعلان ہے کہ اللہ کے جبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قرآن پاک میں ایک حرف تبدیل نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی شان ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وحی کے حامل ہونے کا ثبوت

بھی بقول قرآن اور احادیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم کی حفاظت اور اس کے خالص پن کے لئے یہاں تک انتظامات کئے گئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعثت سے پہلے ہی تمام طرح کے جنات اور شیاطین کا داخلہ آسمانوں میں بند کر دیا گیا۔

حکم باری تعالیٰ ہے۔ ”ہم نے اس مقدس کتاب کو نازل کیا ہے اور ہم (یعنی مالک کون و مکان رب کائنات) اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“ سوچیے جب اس شان والا بادشاہ قرآن پاک کا محافظ ہوتوا یہی کتاب میں کوئی رد بدل یا نسخ ہونا کیسے ممکن ہے۔ چنانچہ قرآن کریم اس بات کا بلاشبہ خود ضامن اور گواہ ہے کہ موجودہ قرآن کریم وہی ہے، جو لوح محفوظ سے لیلۃ القدر کو اتارا گیا اور پھر منشاء اللہ کے مطابق متواتر ۲۳ سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا رہا اور آپ عالی جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترتیب نزول کے مطابق نہیں، بلکہ لوح محفوظ والی ترتیب ہے۔ اسی کے مطابق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پاک پر قرآن ثبت ہوا اور اسی کے مطابق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تبیین وحی کے ذریعہ لکھواتے۔ اسی کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حافظ اول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھ کر قرآن پاک کی آیات مبارکہ کو حفظ کر لیتے اور یادداشت کی مدد کے لیے لکھ بھی لیتے۔

## 4.2 آیات کی غلط تاویل

ناخ و منسوخ کے مدعیان نے جس آیت مبارک کو موضوع بنایا کہ اس مسئلہ کو اچھا لاد مندرجہ ذیل ہے۔

مَا نَسْخَ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُسِّهَا نَأْتِ بِخَيْرٍٖ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا

إِنَّمَا تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔۔۔ (۱۰۶)

در اصل اس آیت مبارکہ میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کسی آیت کو جب نسخ کرتا ہے یا بھلا دیتا ہے تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور آیت لے آتا ہے۔ سیاق و سبق دیکھیں تو یہ

آیت کائنات کی تخلیق کے متعلق آیات کا حصہ ہے۔ یعنی یہاں قرآنی آیات کے منسوب کا ذکر نہیں بلکہ کائناتی آیات کا ذکر ہے اگر اس سیاق و سباق میں لفظ آیت کو اپنے وسیع تر معنوں میں لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ مندرجہ بالا آیت قرآن حکیم کی مجرمانہ آفاقی آیت ہے جسے پڑھ کر ایک سائنسدان کی روح وجود میں آ جاتی ہے۔ وہ ساری کائنات کو اس کی تفسیر کے طور پر دیکھتا ہے۔ ایک ایک ذرہ سے لے کر اربوں کھربوں ستاروں پر مشتمل ان گنت کہکشاوں میں آنے والی تبدیلیاں اس آیت مبارکہ کا روزمرہ زندہ ثبوت ہیں۔ کائنات میں ہر آن تنیخ اور تخلیق کا مسلسل عمل جاری ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے ایک ستارہ تباہ ہوتا ہے تو اس کے ملبہ سے کئی دوسرے ستارے وجود میں آ جاتے ہیں اور پہلا بھول جاتا ہے۔ ایک دنیا ختم ہوتی ہے تو اس کی جگہ کوئی اور دنیا لے لیتی ہے (تفصیلات کیلئے ہماری کتاب ”حیات بعد الموت“ کا مطالعہ فرمائیں)۔ اس دنیا میں بھی ایک آدمی جاتا ہے تو فوری دوسرا اس کی جگہ کو پر کر دیتا ہے۔

غرض کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی آیات کا حصہ ہے اور اس کی نشانیوں میں ایک نشانی ہے اور خالق حقیقی اپنی حکمت عالیہ کے مطابق صفحہ ہستی پر نئے سے نئے اور خوبصورت سے خوبصورت پھول بھرتا رہتا ہے۔ ایک نشانی جاتی ہے تو اس کی جگہ دوسری نشانی لے لیتی ہے۔ اس فرمان اللہ سے ظاہر ہے کہ کائنات میں ناسخ اور منسوب کا عمل خیر کی طرف اقدام ہیں۔ یعنی کائنات میں ارتقاء بہتری کی طرف ہو رہا ہے اور نسخ وابی آیت ایک آفاقی حقیقت کی طرف سائنسی اشارہ ہے جو کہ موجودہ صدی کے سائنسدانوں کے لئے ایک اہم موضوع تحقیق ہے۔ مثلاً معلوم ہوا ہے کہ ابتداء میں ستاروں کی دنیا کیلئے سادہ تھیں۔ پھر جب ایک ستارہ اپنی اجل سے مرتا ہے تو اس کے پھٹنے کے عمل میں اعلیٰ تر عناصر جنم لیتے ہیں جن سے اعلیٰ تر دنیاوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ ہمارا پناہشی نظام بھی لاکھوں ستاروں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ یعنی ان کے نئے سے معرض وجود میں آیا ہے اور ایسی ہی قربانیوں سے کائنات میں ہر دم لاکھوں نئے نئے جہاں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا کسی آیت مبارکہ کی جگہ بہتر آیات کا وارد ہونا ایک کائناتی عمل ہے جس میں بڑے عظیم اشارے اور انکشافات ہیں۔ سورۃ الرحمن میں ارشاد ربانی ہے۔ وَكُلْ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ ”اور اللہ تعالیٰ ہر روز ایک

شان سے جلوہ گرہوتا ہے ”سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ“  
 اب حق توبیہ تھا کہ نسخ اور منسوخ والی آیات سے ہمارے مفسرین کائنات میں اللہ تعالیٰ  
 کی شان کو دیکھتے لیکن دشمنوں کی پھیلائی ہوئی روایات کے چکر میں آ کر ان میں کچھ سادہ لوحوں  
 نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو ناقص بنادیا۔ نعوذ باللہ، ذات باری تعالیٰ کو متلوں مزاج بنانے کا پیش کیا۔

#### 4.3 پرانے مذاہب کا نسخ

اگر صرف مذہبی نکتہ نگاہ سے بھی دیکھا جائے تو کلام اللہ پہلے تمام نبیوں اور رسولوں کی  
 تعلیمات کو منسوخ کرتا ہے کہ وہ صاحبان مدد و وقت کے لئے مدد و علاقوں میں تحریف لائے تھے  
 اور ہدایت کی تعلیم دیتے رہے لیکن خاتم النبیین سرور کائنات اور اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کی بعثت کے بعد نہ کسی پرانی شریعت کا جواز ہے اور نہ ضرورت۔ لہذا اسلام تمام پرانے مذاہب کو  
 منسوخ کرتا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ آیات نسخ کے سیاق و سبق میں  
 دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مدینۃ المنورہ کے یہودیوں کا اعتراض یہ تھا کہ جبکہ بیت المقدس تمام  
 نبیوں کا مرکز صلوٰۃ تھا، اس کو چھوڑ کر بنائے ابراہیم کو کیوں کعبہ بنایا گیا ہے؟ یا یہ کہ مویٰ علیہ السلام  
 کی حلال و حرام والی شریعت کو کیوں بدله جا رہا ہے؟ نسخ آیت مبارکہ میں ان کے اعتراضات کا  
 جواب ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی جس آیت کو چاہے منسوخ کر سکتا ہے۔ بلکہ لوگوں کے ذہنوں  
 تک سے بھلا دیتا ہے۔ جیسے اس نے لاکھوں دیگر چیزوں کی شریعت تو کجا ان کے ناموں تک کو  
 انسانی یادداشت سے خارج کر دیا ہے۔

#### 4.4 تاویلات کی مثالیں اور اصل حقیقت

اس سلسلہ میں افسوس ناک بات یہ ہے کہ غلط فہمی کی بنا پر بعض اوقات مختلف مسلمان بھی  
 اس شدید اجتہادی غلطی کا شکار ہوئے اور انہوں نے اس غلط سوچ کو اپنالیا کہ قرآن حکیم کی ایک

آیت دوسری آیت کو منسون خ کرتی ہے۔ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ایک آیت دوسری آیت کو مضبوط کرتی ہے۔ یہ سب تو ایک مضبوط اور بلند و بالا عمارت کی مانند ہے جس میں بنیادیں بھی ہیں اور اس کے اوپر دیواریں اور چھت بھی ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ دیواروں نے بنیادوں کو منسون خ کر دیا ہے یا چھت نے دیواروں کو؟ مثال کے طور پر قرآن حکیم میں شراب کی ممانعت کا حکم بتدریج آیا۔ ابتداء میں حکم ہوا ”شراب میں فائدے بھی ہیں اور نقصان بھی لیکن نقصان زیادہ ہے“۔ بعد میں کلی حرمت والی آیت نازل ہوئی کہ ”شراب کے قریب بھی نہ جانا یہ عملِ شیطان ہے“۔ اب تائیخ اور منسون خ کے مدعاں کہتے ہیں کہ دوسری آیت مبارکہ نے پہلی آیت مبارکہ کو منسون خ کر دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پہلی آیت ایک حکیمانہ سائنسی حقیقت ہے جو اپنی جگہ ہمیشہ ہی ٹھیک اور اصل ہے اور دوسری آیت مبارکہ ایک حکم ہے۔ جس کے تحت اس ام النجاش کو ہمیشہ کے لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح کہا گیا ہے کہ سورۃ مزمل کی ابتدائی آیات کو سورۃ مزمل ہی کی آخری آیات نے منسون خ کر دیا۔ اس قول میں بھی نا سمجھی کافی داد ہے ورنہ پہلی آیات ریاضت اور عبادت کا اعلیٰ ترین معیار مقرر کرتی ہیں اور سورۃ کے آخر میں جو فرمایا گیا ہے۔ وہ رب رحیم کی طرف سے ایک رعایت ہے کہ آسانی سے جس قدر ممکن ہو اتنا جاگ لیا کرو۔ تاکہ ہم جیسے کمزور تن انسان بھی راتوں کے اترنے والے انوار سے فائدہ مند ہو سکیں۔

اسی طرح کہا گیا کہ زکوٰۃ کے حکم نے صدقات والی آیات کو منسون خ کر دیا ہے۔ حالانکہ زکوٰۃ تو سال میں ایک دفعہ اپنے مال سے لازمی کثُوتی ہے۔ جس کے مصارف مخصوص ہیں اور صدقات ہر وقت مال کا اللہ کی راہ میں مصرف ہے اور اس کے خرچ پر کوئی قید نہیں۔

اسی طرح یہ بھی کہا گیا کہ جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو راتوں کو میاں بیوی کا مباشرت کرنا منع تھا لیکن بعد کی آیت میں اجازت مل گئی۔ جس سے یہ ممانعت منسون ہو گئی۔ حالانکہ یہ ایک رعایت ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں لیکن تقویٰ کا اعلیٰ ترین معیار اول آیت مبارکہ ہی ہے کہ رمضان کی راتیں عبارت میں گذاری جائیں اور میاں بیوی باہمی جنسی تعلقات

سے پرہیز کریں۔

یہ بھی کہا گیا کہ مسلمانوں کے غلبہ کی آیت مبارکہ کہ ”تم میں میں صبر والے ہوں گے تو دوسو پر غلبہ حاصل کریں گے“۔ بعد میں اترنے والی آیت کی جب تم ”سو ہو گے تو دوسو پر غلبہ حاصل کرو گے“ نے منسوخ کر دی۔ حالانکہ یہ تو چھوٹی اور بڑی جماعت میں تقویٰ کے معیار کی بات ہے۔ اگر تقویٰ کا معیار وہ ہو گا جو ان مسلمانوں میں تھا تو یقیناً میں، دوسو پر حاوی ہوں گے لیکن چونکہ بڑی جماعت میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ ۱۰۰ ہوں گے تو ۲۰۰ پر غالب آؤ گے یعنی دونوں آیات مبارکہ ایک دوسرے کی تشرع ہیں نہ کہ ناسخ۔

یہ بھی کہا جاتا ہے پہلے حکم ہوا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضری سے پہلے یا بات کرنے سے پہلے کوئی صدقہ دے دیا کرو“ اور پھر حکم ہوا ”چونکہ تمہارے لئے یہ مشکل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ تمہیں رعایت دیتا ہے“۔ اس طرح دوسری آیت نے صدقہ والی آیت کو منسوخ کر دیا۔ حالانکہ یہاں بھی ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واضح کیا اور دوسری طرف بندوں کو تعلیم دی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کا پسندیدہ ترین طریقہ کیا ہے۔ اس کے بعد انسانوں کی کمزوریوں کے مد نظر رعایت عطا فرمادی تاکہ وہ گنہگار نہ ہوں۔ چنانچہ آج بھی دربار عالی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پسندیدہ ترین یہی طریقہ ہو گا کہ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضری سے پہلے کچھ صدقہ کریں، البتہ اگر وہ نہ کر سکیں تو کوئی موافذہ نہیں ہو گا۔

اسی طرح کہا گیا ہے کہ جب مدینہ منورہ میں جہاد قتال کی اجازت مرحمت ہوئی تو اس نے ”ہاتھوں کو نہ اٹھانے کے متعلق“ مکہ والی پہلی وجہ کو منسوخ کر دیا۔ حالانکہ یہ ایک بہت بڑی سیاسی اور جنگی حکمتِ عملی (Strategy) کی بات ہے۔ آج بھی اگر حالات مکہ مکرہ والے ہوں تو ہاتھوں کو باندھ کر رکھنا ہی بہتر ہو گا لیکن جب مناسب طاقت کا حصول ہو جائے تو اپنی عقل اور حکمت کے مطابق دشمنوں کے خلاف جہاد بالسیف کیا جاسکتا ہے۔ لہذا ان میں سے کوئی بھی آیت مبارکہ منسوخ نہیں بلکہ ہر زمانہ میں ہر قسم کے حالات کے مطابق جہاد بالسیف تک

کی جدوجہد کے تمام مراحل کے لئے رہنمائی کرتی ہیں۔

پھر کسی نے کہا فتحِ مکہ کے وقت جب حرمِ مکہ میں قتال کی خصوصی اجازت ملی تو اس نے ممانعت والی تمام آیات کو منسوخ کر دیا۔ یہ کس قدر بڑی سمجھنی ہے۔ یہ اجازت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعزاز تھی اور خدا نخواستہ اگر کبھی بھی غیر مسلم یا مخالفین خانہ کعبہ پر قابض ہو جاتے ہیں تو ان کے غلیظ ہاتھوں سے حرم مقدس کو آزاد کرنے کے لئے مسلمانوں کے پاس ایک استثناء موجود ہے کہ وہ ایسے حالات میں خانہ کعبہ کو قتال کے ذریعے بھی آزاد کر سکتے ہیں۔

ان تمام مثالوں کے بیان کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ بے کبھی سے ناخ اور منسوخ کا مسئلہ اٹھانا، قرآن حکیم کی عظمت کے خلاف ایک سازش ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اس کی تمام آیات ایک دوسرے کی تشریع اور تفسیر ہیں۔ کوئی آیت مبارکہ کسی دوسری آیت مبارکہ کا نسخ نہیں۔ بلکہ قابل قبول معیار کی حدود متعین کرتی ہے جو لوگ ناخ اور منسوخ کے چکر میں پڑے وہ صرف کچھ فہمی کا شکار تھے اور بعض ان میں منافق تھے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شک و شبہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ورنہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام میں ہرگز کوئی کبھی یا کمی بیشی نہیں۔ اس کی ہر آیت مبارکہ اپنی جگہ مستقل آیت ہے ہاں البتہ اپنے بندوں کی کمزوریوں کے مد نظر ہمارے روپ الرحیم رب نے اپنی طرف سے ہمیں کچھ رعائیں دی ہیں لیکن ان رعائتوں سے تقوے کے اعلیٰ معیار میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی۔

لہذا قرآن حکیم میں ایک ہی مضمون پر دو یا دو سے زیادہ آیات اگر آئی ہیں تو یہ نسخ یا منسوخ نہیں بلکہ دراصل اس مضمون کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی ہے۔ جیسے اوپر کہا گیا ہے ایسی آیات مبارکہ دراصل تقویٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ اور کم سے کم معیار کی حدود کا تعین کرتی ہیں۔

اس بات کی حکمت کا اندازہ آپ یہاں سے لگائیں کہ انجینئرنگ کا سارا نظام برداشت کی حدود Tolerance Limits کے تعین پر منحصر ہے۔ جب آپ کہتے ہیں کسی چیز کی لمبائی اتنی ہو گی تو ضروری ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ ہی زیادہ اور کم سے زیادہ اور کم سے کم برداشت کی حدود بھی

متعین کی جائیں اسلئے کہ بالکل صحیح پیمائش (Exact Measurement) کی چیز بنانا ممکن ہے۔ کوئی چیز حدود کے اندر بھی بن سکتی ہے۔

زیادہ سے زیاد براہست کا معیار

قابل قبول معیار

کم سے کم براہست کا معیار

اب بھی اگر جان بوجھ کر کوئی ایسی آیات کو ناخ اور منسوخ کے من گھڑت معنی پہناتا ہے تو وہ کلام اللہ کی تکذیب کا مجرم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں تقویٰ کے اعلیٰ معیار کی توفیق دے اور اپنی کتاب پر بہتر سے بہتر طریقہ سے عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمين۔



## جمع القرآن الحکیم اور ربط و ترتیب

أَمْرِيَقُولُونَ افْتَرَأَهُ طُلْ فَأُثُوا بِعَشْرِ سَوْرٍ مُّثْلِهِ  
مُفْتَرِيَتْ وَادْعُوا مَنْ أَسْتَطَعْتُمْ فَنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ  
كُنْتُمْ صَدِيقِنَ ۝

”کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو از خود بنالیا ہے؟ کہہ دو کہ تم بھی اس  
جیسی دس سورتیں بنالاؤ۔ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم  
چچے ہو۔“ (سورۃ حود۔ آیت مبارک ۱۳)

### بعض بے ربطی کے شکار قاری 5.1

قرآن پاک کی روح سے عاری جب کوئی قاری قرآن حکیم کی طرف رجوع کرتا ہے تو  
وہ ایک عجیب و غریب مخصوصہ بلکہ بعض اوقات وحشت ناک بے ربطی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ یوں  
محسوس کرتا ہے جیسے آیات بے جوڑ طور پر آگے پیچھے رکھ دی گئی ہیں۔ مضمایں کا سلسلہ بھی جگہ جگہ  
ٹوٹا نظر آتا ہے۔ چنانچہ دنیاوی کتابی معیار پر پر کھتے ہوئے اسے یہ کوئی باقاعدہ کتاب نظر نہیں آتی  
، بلکہ وہ اسے مختلف لمبائی چوڑائی گہرا ای دالے بے شمار مضمایں کا آگے پیچھے رکھا ہوا ایک جم گھٹا  
محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ بذات خود قرآن حکیم اپنے آغاز ہی میں بے مثال ہونے کا دعویٰ کرتا ہے  
کہ ”یہ کتاب ہے جو نیک و شبہ سے بالاتر ہے۔“

سوال یہ ہے کہ قرآن حکیم کے سرسری قاری کو اس قدر تضاد کیوں نظر آتا ہے؟ اس کی  
 وجہ یہ ہے کہ ایک عام قاری انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کا عادی ہے۔ جب وہ قرآن مجید کو انسانی

مصنفین کے معیار اور انداز سے دیکھئے گا یا پر کھے گا تو یقیناً بے ربطی کا شکار ہو گا۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ قرآن پاک میں بھی مضامین کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ ابواب ہوتے، کوئی سورۃ حکومت پر ہوتی، کوئی سیاست پر، کوئی معاشیات پر، کوئی تاریخی واقعات پر، کوئی اخلاقیات پر، کوئی عبادات پر غرضیکہ وہ قرآن پاک میں انسانی ذہن کی ترتیب ڈھونڈتا ہے۔ جو اس میں نہیں ہے۔ اگر یہ کسی انسانی ذہن کی تخلیق ہوتا، تو یقیناً یہ ایسے ہی ہوتا لیکن یہ ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ انسان کو تقسیم کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس کی وحدت کو اجاگر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

ہمارے بعض معدودت خواہانہ قسم کے مفکرین اور مفسرین نے بھی قرآن حکیم کی ظاہری بے ربطی سے اثر لے کر یہ لکھ دیا کہ دراصل یہ کتابی صنف کی کتاب نہیں بلکہ اس کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مختلف موقع پر خطبات کی صورت میں ہوا اور یہ ان خطبوں کا مجموعہ ہے اور بیزم ان کے، جب یہ خطبے ۲۳ سال کے لمبے عرصہ میں سینکڑوں علیحدہ علیحدہ حالات میں دیئے گئے ہوں تو نتیجہ ایسا ہی نکلے گا۔ افسوس کہ ان کی اس دلیل کا قرآن فہمی سے کوئی تعلق نہیں۔

ٹھیک ہے کہ کتاب اللہ کا نزول حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یکبار نہیں ہوا بلکہ چھوٹے چھوٹے نکڑوں کی شکل میں ۲۳ سال ہوتا رہا۔ لیکن ہمارے یہ مفسرین بھول رہے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم کو نزول والی ترتیب سے جمع نہیں کیا تھا، بلکہ کاتبین وحی کو ہر ایک آیت مبارکہ کے متعلق ہدایت فرماتے، کہ اسے فلاں سورۃ، فلاں جگہ، فلاں آیت کے آگے پیچھے لکھ لو۔ یہ اس ترتیب اور ترتیب کے مطابق ہے جو لوح محفوظ میں قرآن پاک کی ترتیب دترتیب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کے مطابق قرآن حکیم کو لکھوا یا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کروایا، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسی طرح قرآن پاک یاد کیا۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ قرآن حکیم ۲۳ سالوں پر مشتمل خطبات کے نزول کا بے جوڑ مجموعہ نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی دی ہوئی ترتیب اور اسلوب کے عین مطابق کتاب وحی ہے۔ اگر آپ قرآن حکیم کے اسلوب میں ربط اور اس کے وجود میں حسن اور خوبیوں کو دیکھنا چاہتے ہیں تو

اپنے اردوگر خدا تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کریں۔ آپ کو یہاں بھی وہ خوبصورتی اور ربط خود بخود نظر آنے لگے گا جو قدرت کے باقی عظیم خوبصورت مناظر میں موجود ہے۔

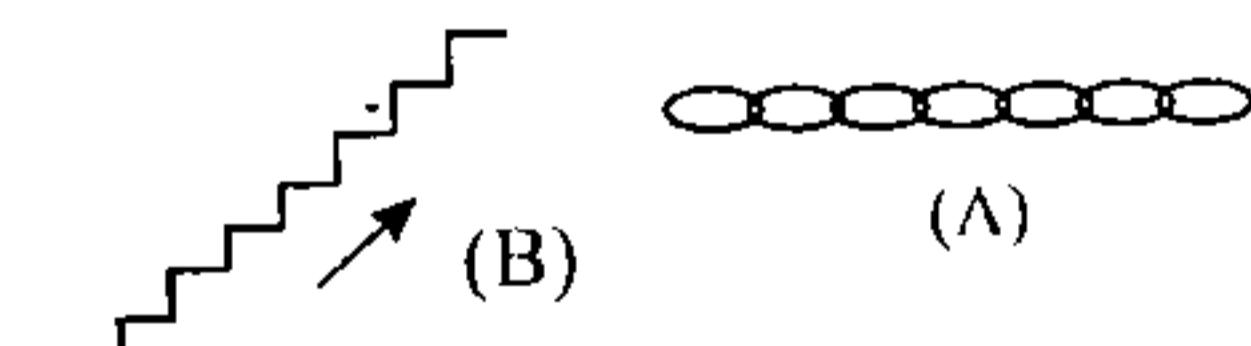
## 5.2 قدرت اور ربط

پہاڑوں کے سلسلہ کو دیکھیں شاید زمین پر ان سے زیادہ پرشکوہ خوبصورت نظارہ کہیں اور نہیں لیکن جو سیلانی پہاڑوں کی اوپری سطح سے دیکھتا ہے اس کے لئے یہ انواع و اقسام کی چھوٹی بڑی نوک دار کھدری چٹانوں کا آگے پیچھے اوپر نیچے بے جوڑ بے ربط مجموعہ ہے۔ جن پر بلا ترتیب ہزاروں قسم کے درخت پوے اور بوٹیاں اگی ہیں لیکن اگر وہ سیلانی جز (Part) کے بجائے کل (Whole) کا نظارہ کرتا ہے تو اس کی روح پہاڑوں کے حسن پر وجود کرنے لگتی ہے۔ یہی حال تمام دوسری قدرتی تخلیقات کا ہے۔ اپنے سامنے کے درخت کو لیجیے فردا فردا جدھر سے بھی دیکھو ظاہراً تمام شاخیں اور پتے بغیر کسی ترتیب کے ادھرا دھر لکھے ہوئے ہیں لیکن کلی طور پر شاخوں اور پتوں کی اس ظاہراً بے ربطی ہی میں ایک ایسا باطنی ربط ہے جس نے درخت کو خوبصورتی اور تازگی کا زندہ شاہکار بنایا ہے۔

آسمانوں پر ستاروں کی وسیع دنیاؤں پر نظر اٹھائیں۔ ستارے ہر جگہ ایک جیسے نہیں۔ کہیں زیادہ کہیں کم۔ چھوٹے بڑے، ملے جلے، دور نزدیک۔ دیکھنے والا جب سرسری نظر سے آسمان کے ایک محدود حصہ پر نگاہ کرتا ہے تو وہ اس سب میں ترتیب کی کمی پاتا ہے لیکن جب وہی آدمی ایک بڑے آسمانی علاقہ کو اپنے سامنے رکھتا ہے تو بنانے والے کی حکمت پر عش عش کرائھتا ہے۔ ایک اور مثال خود میں نوع انسان کی ہے۔ زمین پر چھار بپ انسان بستے ہیں۔ فردا فردا محال ہے کہ کوئی ایک بھی ہو بہو دسرے جیسا ہو لیکن اس ظاہراً اختلاف اور بے ربطی میں ایک شاندار وحدت پوشیدہ ہے جس کے انہمار کا ایک پہلو خاندان، معاشرہ، قومیں اور ملک ہیں۔

جس طرح قدرت کے نظاروں میں ربط ہے بالکل اسی طرح کلام اللہ کی حیثیت ہے۔ اس کا حرف، لفظ لفظ، آیت آیت، رکوع رکوع، سورۃ سورۃ، منزل منزل بھی نہایت خوبصورتی اور ربط کے ساتھ ایک اڑی میں پروئی ہوئی ہے جسے سمجھنے کے لئے اولی الالباب کا قلب چاہیے۔ یہ سب کام ایسے عظیم حساب سے طے ہوا ہے جس پر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ اس حساب سے کچھ پردے کھول رہا ہے۔ کتاب کے آئندہ ابواب میں آپ اس کی چند حیرت انگیز جھلکیاں دیکھیں گے جن کی طرف پیش لفظ میں اشارہ کر دیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ ایک زندہ معجزہ ہے جس کے سامنے انسانی حساب بے حیثیت رہ جاتا ہے۔

قرآن کی آیات مبارکہ میں ربط سمجھنے کے لئے دماغ سے زیادہ قلب کی ضرورت ہے اور اگر عقل سلیم سے کوئی کلام اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو قرآن حکیم ایک مہربان دوست کی طرح از خود یہ راز سے بتاتا ہے۔ اس ربط میں ہر ایک آیت مبارکہ کی تلاوت روح کے لئے ترقیوں کے زینے چڑھنے کی مانند ہے اور ہر اگلا زینہ پہلے والے سے زیادہ مسحور کن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ساری عمر انہائی شوق اور خشوع و خضوع کے ساتھ کلام اللہ کو ہزاروں بار پڑھتے ہیں لیکن ہر بار یہ ایک نئی اور تازہ شان سے اپنے قاری کا استقبال کرتا ہے۔ دراصل قرآنی آیات آپس میں ایک زنجیر کی کڑیوں کی مانند ہیں جن کا وجود علیحدہ علیحدہ بھی ہے اور مربوط بھی۔ تلاوت میں یہ اور کی منزل کو چڑھتے ہوئے زینہ کی مانند ہیں۔ اس کی مثال شکل A اور B میں دی گئی ہے۔



ربط کے ضمن میں یہ حقیقت بھی اہم ہے کہ جس طرح آپ کے اپنے جسم کے اعضا میں ربط پورے جسم کی زندگی ہے اسی طرح قرآن پاک بھی ایک زندہ وحدت ہے لیکن اس حقیقت کا

ادرائے بھی تبھی ہو سکتا ہے جب قاری تلاوت کے ساتھ ساتھ آیات کے سیاق و سبق اور معنی پر غور کرتا جائے۔ جب تک سمجھنہ آجائے آگے نہ بڑھے۔ یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جب عالم شوق میں کوئی قاری آیات کو بار بار پڑھتا جائے تو ربط کا نور خود بخود اس کے قلب پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

## 5.4 تقویٰ اور اولی الالباب

اے اولی الالباب خوب جان لو کہ اس عظیم کتاب کی آیات یہ وہ شد و شبہ نہیں۔ یہ رب العالمین کا کلام ہے۔ اس میں زمان و مکان کے ہر مقام کے لئے انسان کی رہنمائی کا سامان ہے لیکن یہ بات ہر ایک کے بس کی نہیں کہ وہ اس کے نور کو برداشت کر سکے اور راستہ پا سکے۔ اس سے مستفید ہونے کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ آدمی تقویٰ والا ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے میڈیکل کی کتب سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جو میڈیکل کالج میں داخلہ لے چکا ہو۔ تقویٰ کے مقام کے حصول کے لئے نہایت ضروری شرائط کا سورۃ البقرہ کی پہلی چھ آیات مبارکہ میں اعلان کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے اول یہ ہے کہ آدمی قلب سليم کے ساتھ براہی سے بچنے کی خواہش رکھتا ہو۔ بن دیکھے باطن کی دنیا پر ایمان لائے۔ صلوٰۃ قائم کرے، اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن پاک کے علاوہ بھی جو کچھ بھیجا گیا تھا یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ پر بلا چون وچہ ایمان لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر آئے تھے، جن میں سے بعض کا ذکر کلام اللہ میں موجود ہے، ان کی تقدیق کرے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ موت کے بعد آنیوالی زندگی کی حقیقت کو یقین کے ساتھ تسلیم کرے۔ جو لوگ ان بنیادی شرائط پر پورا تر تھے ہیں انہیں تقویٰ کی ڈگری عطا ہو جاتی ہے اور یوں وہ اس الہیت کے حامل ہو جاتے ہیں جس کی بناء پر وہ قرآن حکیم کی ہدایت سے فائدہ اٹھا کر دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔

قرآن حکیم کس نے جمع کیا؟ کس نے ترتیب دیا؟ کسی عقل سلیم والے مسلمان کے لئے تو یہ سوال ہی بے معنی ہے۔ اسے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ اسلام کی تکمیل (الیوم اکملت) کا مطلب ہی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دین کا ہر چھوٹا بڑا جز مکمل ہو گیا تو پھر قرآن حکیم جو پورے اسلام کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وجی ہے۔ اسے ادھورا کیسے چھوڑ دیا جاتا۔ اس کے جمع کرنے اور تعلیم کی ذمہ داری تو خود رب کائنات نے اپنے ذمہ لی تھی فرمایا: ”إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَفُرْقَانَهُ“ (سورہ القیامۃ۔ آیت ۱۷)

لیکن افسوس کہ منافقین نے جن کی اسلام کے زمانہ اقتدار میں کمی نہیں تھی، اس سیدھے سادھے مسئلہ کو بھی وجہ نہ اسے بنادیا اور اسلام کی معتبر ترین ہستیوں یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر جمع القرآن کے مسئلہ کو اتنا الجھاد یا کہ تبع تابعین کے زمانہ میں جمع القرآن ایک سیاسی فضیلت کا ذریعہ بن گیا۔ حتیٰ کہ حاجج بن یوسف جو اموی خلیفہ عبدالمالک کی جانب سے جاز کا گورنر تھا اور جس کے ظلم کے قصے اب تک دل کو رزادیتے ہیں، اسے بھی قرآن حکیم کی ترتیب و تدوین میں حصہ دار بنادیا گیا اور آج تک یہ مسئلہ الجھا ہوا ہے۔ اب مسلمانوں کے دشمن اسی اختلاف اور جھوٹی پچی روایات کو طاکریہ ثابت کرنے کی نذموم کوشش کر رہے ہیں کہ قرآن پاک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے کافی عرصہ بعد کتابی شکل میں لا یا گیا۔ لہذا اس دوران کتاب اللہ کے کچھ حصے ضائع ہوتا بعید از قیاس نہیں (نحوذ باللہ) اور بعض جھوٹی آیات جو دراصل وحی الہی نہیں تھیں، سیاسی مقادا اور شخصی تقدس کی بنیاد پر قرآن پاک میں شامل کر دینا بھی ناممکنات سے نہیں (نحوذ باللہ) لہذا مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ کلام اللہ ہو بہو اور حرف بحرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا صحیح نہیں (نحوذ باللہ) لیکن یہ سب خرافات ہیں جو منافقین کے اذہان کی پیداوار اور مسلمانوں کے مخالفوں کا پرا پیگنڈا ہے۔ ان میں ذرہ بھر بھی

صداقت نہیں۔ سبحان اللہ مالک کائنات نے قرآن حکیم کے آغاز ہی میں اپنی کتاب کے متعلق ایسے تمام فضول مسائل کا قلع قع کر دیا۔ فرمایا۔ ذالک الكتاب لا ریب فيه۔

سورۃ القيامة کی آیت 75 اور اس عظیم خوشخبری اور دعویٰ کے بعد قرآن حکیم کی جمع اور ترتیب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے کسی اور کے نام لگانا صریح کفر ہو گا۔ ایسا خیال دراصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر (نحوذ باللہ) اعتراض ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا فرض منصبی پورا نہ کیا۔ جبکہ اشرف الانبیاء آخرت کو رخت سفر کے موقع پر (ہماری زندگی و آخرت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہو) فرماتے ہیں۔

”مسلمانو! میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں۔ تم میں دو چیزیں بطور یادگار چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری سنت (متفق علیہ) کسی بھی شیعہ سنی یا کسی فرقہ کو اس حدیث مبارکہ پر شک نہیں جو اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قرآن حکیم ایک کتاب کی شکل میں موجود تھا۔ اسی نسبت سے سورۃ فاتحہ جسے سورۃ حمد بھی کہا جاتا ہے کو فاتحہ الکتاب قرار دیا۔ حالانکہ اپنے نزول کے اعتبار سے یہ بعد کی سورت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ”قرآن حکیم کو کتابی شکل میں جمع کرنے کیلئے سرور کائنات نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کام پر لگ گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیر نگرانی ایک زردرنگ کے پارچے میں قرآن پاک کو جمع کیا اور پھر اس پر مہر لگا دی۔ (حوالہ تاریخ القرآن۔ ابو عبید اللہ زنجانی)

اہل سنت کے مشہور مؤلف حاکم نے اپنی کتاب متدرک میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مثبت کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ”هم پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قرآن حکیم جو ریشم کے ٹکڑوں، کاغذ کے پرزوں اور لکھنے والی ایسی کئی دوسری چیزوں میں منتشر تھا۔ جمع کرتے اور ہر آیت اور سورۃ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اس کے مناسب محل و مقام پر رکھتے تھے لیکن پھر بھی یہ تحریریں متفرق تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ انہیں ایک جگہ کتابی شکل میں جمع کریں۔

اور اسے جمع کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں اسے ضائع کرنے سے ڈراتے تھے۔” (حوالہ تاریخ القرآن ابو عبید اللہ زنجانی۔ معرفت تفسیر نمونہ)

دراصل حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کئی صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس عظیم خدمت میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ طبرانی رحمۃ اللہ عنہ اور عساکر رحمۃ اللہ عنہ نے حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انصار میں کم از کم چھوٹے افراد نے قرآن پاک کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جمع کیا تھا (حوالہ منتخب کنز العمال جلد دوم حصہ ۵۲ معرفت تفسیر نمونہ) اسی سلسلہ میں حضرت ابو قاتا دہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ”النصار میں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو زید رضی اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کلام اللہ کو کتابی شکل میں جمع کیا تھا۔“ (حوالہ صحیح بخاری جلد ۶۔ معرفت تفسیر نمونہ)۔

ان تمام آیات و روایات اور ان دلائل کے بعد یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور قرآن کریم جمع نہیں ہوا تھا ایک بہت بڑا جھوٹ اور باطل کلمات میں سے ہے بلکہ یہ قرآن حکیم کی تکذیب ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان کہ اپنے فرض منصبی کو پورا کئے بغیر چلے گئے۔

اگر بالفرض قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کی ترتیب حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کی ہوتی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس ترتیب سے قرآن حفظ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا کیا مطلب ہے؟ ”اگر تمہیں قرآن کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے تو اس جیسی ایک ہی سورۃ بنالا و“۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۲)

## 5.6 دشمن کے جارحانہ اقدام

مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر ہمیں جمع القرآن کے سلسلہ کی سازش کے اثرات کو سمجھنے

کی ضرورت ہے جس کو بنیاد بنا کر آج کل کے منافقین، تحقیق کے لبادہ میں کلام اللہ پر حملہ کر رہے ہیں اور اپنے اس مذموم پر اپیگنڈا کو جدید ذرائع ابلاغ مثلاً انٹرنیٹ (Internet) کے ذریعہ پھیلا رہے ہیں۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خلاف اپنے جارحانہ حملے اسلامی ادب میں پھیلی ہوئی غلط روایات سے ہی کرتے ہیں اور قدیم علماء کے حوالہ سے کچھ کمزور روایات کا سہارا لے کر اکثر یہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں آیات، سورتوں اور سپاروں کی ترتیب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کارنامہ ہے۔ ان کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک کو بھرے ہوئے اجزا میں چھوڑ گئے جنہیں ابتدائیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر اکٹھا کیا اور کتابی شکل دی۔ یہ صحیفہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک ام المومنین حضرت خصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحزادی بھی ہیں کی حفاظت میں رہا۔ آخر کار خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورہ سے اس صحیفہ کی دوبارہ اصلاح کی جسے مصحف عثمانی کہا گیا، جس کی مصدقہ کا پیاس اسلامی سلطنت کے مختلف صوبائی دارالحکومتوں میں معیاری قرآن کے طور پر عوام کی سہولت کے لئے رکھی گئی۔

اپنے اس دعوے کے قول میں وہ کئی روایات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ سورتوں کی موجودہ ترتیب اور بعض آیات مبارکہ کی ترتیب بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقرر شدہ کمیٹی کے زیر نگرانی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔ قرآن حکیم کے متعلق یہی نہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تمیں پاروں میں تقسیم اس سے بھی بہت بعد کے زمانے کی بات ہے اور اس فضیلت کا حقدار حجاج بن یوسف کو قرار دیتے ہیں جنہوں نے اموی خلیفہ عبد الملک کے حکم پر یہ کام کیا تھا۔ بعض مستشرقین کا یہ کہنا ہے کہ تمیں پاروں کی تقسیم کسی نامعلوم عالم کی ہے اور اسکی وجہ صرف پڑھنے کی سہولت ہے تاکہ روزانہ ایک سپارہ کے حساب سے مہینہ میں ایک دفعہ قرآن حکیم پڑھا جاسکے۔ سپاروں ہی کے بارے میں کچھ شرائیز روایات ایسی بھی آئی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق جو قرآن

پاک کا مجموعہ تیار کیا تھا اس میں چالیس سپارے تھے لیکن بعد میں اس میں سے دس سپارے ضائع ہو گئے (نعواذ باللہ) لیکن کوئی ان لوگوں سے پوچھئے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بن گھرے تو پھر ان دس سپاروں کو بحال کیوں نہ کیا؟ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے لکھنے ہوئے الفاظ نقاط، اور حرکات مثلاً زیر، زبر، پیش وغیرہ لگانے کا کارنامہ بھی جماعت بن یوسف کا ہے حالانکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تب وہی سے ایک روایت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہدایت کی کہ الفاظ پر نقاط اور حرکات لگاؤ۔ یعنی خود صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیر، زبر اور پیش الفاظ کی حرکات اور ان کے لمحے تک سمجھی وحی الہی کے مطابق طے کئے۔



## پارت-II

# قرآن کریم کے ادبی، سائنسی اور حسابی مبحراں

وَلَقَدْ صَرَّفَنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ  
طَوْكَانَ إِلَّا نَسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَّلَهُ (۵۳:۱۸)  
اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے طرح طرح کی مثالیں  
بیان فرمائی ہیں لیکن انسان سب چیزوں سے بڑھ کر جھگڑا لو ہے۔ (۵۳-۱۸)

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ O لِمَنْ شَاءَ  
مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ O (۸۱:۳۷-۳۸)  
”یہ (قرآن) تو تمام جہانوں کیلئے نصیحت ہے O جو کوئی  
بھی تم میں سیدھی راہ چلنا چاہے O“ (۸۱:۳۷-۳۸)

# قرآن پاک اور سائنس

6.1 پس منظر

موجودہ سائنسی دور میں ہر چیز کی سچائی کا معیار سائنس کو سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ مذہب کی سچائی کو بھی بعض لوگ سائنس کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں۔ انیسویں صدی میں جب مغربی دنیا میں سائنسی علوم نئے نئے متعارف ہوئے، تو وہاں بھی Atheism کی ایک لہر اٹھ کھڑی ہوئی تھی، جس کا نظریہ یہ تھا کہ جو چیز تجربہ سے ثابت نہیں ہو سکتی یا حساب سے ثابت نہیں ہو سکتی وہ باطل ہے۔ اب مذہبی نظریات اور روحانی تجربات نہ تو حساب کے دائرہ کار میں آتے ہیں نہ ہی کسی لیبارٹری میں قابل تجزیہ ہیں۔ چنانچہ سائنس سے مرعوب بے شمار لوگوں نے مذہب کو محض ڈھکوسلا (Myth) قرار دیتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود سے بھی انکار کر دیا۔ لیکن جوں جوں یہ ثابت ہونے لگا کہ سائنس بھی کوئی حقیقی علم نہیں بلکہ یہ بھی بے شمار غیر ثابت شدہ مفروضوں پر قائم ہے تو بیسویں صدی کے شروع میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات مبارک سے روگردانی کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اس میں اب کسی قدر کمی آنے لگی ہے لیکن سائنس نے آزادی رائے، تحقیق اور تنقید کے حق میں جو فضاضیدا کی تھی مذہب اس کی زد سے فوج نہ سکے۔ چنانچہ مغربی سکالرز نے جب عیسائی اور یہودی مذہبی کتابوں یعنی موجودہ انجیل اور تورات کا سائنسی انداز میں تجزیہ کیا تو ان میں بے شمار غلطیاں اور بنیادی قدرتی اصولوں کے خلاف نظریات پائے گئے جس کا یہ مطلب لیا گیا کہ یہ کتابیں خالق کائنات سے نہیں ہو سکتیں بلکہ اپنے وقت کے انسانوں کی تخلیق ہیں۔ چرچ کے لئے یہ ایک بہت دھچکا تھا۔ ایسے میں اپنے سنبھالے کے لئے عیسائی چرچ نے نئی سوچ نکالی کہ جہاں تک سائنسی اصولوں اور مادی حقائق کا تعلق ہے یہ اسی زمانہ کے مطابق تھے جب یہ کتابیں لکھی گئیں۔

تحسیں لیکن ان کے اخلاقی ضابطے اہل ہیں۔ اس لئے اخلاقی اور مذہبی طور پر انحصار اور تورات وغیرہ پر اعتبار کیا جاسکتا ہے لیکن یہ توضیح لوگوں کو مطمئن کرنے کیلئے کافی نہیں تھی۔ لہذا جدید سائنسی افکار کے زیر اثر عیسائی دنیا کی اکثریت مذہبی طور پر اب عیسائی نہیں رہی اور عیسائیت کی جگہ مغربی تہذیب نے لے لی ہے جس کی بنیاد Secularism یعنی لا دینیت ہے۔ افسوس کی یہ بات ہے کہ جیسے کبھی عیسائیت کو پھیلانے کے لئے وہ کوشش (Crusade Wars) تھے اب اہل مغرب، مغربی تہذیب کو بے دینی کے مذہبی جنون سے بقیہ دنیا پر نافذ کرنے کیلئے تلمے ہوئے ہیں۔

## 6.2 اسلامی دانشور اور سائنسی حقوق

اسلامی دنیا کے دانشور (Intellectual) کا بھی جدید سائنس سے متاثر ہونا فطری عمل ہے۔ ان میں اب دو گروپ بن گئے ہیں۔ (Conservative) گروپ جس میں زیادہ تر پرانی طرز کے علماء ہیں وہ تو سائنس کے خلاف کھلی نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور قرآن حکیم کے متعلق ہر قسم کے سائنسی تجزیے کی کھلی مخالفت کرتے ہیں۔ اس گروپ کی قابل ذکر شخصیت سعودی عرب کے ایک بہت بڑے عالم الشیخ بن باز صاحب کی تھی جنہوں نے، جب انسان کے چاند پر چکنچے کا اعلان ہوا تو اس کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ بلکہ فتویٰ دیا کہ اس کا اقرار کفر ہے۔

وہ علماء جو سائنسی حقوق کو مذہب سے دور رکھنا چاہتے ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ قرآن حکیم کی حقانیت اپنی جگہ مسلم ہے، اس کے لئے کسی سائنسی شہادت کی ضرورت نہیں۔ لہذا ان کے نزدیک ”قرآن پاک اور سائنس“ کا موضوع نہ صرف یہ کہ فضول بات ہے بلکہ ایک خطرناک بدعت ہے جس میں مسلمانوں کو ہرگز نہیں پڑنا چاہیے۔ یہ تقریباً وہی بات ہے جو ستر ہویں صدی کے عیسائی پادریوں کا موقف تھا۔ مثلاً جب پہلی دفعہ سائنس دانوں نے کہا کہ زمین اپنی تخلیق میں اربوں سال پرانی ہے، تو انگلینڈ کے لارڈ بیشپ نے نہ صرف اس نظریہ کی پرواز درندست کی بلکہ یہ بھی بتایا کہ زمین کی عمر صرف چھ ہزار سال ہے۔ اس سے پہلے جب گلیبو نے کہا کہ زمین سورج کے گرد

گھومتی ہے تو چرچ نے اسے سزاۓ موت نادی لیکن زندگی کی بھیک کی خاطر بیچارے گلیلیو نے معافی نامہ لکھ کر دیا اور اپنے نظریات سے توبہ کی۔ لیکن بالآخر سائنس جیت گئی۔ چرچ کی یہ ہماری عیسائیت کی ہار ثابت ہوئی جس کا نتیجہ آج کل کی مغربی لا دینیت کی شکل میں ساری دنیا بھگت رہی ہے۔ اب یہ تکر اسلامی دنیا میں شروع ہوئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جدید ذہن کو پرانی سوچ کے اسلامی علماء کیسے مطمئن کرتے ہیں۔

ان بزرگوں کے برعکس ایک دوسرا گروپ ان دانشوروں کا ہے جو اس مفروضہ پر کام کر رہا ہے کہ جلد ہی مسلمانوں کو سائنسی طرف سے قرآن حکیم کے بارے وہی چیلنج پیش آئے گا جو انہیوں بیسویں صدی میں انجیل اور تورات کو پیش آیا تھا۔ الہذا الادین (Secular) دانشور فقادوں کا انتظار کئے بغیر اسلام کے یہ علماء از خود قرآن حکیم پر سائنسی کام کر رہے ہیں اور دنیا پر قرآن پاک کی سائنسی عظمت واضح کر رہے ہیں۔ ان کے نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن حکیم، انجیل کی طرح انسانی تخلیق نہیں بلکہ یہ ہو بہوال اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے اس میں کوئی حقیقی سائنسی غلطی ہو، ہی نہیں سکتی۔ الہذا مسلمانوں کو سائنس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کہ قرآن پاک جھوٹا ثابت ہو جائے گا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر سائنس کا کوئی مفروضہ قرآن حکیم سے مگرата ہے تو وہاں سائنس غلطی پر ہو گی۔ ان کا خیال ہے کہ سائنس اور قرآن پاک کے درمیان موافقت دیکھ کر مشرق ہو یا مغرب ہر جگہ کے عقل سليم رکھنے والے دانشوروں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہیں گے۔ اس لئے ان کے نزدیک فی زمانہ قرآن پاک پر سائنس کے حوالہ سے ریسرچ اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے۔

### 6.3 وقت کی اہم ضرورت

دیکھا جائے تو دونوں قسم کے اسلامی دانشوروں اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔ اس میں کوئی نہیں کہ کسی مسلمان کیلئے قرآن حکیم کی حقانیت پر ایمان کیلئے کسی سائنسی یا غیر سائنسی شہادت کی ضرورت نہیں لیکن قرآن پاک بذات خود یہ چاہتا ہے کہ اس کی آیات پر خوب غور و فکر کیا جائے۔

بلکہ تقریباً ایک چوتھائی کلام پاک تو انسان کو صحیفہ فطرت پر غور کی ہی دعوت ہے۔ ایسی فلکر کا ہی دوسرا نام سائنس ہے۔ لہذا قرآن حکیم میں سائنسی غور و فکر اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور ایک زبردست عبادت ہونا چاہیے۔ لیکن اس کام میں کم علمی یا بے صبری خطرناک ہو سکتی ہے۔ اسلئے یہ کام ایسے لوگوں کو کرنا چاہیے جو ایک خاص علمی مرتبہ رکھتے ہوں۔ قرآن حکیم انہیں اولی الاباب کا اعلیٰ خطاب دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، صحیفہ قدرت میں خوب غور کرنے والے، سمجھدار، حقیقت پسند مسلمان ہیں جو کسی دوسری ازم یا سائنس سے مرعوب نہیں، لیکن وہ مختص بھی نہیں ہیں۔

اسلامی دنیا میں ایسے لوگوں کی بڑی کمی ہے۔ اس خلا کو پورا کرنے کے لئے کچھ ایسے بھی لوگ سامنے آئے ہیں جو بڑے پر جوش ہیں لیکن ان کی قرآنی واقفیت اور سائنسی علم سلطی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس طرح کے جو شیئے کم علم اور کم فہم لوگ اس نازک اور حساس موضوع کی کوئی صحیح خدمت نہیں کر سکتے بلکہ اُنثا بہت سی غلط فہمیوں کا باعث بن رہے ہیں۔ ان کی اسلام سے محبت اپنی جگہ قابل قدر ہے لیکن مشورہ یہی ہے کہ وہ قرآن پاک اور سائنس دونوں کو اس وقت تک معاف رکھیں جب تک وہ علم کی پختگی کو نہیں پہنچتے۔

اس قبیلہ کے کچھ لوگوں کوئی نئی تھیوریاں نکالنے کا بھی شوق ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی غلط تاویلات سے وہ بعض اوقات نئی دریافتیں کے دعوئے بھی کر بیٹھتے ہیں۔ مثلاً ایک صاحب نے حال ہی میں اپنی کتاب ”قرآن اور سائنس“ میں مشی نظام کے بارہویں سیارے کی دریافت کا اعلان کیا ہے بلکہ یہ تک کہہ دیا ہے کہ عرش بریں اسی سیارہ پر ہے۔ حالانکہ قرآن پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ عرش بریں پر ضرور استوئی ہے لیکن اسکی کسی کی وسعت بھی تمام آسمانوں اور زمین سے زیادہ ہے۔ اس لئے عرش معلیٰ اور کسی کو کائنات کی حدود میں لانا ایک فتح غلطی ہوگی۔ ایک اور صاحب جن کی تعلیم A.B. ہے۔ وہ قرآن حکیم کی چند آیات کے حوالہ سے آئن شائن کے نظریہ اضافت (Theory of Relativity) انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ اس نظریہ اضافت کے سلسلہ میں قرآن پاک سے ثبوت پیش کیے جاسکتے ہیں۔ ان سب حضرات میں قدر مشترک یہ ہے

کہ عام طور پر وہ سائنس نہیں جانتے، مغرب سے بے حد مرعوب ہیں، مسلمانوں کی سائنسی پسمندگی کو محسوس کرتے ہیں چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے وہ پہلے اپنے ذہن میں کوئی نامنہاد (Pseudo) سائنسی تھیوری بنالیتے ہیں اور پھر اس کے ثبوت کے لئے قرآن کریم سے آیات ڈھونڈنا شروع کر دیتے ہیں۔

قرآن کریم کے حوالہ سے اس طرح کا کام نہایت ہی خطرناک بات ہے۔ ایسا کام کرنے والوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے کہ جب لوگ ان کی بنائی ہوئی سائنسی تھیوری کو جھٹلائیں گے یا مذاق اڑائیں گے تو بے سوچ وہ قرآن کریم کو بھی جھٹلائیں گے۔ اس لئے قرآن حکیم کے حوالہ سے جدید علوم ایک نازک مسئلہ ہے جس پر کام نہایت محتاط طریقہ سے اولی الاباب ہی کو زیر بحث دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کا کام جدید دور کے لئے بھی قابل قدر خدمت ہو گی۔

## 6.4 سائنس کی حدود

اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ قرآن پاک اور سائنس میں کیا تعلق ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم حق ہے اور سائنس حق کی تلاش ہے لیکن جدید سائنس کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ حق کی تلاش کے لئے صرف مادی طریقوں پر انحصار کرتی ہے اور مادیات کے ماورائی اقرار نہیں کرتی جس کی وجہ سے سائنس کی دسترس کائنات میں بہت محدود ہے۔ چنانچہ موجودہ سائنسی فہم (Insight) اور طریقہ کار خود ہی سائنس کی مزید ترقی پر بہت بڑی رکاوٹ بناتا جا رہا ہے۔ آئندہ شائ恩 کے نظریہ اضافت کے مطابق رفتار کی آخری حد خلاف میں روشنی کی رفتار یعنی ۳ لاکھ کلو میٹر فی سینٹس ہے۔ دیکھنے میں یہ بہت بڑی رفتار ہے لیکن کائنات کی وسعتوں کے اعتبار سے یہ اس قدر کم ہے کہ بفرض محال انسان یہ رفتار حاصل کر بھی لے تب بھی وہ پوری حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اس طرح مادی سائنس نے اپنی پہنچ کی حدود خود ہی محدود کر دی ہیں۔ یوں وہ پوری حقیقت کا تجرباتی طور پر ادراک کبھی بھی نہیں کر سکتی۔

جیسے بڑی سے بڑی حقیقت کے سلسلہ میں سائنس محدود ہے اسی طرح چھوٹی سے چھوٹی حقیقت کی پہچان کیلئے بھی سائنسی دریافتیں کافی نہیں۔ مشہور سائنسدان ہیزن برگ (Heisenberg) کا نظریہ بے یقینی (Uncertainty principle) یہ ہے کہ انہائی باریک اور چھوٹی چیزوں کی بہت کوچھ طور پر سمجھنا سائنس کے دائرہ کار سے باہر ہے اس لئے کہ ایک خاص حد کے بعد ہمارے پاس مزید پیمائش کا کوئی طریقہ باقی نہیں رہ جاتا۔ بلکہ جس چیز کی مدد سے پیمائش کی جاتی ہے اس کے اپنے اثرات زیر تجربہ چیزوں کی بہت کوتبدیل کر دیتے ہیں۔

اوپر کی تفصیل بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انہائی کے حقائق سائنس کی بساط سے باہر ہیں۔ اس لئے جو لوگ سائنس کو حرف آخر سمجھتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی یہ سوچ خود سائنس کے خلاف جاتی ہے۔ سائنس کی جدوجہد کا محور اجزا (Parts) ہیں۔ کل یعنی کل (Total) کی حقیقت اس کے ادراک سے باہر ہے۔ یعنی سائنس کے ذریعہ کل سچائی کا ادراک ناممکن ہے اور کبھی سائنس اس بات کی دعویدار بھی نہیں رہی ہے۔ سائنس کا دائرہ کا صرف شہود تک ہے اور عالم الغیب اس کی دسترس سے باہر ہے۔ مثلاً زندگی اور موت کا درمیانی وقفہ تو کسی حد تک سائنس کے دائرہ کا رہ میں آتا ہے لیکن زندگی سے پہلے اور موت کے بعد کے حقائق اس کے بس کی بات نہیں۔ یہ حکومت کو سمجھنے کی تو کسی حد تک دعویدار ہے لیکن خالق کے بارے میں خاموش ہے۔ جسم کا تو تھوڑا بہت علم رکھتی ہے لیکن نفس اور روح کے معاملات اس کی پہنچ سے باہر ہیں۔ یعنی کل حقیقت کی تلاش میں سائنس ایک محدود ذریعہ علم ہے۔ ان حالات (Circumstances) میں یہ سوال اہم ہے کہ سائنس کے دائرہ کار سے باہر کے حقائق کا انسان کو کیسے علم ہو؟ اس کا جواب وحی ہے۔ یعنی زمین پر آسان زندگی گزارنے کے لیے تورب العالمین نے انسان کو سائنس کا علم دیا لیکن اس کی روحانی بالیگی کے لئے اس نے وحی کا انتظام کیا۔

وحی اور سائنس میں فرق یہ ہے کہ سائنس عالم شہرو (Physical Realm) کا علم ہے اور وحی عالم الغیب (Metaphysical world) کا علم ہے۔ تمام علوم اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور جسے جتنا چاہیے وہ دے دیتا ہے۔ اسکی مرضی کے مطابق ہر دور میں سائنس اور وحی کے

علوم اترتے رہے ہیں۔ جبکہ سائنس کے لئے اللہ تعالیٰ نے سائنسدان پیدا کیے وہی کے لئے وہ اپنے مخصوص بندے جنہیں پیغمبر یا رسول کہتے ہیں بھیجا رہا۔ اس علم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آخری نبی اور ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل کر دیا۔ انسانیت کی یہ انہمی خوش قسمتی ہے کہ سو فیصد شک و شہر سے بالاتر وحی کا یہ علم قرآن حکیم کی شکل میں محفوظ ہے اور اس کی تفصیلات اور جزئیات حامل وحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں موجود ہیں۔

قرآن حکیم یہ ثابت کرتا ہے کہ عالم شہود اور عالم الغیب آپس میں لا تعلق نہیں بلکہ دونوں باہم متصل (Interlinked) ہیں۔ اسلئے ظاہر سے باطن کی پہچان ہو گی، جبکہ ظاہر کی پوری حقیقت تک پہنچ کے لئے باطن کا ادراک بھی ضروری ہے۔ مثلاً قرآن حکیم اس بات پر زور دیتا ہے کہ اللہ خالق ہے لیکن خالق کی پہچان اس کی مخلوق سے ہوتی ہے۔ صلوٰۃ ایک روحانی عبادت ہے لیکن جسمانی طور پر ادا کی جاتی ہے اور اسکی بنیادی تیاری وضو ہے جو پانی سے کیا جاتا ہے۔ غرض قرآن روح اور جسم، دنیا اور آخرت کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کرتا بلکہ اسکی تعلیم یہ ہے کہ آخرت کا سامان اسی دنیا میں سے بن کر جاتا ہے۔ یہ سب ایک ہی وحدت کے مختلف نظارے ہیں۔ پہلی اور آخری حقیقت وحدت ہی ہے۔ سائنس اور مذہب دونوں کا مقصد اس حقیقت کا کلی طور پر ادراک ہے اور اسی تلاش میں انسان کی معراج ہے۔



روح اور جسم آپس میں باہم متصل ہیں



دنیا و آخرت آپس میں باہم متصل ہیں



سائنس اور وحی آپس میں متصل ہیں

## 6.5 قرآن پاک سائنس کی انتہا ہے

سائنس اور قرآن حکیم کے دائرہ کار کو سمجھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو سائنس کی انتہا ہے وہ کلام اللہ کی ابتداء ہے۔ جب کہ قرآن حکیم ”کل“ ہے سائنس ”جز“ ہے۔ آپ اس بات کو قرآن حکیم کے دلیل (Mission Statement) اور مقصد (Vision) میں دیکھ سکتے ہیں جو سورہ فاتحہ (Opening Sura) کا مضمون ہے فرمایا: **الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**

**الرَّحْمٰنُ الرُّحْمٰنُ ۝ مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ ۝**

یہاں قرآن ایک دنیا کی نہیں دنیاوں کی بات کرتا ہے، ایک کائنات کی نہیں کائناتوں کی بات کرتا ہے، اور پھر یہ بھی بتاتا ہے کہ کائناتوں کا وجود بھی ہمیشہ کے لئے نہیں۔ پھر یوم حساب ہوگا۔ یہی تو بیسویں صدی کے آخر میں سائنس کی آخری حد کا مضمون رہا ہے اور اب بھی ہے کہ کائنات میں ہمارے علاوہ بھی ایسے اور سیارے ہو گئے جہاں انسان بنتے ہیں۔ اور یہ سارا نظام زوال پذیر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کلام اللہ سائنس کے دائرہ کار سے باہر ہے لیکن سائنس کلام اللہ کے دائرہ کار سے باہر نہیں۔ یہ ایک ٹوٹل حقيقة (Superset) ہے وہ اس کا ایک ادنیٰ حصہ ہے۔ قرآن حکیم کل (Holistic Approach) کی تعلیم دیتا ہے جبکہ سائنس جزئیات (Partials) کے متعلق بات کرتی ہے۔ اور جیسے اور کہا گیا ہے کہ ”سائنس دنیا کے لئے ہے“ قرآن دنیا و آخرت دونوں کے لئے رہنمائی کرتا ہے۔ اسی لئے مومن قرآن حکیم کے ذریعہ سائنس اور وحی دونوں کی حقیقت کا داعی ہے اور دونوں کی بھلائی کا مثالاً ہے۔ اس کی دعا ہے، **وَبَنَا أَنْتَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً ۝** (سورۃ البقرہ آیت ۲۰۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق علم مومن کا ہتھیار ہے۔ آپ ہی کی دعا تھی۔ ربی زدنی علماء (سورۃ ط آیت ۱۱۳) اس دعا میں علم وحی اور علم سائنس دونوں شامل ہیں۔

اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ قرآن حکیم میں کس قدر سائنس ہے۔ اس سوال کو سمجھنے

کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم سائنس اور مینکنالوجی کے فرق کو سمجھیں۔ سائنس دراصل قدرت کے اصولوں سے آگاہی کا نام ہے۔ جبکہ مینکنالوجی ان اصولوں کے استعمال کا نام ہے۔ مثلاً موجودہ زمانہ الیکٹرانک کمپیوٹر (Electronic Communications) کا حیران کن دور ہے۔ ٹیلی فون، موبائل فون، ریڈیو، ٹی وی، کمپیوٹر اور سیٹلائٹ ذرائع ابلاغ غیرہ نے دنیا بھر میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ یہ مینکنالوجی کا نتیجہ ہیں لیکن ان سب کے کام کرنے کا بنیادی اصول الیکٹرومیکنیک ریڈیشن (Electromagnetic Radiation) ہے جس کے اصولوں کو میکسول (Maxwell) نے ۱۸۷۰ء میں دریافت کیا تھا۔ ایک اور مثال ایسی توانائی کی ہے۔ جس کے مروں منت دنیا بھر میں چلنے والے ایسی ری ایکٹرز ہر طرح کے ایسی ہتھیار اور تمام طرح کے ایسی ریڈیشن (Atomic Radiation) پر چلنے والے آلات ہیں۔ ان سب کا بنیادی عصر یہ سائنسی اصول ہے کہ مادہ توانائی میں تبدیل ہو سکتا ہے جو آئن شائن نے ۱۹۰۳ء میں دریافت کیا تھا۔ مزید آگے بڑھیں تو معلوم ہو گا کہ میکسول اور آئن شائن کی دریافتوں کا تعلق بھی دراصل ایسیم کی ساخت سے ہی ہے کہ ہر چیز انتہائی چھوٹے چھوٹے ذرات سے بنی ہے جو اپنی بہیت میں بھی مادہ کبھی توانائی ہوتے ہیں اور توانائی کی تمام اشکال انکے مختلف حالات کا اظہار ہیں۔

لیکن یہ سب کچھ ایک وحدت (Singularity) کا حصہ ہے جو کائنات کی اصل حقیقت ہے۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کا تمام کار دبار چند بنیادی سچائیوں پر قائم ہے اور یہ قدرتی قانون زندگی کے ہر شعبہ میں محرک نظر آتے ہیں۔ ان کی دریافت اور سمجھہ بوجہ ہی اصل سائنس ہے۔ باقی جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ انہی اصولوں کی عملی اشکال اور تفصیلات ہیں۔ وحدت کے معیار کے مطابق قرآن حکیم کائنات میں سب سے بڑی سائنسی کتاب ہے۔ جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز کی بنیاد فراہم فرمادی ہے۔ اس کتاب میں خالق کائنات نے ہر طرح کی مادی، عمرانی، معاشی، اخلاقی اور روحانی سائنسوں کی بنیاد رکھ دی ہے تفصیلات کا کام انسان پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ لیکن وہ علوم جن کی تفصیل کا مادی ذرائع سے جانتا انسانی بس سے باہر تھا۔ مثلاً عالم غیب کے حقائق یا اخلاقیات کے اٹل اصول یا روحانیت وغیرہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مفصل طور پر سمجھا دیا۔

## 6.6 قرآن حکیم کا سائنسدان۔ علم و حکمت کا شاہکار مسلمان

اس ضمن میں سب سے اہم سوال خود انسان کی اپنی حقیقت ہے جس پر ہم باب نمبر 2 میں بات کر چکے ہیں۔ سائنس نے اس کے جسم کے مادی اجزاء پر تو خوب بحث کی ہے لیکن انسان بحیثیت انسان کا جواب سائنس کی کسی کتاب میں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنس کا علم صرف مادیات تک محدود ہے یعنی ”سائنس کے لئے انسان کائنات کا ایک حصہ ہے۔ بقول اقبال:

ن تو زمیں کے لئے ہے، نہ آسمان کیلئے  
جہاں ہے تیرے لئے، تو نہیں جہاں کیلئے

جب کہ وحی کے مطابق کائنات انسان کا ایک حصہ ہے، اور یہی دونوں کی سوچ میں بینای فرق ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا فرق ہے۔ اس کے مطابق ”سائنس کا انسان مادہ کا غلام ہے جب کہ قرآن کا انسان کا حکمران ہے“ ارشاد ربانی ہے کہ: وَسْخُرُكُمْ مَا فِي السُّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا أَوْ تَمَاهِرَهُ لَئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ مسخر کر دیا گیا ہے۔ (سورۃ الجاثیۃ۔ آیت مبارکہ ۱۲)

قرآن پاک کا انسان کائنات میں ایک کرم ہستی ہے فرمایا“ وَلَقَدْ كَرَمْنَا بْنَى آدَمَ“ (سورۃ نبی اسرائیل آیت مبارکہ ۰۷) یعنی ”بلا استثناء، ہم نے آدم کی اولاد کو قابل عزت بنایا ہے۔ یہ آیت مبارک انسان کیلئے خداوند کائنات کی طرف سے گویا یہ رآف اتحارثی (Letter of Authority) ہے کہ“ قرآن پاک کا انسان نہ صرف کرم ہے بلکہ کائنات اس کے سامنے سرگوں کر دی گئی ہے۔“ اس عظیم اصول کہ ”کائنات کا مرکز انسان ہے“ کے مطابق تمام کائنات کو انسان کے مقابلہ میں ٹانوی حیثیت حاصل ہے۔ انسان کی لاحمد و لاصلحتوں والے اس قانون کی تشریع قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کے ظہور کے متعلق قرآنی آیات میں اچھی

طرح کر دی گئی ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیات مبارکہ ۳۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ہر تخلیق کا علم بخشا اور فرشتوں پر اپنی اس نئی تخلیق کی برتری ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بطور امتحان آگے رکھ دیا۔ دونوں سے ان کے خواص کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے مطابق ہر چیز کے متعلق صحیح صحیح جواب دیا جبکہ فرشتوں نے اپنی کم فہمی کا کھلے بندوں اعتراف کر لیا۔ اس امتحانی کامیابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مسجد و ملائک ہونے کا عظیم شرف عطا فرمایا۔

علم حاصل کرنے کی وہ صلاحیت آج بھی اولاد آدم کے جین (Gene) میں چلی آتی ہے۔ اس کی صلاحیتوں کا یہ حال ہے کہ ایک عام آدمی اپنی زندگی میں شاید ہی پانچ فی صد سے زیادہ ان کا استعمال کرتا ہو جبکہ بہت لاائق اور عظیم لوگ شاید وہ سے پندرہ فی صد کرتے ہوں گے۔ آیت مبارکہ ”وَسْخُرْ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا يِنْهَا“ انسان کو دیعت کی گئی ہے مثال صلاحیتوں کا اعلان ہے، اور ابتدائے تخلیق میں فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کروانا انسان کی برتری کا عملی اعتراف ہے۔

اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ قدرت کے قوانین، انسان کی گرفت سے باہر نہیں ہو سکتے۔ بحیثیت مجموعی قرآن کے انسان کے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں۔ قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کروہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے تمام کائنات کو اس حد تک زیر گنوں کر سکتا ہے جس تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہو۔

”سَخُرْ لَكُمْ“ والا قانون ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ کائنات میں ہر چیز اگرچہ ظاہرا خواہ انسان کے لئے خطرناک بھی کیوں نہ ہو، دراصل کسی نہ کسی پہلو سے انسانی بقا اور ترقی کے لئے کام کر رہی ہے۔ لہذاز ہر میں بھی تریاق ہے۔ اسی اصول پر قرآن کریم ”سَأَنْشُ بِرَأْيِ إِنْسَانٍ“ پر زور دیتا ہے، یہ نہیں جیسے کہ سیکولر تہذیب نے کر دیا ہے کہ انسان سائنس کا غلام بن جائے۔ بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ سائنس صرف انسان کی بہتری کیلئے استعمال ہو۔

قرآن حکیم انسان کو اس بات کی خوبیزی سناتا ہے کہ اس کی روح امرربی ہے۔ اس لحاظ

سے وہ اپنی حد تک تمام خدائی صفات اور طاقتون کا مظہر ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ خالق ہے اس لئے اپنی حد تک انسان بھی خالق ہو گا۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس لئے اپنی حد تک آدمی بھی حکمت رکھتا ہے۔ امر ربی کی بنابر خدائی صفات کا مظہر ہونا انسان کے لئے اتنا بڑا اعجاز ہے کہ جس کی کائنات میں کوئی دوسری مثال نہیں۔ وہ جو اس معیار پر پورا اترتے ہیں زمین پر خلیفہ کہلانے کے حق دار ہیں۔ افسوس ان دانشوروں پر جو انسان کو بھی حیوانوں کے زمرہ میں ڈال دیتے ہیں۔

## 6.7 قرآن پاک میں سائنس کی تلاش

قرآن حکیم کی حکمت اور سائنس کو سمجھنے کیلئے اس مثال پر غور فرمائیں کہ بڑے آدمیوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں۔ جتنا بڑا آدمی اتنی بڑی اس کی باتیں۔ ان کی باتیں دنیا جہان کے علوم کی مثالوں اور معلومات سے بھری ہوتی ہیں۔ جن میں سے سننے والا اپنی سمجھ شوق اور ہمت کے مطابق بہت کچھ اخذ کر لیتا ہے۔

اب فرض کریں کہ وہ ہستی جو آپ سے باتیں کر رہی ہے ساری کائنات کی حکمران بلکہ اس کی خالق بھی ہو۔ ماضی، حال اور مستقبل کے تمام راز اس کے سامنے ظاہر ہوں۔ وہ لوگوں کے اندر کے خوف اور غم اور اس کی سوچوں سے آگاہ ہو تو اس ہستی کے کلام میں کیسی کیسی حکمت اور سائنس ہو گی۔

حقیقت یہ ہے کہ سمجھنے والے کے لئے قرآن کریم کی باتوں میں وہ گہرائی ہے جو کسی سمندر میں نہیں، اس میں وہ خوبصورتی ہے جو کسی پھول میں نہیں، وہ معلومات ہیں جو کسی انسائیکلو پیڈیا میں نہیں، یہ وہ مجزہ ہے جس کی مثال نہیں۔ گزشتہ انبیاء کے بھی مجذرات تھے لیکن وہ انسان کے ذہن اور آنکھ کو وقتی طور پر مسخر کرتے تھے لیکن قرآن پاک رب العالمین کی طرف سے رحمت العالمین پر ذکر العالمین کے طور پر نازل ہوا۔ جب سے اور جب تک عالمین یعنی کائنات قائمِ دائم ہے نہ رب کی ربو بیت میں، نہ رحمت العالمین کی رحمت میں، اور نہ ذکر العالمین

کے ذکر میں کمی ہوگی۔

چنانچہ قرآن پاک وہ زندہ حقیقت ہے جو دنیا و آخرت یعنی زمان و مکان کے تمام مقامات پر انسان کی رہنمائی کرتا رہے گا اور جو کوئی بھی ہدایت کے لئے اس کی طرف آئے گا یہ اس کے ذہن، فکر، قلب اور روح کو متاثر کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اسی کی برکت اور اس کا فضل، زمان و مکان کے اوپر سدا جاری و ساری ہے اور یوں یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم التبیین اور رحمۃ اللعالمین ہونے کا بھی کھلا ثبوت ہے۔ اس سے پہلے جو دین اُترے وہ بھی لوح محفوظ میں سے لیے گئے قرآن حکیم کے اجزاء تھے، اور اب یہ کل کی صورت میں ہمارے پاس ہے۔ (اللہ تیرا شکر ہے) ضرورت صرف یہ ہے کہ ہم طالب علم بن کر سچے دل اور عقل سے اس پر غور کریں اور اپنی باتوں کو چھوڑ کر اس کی باتیں سمجھیں، پھر ہمیں تمام دیگر مذاہب کی حکمت کی باتیں بھی یہیں ملیں گی، اور اسی میں سے ہمیں دنیا اور آخرت کے ایسے ایسے حقائق کا پتہ چلے گا جن کو ماہرین عمرانیات، معاشیات، اخلاقیات غرض ہر طرح کے سائننس دان سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جبکہ سائننس ”کیا“ اور ”کیسے“ میں پھنسی ہوئی ہے قرآن ”کیوں“ کا حصہ جواب دیتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ جہاں انسانی عقل کی انتہا ہے وہاں قرآن پاک کی ابتداء ہے۔ جہاں فرکس کے ماہرین نہ پہنچ سکے وہ راز یہاں ہے۔ جو فلاسفہ کی عقولوں سے بالاتر ہے وہ حکمت کی باتیں اس میں ہیں۔ غرض ظاہر اور باطن کے ہر علم کی بنیاد اس میں موجود ہے اس لئے کہ یہ کلام اللہ ہے۔ سمجھنے کے لئے صرف ایک قلب سلیم کی ضرورت ہے۔

## 6.8 قرآن فہمی کے اصول

قرآن پاک سے علم و حکمت کے موتی چلنے کے لئے مندرجہ ذیل اصول لازمی ہیں۔

☆ پہلی بات پختہ یقین ہے کہ یہ کتاب رب العالمین کا کلام ہے اس لئے اس کا حرف حرف حق ہے اور لفظ لفظ حق ہے۔ ہمیں سمجھا آئے یا نہ آئے اس کی آیت آیت حکمت

ہے۔ اس ذہن اور صدق دل سے اگر ہم رجوع کریں تو تھوڑی سی محنت کے بعد قرآن حکیم اپنی حکمت ہم پر کھو لئے گا۔ (انشاء اللہ)

قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے دوسری اہم بات یہ ہے کہ مولا کریم کا شریک بننے سے ہر صورت میں بچا جائے۔ ایسا قاری قرآن پاک میں اپنے رب کی حکمت کی بجائے اپنے ذہن کو تلاش کر رہا ہوتا ہے۔ بد قسمتی سے کئی علماء اور مفسرین اس گناہ میں جتلہ ہیں۔ وہ اپنے گھرے ہوئے مفروضوں کو قرآن پاک کی آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کلام اللہ کی بجائے وہ قرآن پاک کی آیات کے ذریعہ اپنی سوچوں اور عقائد کا پر چار کرتے ہیں۔ اسی حوالہ سے اقبال کہتے ہیں کہ:

احکام تیرے حق ہیں، مگر تیرے مفسر

تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاٹند

یہ طریقہ نہ صرف انتہائی غیر ذمہ دارانہ ہے بلکہ بہت خطرناک ہے۔ جو آدمی قرآن پاک پر جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ (اعوذ باللہ)

بہت سے ”بے وقوف دوست“ ایسے بھی ہیں جو قرآن کریم سے مخلص تو ہوں گے لیکن ان کا علم بہت محدود ہوتا ہے۔ وہ نہ سائنسدان ہوتے ہیں اور نہ قرآن فہمی کے عالم ہوتے ہیں۔ بس سائنس سے مرعوب ہو کر قرآن پاک کی عظمت کو سائنس کی مدد سے ثابت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ قرآن کو اپنی عظمت کا لوہا منوانے کے لئے کسی طرح کی بیساکھیوں کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اپنی جہالت کی بنا پر کلام اللہ میں سے کسی آیت کو عجیب سامنی دے کر بلا تحقیق اپنے دہم کافوری اعلان کر دیتے ہیں۔ قرآن فہمی کا یہ طریقہ انتہائی بے ادبی اور غیر ذمہ دارانہ روایہ کا مظہر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسی جہالت سے بچائے۔

غیر ذمہ دارانہ نتائج سے بچنے کے لئے قرآن فہمی کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ تقویٰ کے بغیر قرآن کی تفسیر نہ کی جائے، اور قاری ہر ممکنہ حد تک کلام اللہ کے الفاظ کے قریب

ترین رہے اور ان میں اپنے ذہن کے معنی تلاش نہ کرے۔ الفاظ کے مردجہ معنی کے ساتھ ان کے مصادر (Roots) پر غور کرے تاکہ سمجھ آئے کہ قرآن پاک اسے کیا کہہ رہا ہے۔ اس کے لئے کسی مستند لغت کی مدد لینا بھی ضروری ہے۔ لیکن صرف اپنے من پسند معنوں پر اتفاق نہ کرے بلکہ الفاظ کے تمام معنوں پر برابر کاوش کر کے نہایت تقویٰ اور اخلاص سے اپنی رائے قائم کرے۔



چونکہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے کوئی کبھی نہیں رکھی وہ اپنی بات کرنا خوب جانتا ہے۔ اس لئے اگر کسی لفظ کے ایک سے زائد معنی ہوں تو وہ سب بھی ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ قرآن پاک اپنی تفسیر آپ ہے اور اس کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ مشکل مضمومین نظریات اور عقائد کو مختلف اسلوب سے قرآن پاک میں کئی تناظر میں دہرا یا گیا ہے تاکہ قاری اپنے رب کی منشا کی تہہ تک بغیر کسی غلطی کے پہنچ سکے۔ لہذا کسی خاص مضمون پر جس قدر آیات ہوں ان پر علیحدہ اور اکٹھا بھی غور کیا جائے اور پھر کوئی نتیجہ نکالا جائے۔ اس لئے جن مفسرین کے سامنے پورا قرآن پاک نہیں ہوتا وہ کافی غلطیاں کرتے ہیں۔



یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھیں کہ قرآن پاک کو جناب صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک شخصیت کو سمجھے بغیر سمجھنا ناممکن ہے۔ اس لئے قرآن فہمی کے لئے ایک طرف اگر سارے قرآن پاک پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے تو دوسری طرف سیرت طیبہ، احادیث مبارکہ اور تاریخ اسلام کی کتابوں پر عبور ہونا بھی بہت ضروری ہے اور جیسے کہا گیا ہے کہ ”زمانہ خود قرآن کریم کی تفسیر ہو گا“، اس کے ساتھ ساتھ جدید ترین سائنسی علوم کا صحیح ادراک بھی قرآن فہمی کے لئے ضروری امر ہے۔

## 6.9 قرآن پاک اور سائنس کی بنیادیں

جہاں تک کائنات میں براہ راست سائنسی رازوں اور اس کے پیچھے ”کیوں اور کیسے“

کو سمجھنے کا مسئلہ ہے، قرآن حکیم چونکہ علیم البصیر، عزیز الحکیم خالق السموات والارض و ما بینہما کا کلام ہے۔ اس لئے جیسے ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں گا ہے گا ہے اس میں کائنات کے متعلق کیوں اور کیسے کے جواب بھی مل جاتے ہیں۔ ”قرآن کے مطابق کائنات کی بنیاد وحدت کے لکھیے پر استوار ہے۔ واحد اللہ اس کا خالق ہے اور اسکی تخلیق کا مرکز انسان ہے، اور زمان و مکان کی تمام سمتیوں میں ایک ہی قانون کام کرتے ہیں۔“ یہ وہ نکات میں جن کی سائنسی اہمیت بے پایاں ہے۔ اس کلیہ کی روشنی میں قوانین قدرت کو جانے اور سمجھنے میں بڑی آسانی رہے گی۔ لیکن یہ خیال رکھنا پڑے گا کہ بھرپور سائنسی انکشافات کی طرف اشاروں کے باوجود قرآن پاک کسی لحاظ سے بھی سائنس کی درسی کتاب نہیں۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ درحقیقت سائنس یعنی علم الاشیاء کوئی ایسی بات نہیں کہ اس کے لئے وجہ بھی جاتی بلکہ قرآن کریم یہ بتاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہی میں اس علم کو دیعت کر دیا تھا یعنی سائنسی علوم انسان کے جینیاتی نظام (Genetic make-up) کا حصہ ہیں۔ لہذا سائنسی علوم تمام بنی آدم کی برابر کی میراث ہیں اور جو کوئی بھی محنت کرے گا ضرور پائے گا (مَنْ طَلَبَ وَجَدَ) لیکن اصل جانتے کی بات یہ ہے کہ سائنس کا اپنا مقصد کیا ہے؟ یہ وہ بات ہے جو کوئی محنت نہیں سکھا سکتی اور دراصل یہی جدید دور کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اس کے نزدیک ”سائنس برائے انسان“ کی بجائے سائنس برائے تجارت یا ”سائنس برائے سائنس“ ہے۔

قرآن حکیم جہاں زندگی کے دیگر تمام مسائل کے لئے صراط مستقیم ہے وہاں سائنس کی بھی صحیح سمت میں رہنمائی کرتا ہے کہ ”سائنس برائے انسان“ ایمان کا ایک درجہ ہے۔ اس اصول کے مطابق کائنات کی ہر چیز انسان کے کسی نہ کسی فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے اور وہ بھی بیتاب ہے کہ کسی انسان کے کام آجائے۔ وہ شدید خواہش رکھتی ہے کہ انسان اسے سمجھ پائے اسلئے کہ وہ اسی کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس کی خوشی ہی اس بات میں ہے کہ آدمی اسے استعمال کرے۔ یوں اشیاء اور انسان ایک ہی وحدت کے دو جوڑے ہیں۔ اس اصول کے تحت کائنات کی ہر چیز انسان کی

طرف کشش رکھتی ہے۔ اسے محبت کرتی ہے اسکی تعظیم کرتی ہے، اس لئے کہ وہی غائب کائنات ہے۔ افسوس کہ مغربی سائنس اس نکتہ سے بالکل آگاہ نہیں۔ جب تک وہ کائنات کو انسان سے جدا مغض مادی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کریں گے وہ حقیقت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ بلکہ جیسا کہ ہو چکا ہے سائنس سرمایہ دار کا آلہ کار بندی رہے گی۔

## 6.10 قرآن پاک کا ظاہر و باطن

فهم قرآن کے لئے اسلوب قرآن سے بھی آگاہ ہونا بہت ضروری ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں سے پہلیوں میں با تمیں نہیں کرتا۔ اس کی باتیں صاف ظاہر اور مکمل ہوتی ہیں۔ یہ کوئی شاعری نہیں نہ ہی کوئی جادوٹونے کے جملے ہیں جن میں دقيق اور ناقابل سمجھ جملوں میں اصل کو نقل اور صحیح کو جھوٹ سے ملا کر پیش کیا جاتا ہے بلکہ اس کی ہر آیت مبارکہ بذات خود ایک کھلی دلیل چھپے تملے الفاظ اور انتہائی ذمہ دارانہ کلام ہے۔ اس لئے قرآن حکیم کی آیات مبارکہ میں باطنی معنی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا ظاہر و باطن ایک ہی ہے۔ نہ ہی اس میں عوام اور خواص کی تفریق کی گئی ہے کہ کچھ حکم عوام کے لئے ہیں اور کچھ خواص کے لئے یا ظاہری معنی عوام کے لئے ہیں اور باطنی معنی خواص کے لئے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک ہدایت کے لئے اس کے بھی بندے برابر ہیں۔ وہ غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور علی الاعلان بتاتا ہے کہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ یعنی قرآن حکیم میں ظاہر و باطن والی بات نہیں بلکہ جاننے یا نہ جاننے کی بات ہے۔ اس کی آیات مبارکہ انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں اور جس قدر کوئی گہرا غوطہ زن ہو گا، علم کے اس وسیع و عریض و عمیق سمندر میں سے وہ اپنی استطاعت اور ہمت کے مطابق موتی چن لے گا۔ حتیٰ کہ جو کنارے پر کھڑے صرف دیدار کرنے والے ہیں وہ بھی اس رحمت کی پھوار سے مستفید ہو جاتے ہیں۔

قرآن حکیم کی سورۃ الکھف میں فرمان ہے کہ ”اگر سمندر سیاہی بن جائیں۔ یہ ختم ہو

جائیں گے لیکن میرے رب کی باتیں ختم نہیں ہوں گی، اور اسی بارے میں عظیم مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول "القرآن یفسروہ الزہمان" (حوالہ تفسیر نمونہ مقدمہ جلد ۱) یعنی "زمانہ قرآن پاک کی تفسیر کرتا ہے" مطلب یہ ہے کہ جوں جوں علوم انسانی ترقی کریں گے قرآن حکیم کی حکمت انسان پر مزید واضح ہوتی جائے گی۔ کلام اللہ خود اس بات پر شاہد ہے کہ قیامت سے پہلے انسان کی اپنے اندر اور باہر کی دنیا میں قرآن پاک کی سچائی کے متعلق بکھرے ہوئے تمام شواہد سائنس کی صورت میں ہو یہاں ہو جائیں گے۔ اس لئے قرآن پاک ایک مستقل حقیقت ہے۔ اس کی خوبیاں کبھی ختم نہ ہوں گی اس کی باتیں کبھی پرانی نہ ہوں گی اور قیامت تک ہر آنے والا مفسر اپنے زمانہ کی استعداد کے مطابق اس میں سے حکمت کے موئی چنان ہے گا۔

## 6.11 مفسرین کی ذمہ داری

اس سب کا مطلب یہ ہے کہ سائنسی علوم پر عبور اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب پر غور و فکر کے لئے ضروری ہے۔ مفسرین کی ذمہ داری ہے کہ فی زمانہ تقویٰ کی حدود میں رہتے ہوئے محکم سائنسی علوم کے حوالہ سے قرآن پاک کی تفسیر کریں۔ اگر کوئی محقق اور مفسر خالص نیک نیقی اور علم کی پیاس سے قرآن پاک کی طرف رجوع کرے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ ضرور اس پر اپنی حکمت واضح کرے گا (انشا اللہ) لہذا سائنس کے حوالہ سے جو قاری قرآن پاک کو سمجھنا چاہتا ہے۔ اسے چاہیے کہ متفق بن کر اپنے آپ کو بھول کر، قرآن پاک میں غوطہ زن ہو اور جدید علوم اور سائنس کے محکم حقائق کی روشنی میں اس میں اپنا ذہن ڈھونڈنے کی بجائے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت تلاش کرے۔



## قرآن پاک۔ اعجاز فصاحت

### 7.1 اعجاز فصاحت

قرآن حکیم سراسر مجزہ ہے جس کی مثل ناممکن ہے۔ عرب اپنی فصاحت اور زبان دانی پر فخر کرتے تھے اور غیر عربوں کو کم تر سمجھ کر بھی یعنی گونگا کہتے تھے۔ سالانہ حج ایک بہت بڑا مذہبی تہوار تھا جس پر بڑے بڑے عرب شعراء اور ادیب خانہ کعبہ کے احاطہ میں ادبی محفلوں کا انعقاد کرتے، داد و صول کرتے اور غیر معیاری کلام کو فوراً رد کر دیتے۔ اس دور کے شعراء کا کلام آج بھی عربی ادب کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ اس ماحول میں جب قرآن پاک اتنا تو اہل عرب کو جس بات نے سب سے زیادہ ششندر کر دیا وہ اس کلام کی فصاحت و بلاغت تھی۔ اس سے پہلے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مکرمہ میں شہرت ان کی امانت اور صداقت کی وجہ سے تھی لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی عرب کی ادبی محفلوں میں حصہ نہیں لیا تھا۔ آپ خاموش طبع کی گہری سوچ میں گم چپ چاپ قسم کے آدمی تھے۔ اس لئے نزول قرآن پر مکہ مکرمہ میں مخالفین اس بات پر خاص طور سے پریشان تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی جسے ادب اور شعر سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی، قرآن جیسے عظیم الشان کلام کا خالق ہو۔ ان کی بیچارگی یہاں تک تھی کہ انہیں یہ بھی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ قرآن پاک کلام کی کون سی صنف سے تعلق رکھتا ہے۔

چنانچہ جب کسی نے کہا کہ قرآن پاک شعر ہے تو مکہ مکرمہ کے شاعروں اور ناقدوں نے اس سوچ کو فوری طور پر رد کیا کہ ”وہ شعر کے تمام عیاضن سے بخوبی واقف ہیں، یہ شاعری نہیں“۔ کسی نے کہا یہ نثر ہے تو انہوں نے کہا ”ایسا خوبصورت بے مثال فصح و بلغ کلام نہ نہیں ہو سکتا“۔ اس پر جھنجھلا کر ایک بڑا کافر بولا ”تو آخر پھر یہ کیا ہے؟“ تو کسی نے کہا یہ جادو ہے۔ ”ہاں

یہ جادو ہے۔ سب نے ہاں میں ہاں ملائی کہ ”جو سنتا ہے اس کا اسیر ہو جاتا ہے۔“ یہ واقعی جادو ہے۔

## 7.2 ادبی چیلنج

عربوں کی ایک بڑی خاصیت ان کی غیرت تھی اور اس میں شدت کا یہ حال تھا کہ اپنی عزت کی خاطر جان تک قربان کر دیتے تھے۔ قرآن حکیم نے عربوں کی اسی غیرت کو چیلنج کرتے ہوئے اعلان کیا اگر تمہیں اس کے کلام اللہ ہونے پر شک ہے تو ”اس جیسی ایک سورت بناؤ کر لے آؤ بلکہ تم اپنے تمام ساتھی اور حواری بھی اپنی مدد کے لئے بلا لاؤ۔ پھر بھی تم ایسا کلام ہرگز نہیں پیدا کر سکو گے۔“ اس چیلنج کے بعد کفار کو حق کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام نے سالانہ حج سے پہلے کعبہ کی ایک دیوار پر قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی سورت ”سورہ الکوثر“ کو خوبصورت انداز میں لکھ کر لٹکا دیا اور چیلنج کر دیا کہ کوئی ہے جو اس سے بہتر کلام پیش کر سکے؟ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ حج کے موقع پر عرب کے فصح و بلیغ خطیب اور شعراء جمع ہو کر اپنا اپنا کلام سنائیں گے اس سے داد حاصل کیا کرتے تھے۔ وہ قرآن حکیم کے مخالف تو ہو سکتے تھے لیکن اس کے ادبی محاسن سے کیسے انکار کرتے چنانچہ جب حضرت علی علیہ السلام کے چیلنج کو جو دیکھا تو اس وقت کے عرب کے ملک الشعرا البید نے اپنی بے بسی کو تسلیم کرتے ہوئے سورت کے نیچے لکھ دیا۔

”ما هذَا كَلَامُ الْبَشَرِ“

یہ کلام بشر کا نہیں، ہو سکتا

اس چیلنج کو آج چودہ سو سال سے اوپر ہونے کو آئے ہیں لیکن آج تک عرب اور غیر عرب، کثرے کثر مخالف اور حاصل اس عظیم اور کھلے عام چیلنج کا جواب نہیں دے سکے۔ جھوٹے نبیوں کے جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے بھی یہی چیلنج کافی ہے۔ کہ وہ ایسا کلام لانے کی سخت نہیں رکھتے۔ اس لئے قرآن حکیم کو جوں کا توں تسلیم کر لیتے ہیں اور اپنے جھوٹ اور فریب کے لئے جھوٹی تاویلات کا سہارا لیتے ہیں مثلاً ہندوستان کے کاذب مرزا غلام احمد اور مصر کے کاذب خلیفہ راشد نے جب اپنی جھوٹی نبوت کے دعوے کیے تو قرآن حکیم کو جوں کا توں تسلیم کرنے کے سوا ان کے

پاس بھی کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ مسیمہ کذاب جس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا، ثبوت کے طور پر کہ وحی اس کی طرف بھی آتی ہے تو اس نے بھی کچھ آیات بنائیں جو تاریخ کی کتابوں میں آج بھی محفوظ ہیں۔ ان کا معیار نفس مضمون اور شائل قرآن حکیم کی آیات کا مقابلہ تو کیا کرتا بلکہ عرب اب تک اس کے کلام کو مذاق کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اپنی اس کمزوری کو بھانپ کر مسیمہ نے حضور انور خاتم الشیعین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس امر پر بات چیت کے لئے ملنے کی خواہش کی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا ہے، قرآن پاک کو صحیح تسلیم کرتا ہے صرف آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ملعون کو اپنی نبوت میں حصہ دار تسلیم کر لیں۔

ایک غیر عرب کے لئے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور حسن کو سمجھنا تقریباً ناممکن ہے لیکن اس کے اثرات سے وہ بھی اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انگریز نو مسلم محمد مارماڈیوک پکتھل نے قرآن کریم کے اپنے انگریزی ترجمہ (The Glorious Quran) کے دیباچہ میں خوب لکھا ہے کہ ”اس عجیب کتاب کے عجیب الفاظ ہیں کہ سننے والا ان کی تاثیر سے پکھل جاتا ہے۔ دل دھڑکنے لگتے ہیں اور آنکھیں تر ہو جاتی ہیں۔“ وہ تمام لوگ جنہوں نے بغور اور ہوش و حواس کے ساتھ اس قرآن کریم کو پڑھا سنا ہے وہ مارماڈیوک پکتھل کے اس مشاہدہ کے خود شاہد ہیں۔ حق تعالیٰ سورۃ المائدہ میں فرماتے ہیں:

”اور جب وہ اس کتاب کو سنتے ہیں جو اس پیغمبر پر نازل ہوئی ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی۔ اور وہ (اللہ کی جناب میں) عرض کرتے ہیں اے پروردگار ہم ایمان لے آئے پس ہمیں ماننے والوں میں لکھ لے۔“ (سورۃ المائدہ آیت 3)

### 7.3 قرآن حکیم کی بار بار تلاوت کے اثرات

قرآن حکیم کی ایک اور بہت بڑی صفت جس کا ہر قاری گواہ ہے کہ یہ واحد وہ کتاب ہے

جسے جتنا زیادہ پڑھا جائے اسی نسبت سے مزید پڑھنے کا اشتیاق بڑھتا جاتا ہے۔ یہ صفت دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں ہے۔ یہاں تک کہ انہائی دلچسپ اور معلوماتی کتابیں بھی ایک دوفعہ سے زیادہ برداشت نہیں ہوتیں اور آدمی بور ہو جاتا ہے لیکن قرآن کی یہ زالی شان ہے کہ بار بار تلاوت سے بوریت کی بجائے یہ کسی مقناطیسی قوت سے قاری کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اگر کوئی خوش قسمت اس کے معانی کو بھی سمجھتا ہو تو پھر معاملہ نور اعلیٰ نور والا ہے اور ہر دفعہ قاری پرنے سے نئے انکشافات وارد ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کا منبع امر ربی ہے انسانی روح بھی امر ربی ہے۔ چنانچہ جب روح روح سے ملتی ہے تو کلام اللہ کے الفاظ کا نور اس کے سرور کا باعث بن کر اسے بھی پر نور بنا دیتا ہے۔ انسوں کے آج کچھ لوگ موسیقی کو روح کی غذا کہہ کر نہ صرف خود بلکہ اور وہ کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ حالانکہ موسیقی روح کی غذا تو دور کی بات الثاروح کی یہماری ہے۔

## 7.4 قرآن پاک کا نور

یہ کہ قرآن پاک نور ہے اسی سلسلہ میں بے شمار لوگوں کا تجربہ ہے کہ باقاعدہ قرآن حکیم کی تلاوت کرنے والوں کی نظر خراب نہیں ہوتی اور مسجدوں میں بڑی بڑی عمر والے بزرگ کتنی آسانی سے قرآن حکیم کی تلاوت کرتے نظر آتے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ قرآن حکیم بصیرت ہے۔ اس لئے بصارت کے لئے اس کا شفا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ قرآن پاک نہ صرف قلب اور روح کا نور ہے بلکہ آنکھیں جن کے راستہ سے اس کے الفاظ کی اشکال دماغ تک پہنچتی ہیں، انہیں بھی منور کرتا جاتا ہے، ہاتھ جو سے چھوتے ہیں انہیں آگ نقصان نہیں پہنچا سکتی، کان جو اسے سنتے ہیں وہ براہی سے محفوظ رہتے ہیں، گھر جہاں پر یہ پڑھا جاتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتوں کا نزول رہتا ہے اور شہر جس میں قرآن حکیم کا شوق بالآخر ہو وہ عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔



## قرآن کریم کی حیرت انگیز پیشگوئیاں

قرآن کریم خالق کائنات کی کتاب ہے جسکے لئے ماضی، حال اور مستقبل برابر ہیں۔ اسلئے اس میں پیشگوئیوں کا ہوتا لازمی امر ہے۔ قیامت، حیات بعد الموت اور جزا، سزا، جنت، جہنم کے متعلق جتنی تفصیلات آئی ہیں وہ سب مستقبل ہی کا بتائی ہیں۔ جہاں تک عالم شہادت کے متعلق پیشگوئیوں کا تعلق ہے وہ بھی کلام پاک میں کم نہیں جو اس کے منجانب اللہ ہونے کا زندہ معجزہ ہیں۔ ذیل کے مضمون میں ہم انہی میں سے کچھ کا ذکر کر رہے ہیں۔

### 8.1 کلام پاک کی حفاظت کے متعلق پیشگوئی

کلام پاک جب نازل ہو رہا تھا اس زمانہ میں عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت ہی کم تھا۔ کتاب نام کی کوئی چیز نہیں تھی، شعراء وغیرہ کا کلام جہاں تک ممکن ہوا لوگ زبانی یاد رکھتے تھے وہ بھی وقت کے ساتھ ذہنوں سے مفقود ہو جاتا۔ حتیٰ کہ مذاہب عالم کی مقدس کتابیں بھی وقت کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہی ہیں۔ اکثر تو وہ زبان جن میں یہ نازل ہوئی تھیں وہ بھی ختم ہو گئی ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہیں آسمانوں کی طرف اٹھائے جانے میں صرف 2000 سال ہوئے ہیں ان کے خطبات ناپید ہیں۔ ان کی تالیف کردہ انجلیل کہیں نہیں اور جو کچھ باقی ہے وہ ان کے پیروکاروں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں۔ وہ بھی صرف ترجموں میں۔ اصل زبان جس میں یہ لکھی گئی تھی اب باقی نہیں رہی۔ باقی مذاہب کی کتابوں کا بھی یہی حال ہے۔ اس پس منظر میں قرآن حکیم ایک اعلان کرتا ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الْذِكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ (9) 15

ہم، ہی اس پیغام کو نازل کرنے والے ہیں اور اسکی حفاظت کی ذمہ داری پر بھی ہم پر ہی ہے۔ (سورۃ البقر، آیت 9)

یہ ایک بہت بڑی پیشگوئی تھی۔ وقت قرآن کریم کا کچھ بھی بجا نہیں سکا ہے بلکہ اس سے عربی زبان کو دو امیں گیا ہے۔ قرآن کریم کے غیر مسلم ناقدین کے نزدیک بھی قرآن حکیم اپنے حروف، الفاظ، آیات، سورتوں کی ترتیب غرض ہر لحاظ سے بالکل وہی ہے جو دنیا کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی حفاظت کو قلم، کاغذ اور پرنٹنگ کے پرداز کرنے کی بجائے یہ کام لوگوں کے دلوں کو سونپ دیا اور اسے یاد رکھنا اتنا آسان بنا دیا کہ چھ سال کی عمر کے بچوں کو بھی قرآن کریم زبانی یاد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آج بھی دنیا میں لاکھوں لوگ قرآن کریم کے حافظ ہیں۔ مطلب یہ کہ جب تک دنیا میں انسان باقی ہے قرآن باقی ہے۔

یہ قرآن پاک کا زندہ معجزہ ہے کہ کثر سے کثر مخالفین بھی اسکی صحت پر انگلی نہیں اٹھاسکتے۔ لیکن ان کے بیانات میں کچھ خبیث باطن ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب تک کوئی آدمی پوری طرح اسلام میں داخل نہ ہو جائے اس کا تعصب ختم نہیں ہو سکتا۔ بہر حال یہاں چند ایسے ہی لوگوں کے تاثرات دیئے جا رہے ہیں۔

ہیری گیلارڈ ڈارمن اپنی کتاب (Towards Understanding Islam) میں کہتا ہے ”قرآن پاک کے بیانات جو مسلمانوں کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے وحی (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کے ذریعے نازل کئے وہ اپنے معنی میں ہر زمانے کے لئے کچے معجزات کی طرح ہیں۔“

فرانسیسی مصنف لوراویسا وال اپنی کتاب Apologie De-Islamism کے صفحے 57-59 میں کہتی ہے ”قرآن پاک کے کتاب قدسی ہونے کا یہی ایک ثبوت کافی ہے کہ زمانہ اس

میں زیر وزیر کا تغیر نہ لاسکا۔"

انگریز پروفیسر اے جی ایبرے جنہوں نے قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا ہے، نے یہ دلیل پیش کی، "کہ اہل مغرب کے دلوں میں قرآن پاک کے سلسلہ میں جو غلط فہمیاں ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس صحیح قسم کے تراجم نہ پہنچے اور مغرب کے سکالروں کو صحیح طور پر کسی نے یہ نہ سمجھایا کہ وہ قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کریں۔ وہ جس طرح تورات یا انجیل کو پڑھتے ہیں یہ طریقہ قرآن پاک کو سمجھنے میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتا۔"

ایف ایف آر ٹھنٹھ کہتا ہے "قرآن پاک کے ساتھ مشابہت رکھنے والے کئی صحیفے تیار کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس میں کسی کو کامیابی نہ ہوئی" ظاہر ہے قرآن پاک کی سورۃ بقرہ کی آیت مبارکہ ۲۳ میں ارشادِ ربانی ہے "اے لوگو! اگر تم اس پر شک کرتے ہو جو میں نے اپنے بندے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا تو پھر اس قسم کی ایک سورۃ بناؤ الواگر تم سچے ہو۔"

یہ صرف چند اقتباسات ہیں ورنہ مشرق و مغرب کے بے شمار ایسے دانشور ہیں جنہوں نے اگرچہ قرآن حکیم پر سرسری اور غیر مسلم تعصب کی نگاہ سے غور کیا ہے پھر بھی وہ اس کی سچائی اور عظمت کے قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس مضمون پر زیر نظر کتاب کے مصنف سلطان بشیر محمود صاحب کی کتاب (The First and the Last) (PBUH) "جسے قرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن نے شائع کیا ہے تفصیلات کے لئے نہایت فائدہ مند ثابت ہو گی (انشاء اللہ)۔

## 8.2 کلام اللہ کے مضامین کے متعلق پیشگوئی

علم ایک ارتقائی چیز ہے اسلئے ہر کتاب کے مضامین وقت کے ساتھ ساتھ اپنی افادیت کھو دیتے ہیں۔ جتنے کہ سائنسی دریافتیں بھی بدلتی رہتی ہیں تاقدین نئے نئے نکات اٹھاتے ہیں اور پرانی باتوں کو نئے حقائق کے ساتھ رد کرتے جاتے ہیں۔ اسلئے کبھی نہیں ہوا کہ کوئی دانشور، مصنف سائنسدان، اپنی بات کو شک و شبہ سے بالآخر قرار دے۔ لیکن کلام پاک کے آغاز ہی میں

ایک عجیب و غریب اور حیران کن دعویٰ ہے۔

**ذلِكَ الْكِتَبُ لَا رَبَّ لَهُ فِيهِ حِجَّ (سورة البقرة، آیت ۲)**

"یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں"۔ (سورة البقرة، آیت ۲)

اس طرح کا دعویٰ کوئی بڑے سے بڑا ماغ اپنی کسی بات پر بھی نہیں کر سکتا۔ اگر کسی نے کیا تو جلد ہی لوگوں نے اسے جھوٹا ثابت کر دیا۔ لیکن قرآن پاک تو ایسی کتاب ہے جسکے ہر صفحہ پر نئے نئے مضامین بیان کئے گئے ہیں زندگی کا کوئی مسئلہ چھوڑا ہی نہیں گیا۔ آسمانوں سے زمین تک کی بات ہوئی ہے۔ تاریخ، جغرافیہ، معاشرتی علوم، سائنسی علوم، کائناتی علوم، حیوانی علوم، بنا تاتی علوم، انسانی علوم، روحانی علوم، کونسا وہ علم ہے جس پر قرآن نے اظہار خیال نہ کیا ہوا اور وہ بھی چودہ سو سال پہلے عرب جیسے ملک میں جو اپنے زمانہ کی تہذیبوں سے بھی علیحدہ ایک تاریک جزیرہ نما تھا۔ سوچیے کہ اس جیسے ملک میں چودہ صدیاں پہلے ایک شخص ایک کتاب لکھتا ہے اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسکے مضامین شک و شبہ سے بالاتر ہیں اس کا یہ دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے؟ اس وقت سے آج تک مختلف اسلام قرآن کے اس دعویٰ کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے ایڈی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن کلام اللہ کی کسی ایک بات کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکے بلکہ جدید ترین سائنسی دریافتیں اسکی موافقت میں ہو رہی ہیں۔ فرانس کا محقق "ڈاکٹر مارس بوکاولی"، ایک عرصہ کی تحقیق کے بعد اپنی مشہور کتاب "بابل قرآن اور سائنس" کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ "میں قرآن میں ایسی کوئی بات نہیں پاسکا ہوں جو سائنس نہ مانتی ہو۔" آپ کا یہ مصنف خود بھی طویل عرصہ پر پھیلی ہوئی اپنی تحقیقات سے اس بات کا اعلان کرتے ہوئے کسی طرح کی جھگٹ محسوس نہیں کرتا کہ "جو سائنس کی انتہا ہے وہ قرآن کریم کی ابتداء ہے" چنانچہ کلام پاک کی یہ پیشگوئی کہ یہ کتاب شک و شبہ سے بالاتر ہے، ایک زندہ معجزہ ہے جو قیامت تک عقل سليم والوں کیلئے ایمان لانے کیلئے کافی ہونا چاہیے۔

## کسی طرح کی پروف ریڈنگ کی ضرورت نہیں تھی

کلام اللہ کی ایک عجیب خوبی یہ ہے کہ اسکا پہلا اور آخری مسودہ ایک ہی تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ ”یہ وحی ہے کائنات کے رب کی طرف سے“۔ اسلئے اس میں کسی طرح کی پروف ریڈنگ کی ضرورت نہیں جو کچھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر نازل ہوتا وہ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قلب پر ثبت ہو جاتا جو بذات خود ایک مجزہ تھا۔ شروع شروع میں بشری تقاضوں کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں چنانچہ آپ جبرائیل علیہ السلام کے پیچھے پیچھے کلام پاک کو یاد رکھنے کے لئے بار بار پڑھتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا کہ یہ ہمارا کلام ہے، اسے یاد رکھانا اور اسکا جمع کروانا بھی ہمارا کام ہے۔ فرمایا: لَا تُحِرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَغْجَلْ بِهِ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَاذَا قَرَأْنَهُ فَاتِّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ (اے نبی) اپنی زبان کو قرآن یاد رکھنے، کے لئے (بلا ضرورت) مت ہلاؤ جلدی نہ کرو، اسکا جمع کرانا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے، اور جب ہم اسے پڑھا چکے ہوں تو اس پڑھے کا اتباع کرو۔ اسکی تشرع بھی ہمارے ذمہ ہے۔

(سورۃ القیمة ۱۹-۲۰)

چنانچہ جو حصہ اترتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر ثبت ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل امین علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق کاتبان وحی کو یہ بتادیتے کہ یہ آیت مبارک فلاں سورۃ، فلاں آیت کے بعد یا پہلے لکھ لو۔ یعنی کلام پاک جیسے جیسے نازل ہوتا دیے ہی کتابی شکل میں ترتیب بھی پایا گیا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ جو کچھ پہلی دفعہ کہا گیا وہی حتیٰ بات تھی۔ بڑے سے بڑے ماہر مصنفوں کی تحریروں کے مسودے دیکھ لیں کئی بار کی کاش چھانٹ نظر آئے گی۔ مصنفوں کے علاوہ دیگر حضرات بھی پروف ریڈنگ کرتے ہیں پھر بھی کتاب میں کئی

غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ لیکن کلام پاک کا یہ زندہ مجزہ ہے کہ یہ واحد وہ کتاب ہے جو کسی پروف  
ریڈنگ کے بغیر ہی ترتیب دے دی گئی، ایک دفعہ جو نبی پاک کی مقدس زبان مبارک صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم سے فرمادیا گیا وہی آخری اور فائیل کلام تھا۔ ایک لفظ بھی بد لئے کی ضرورت نہیں پڑی  
حالانکہ آپ لکھتا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ یہ ایک ایسا مجزہ ہے جس کی دنیا بھر میں کہیں بھی کوئی  
مثال نہیں اور قرآن کریم کی سچائی پر ایمان لانے کیلئے کافی دلیل ہے۔

#### 8.4 قیامت تک کیلئے ادبی چیلنج

اس بات کا ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ عرب اپنی زبان گوئی، شاعری اور  
 قادر الکلامی پر فخر کرتے تھے۔ حج کے موقع پر تمام عرب سے قادر کلام لوگ جمع ہوتے اور ایک  
دوسرے کے کلام کی داد دیتے، ملک الشراہ کا انتخاب بھی وہیں ہوتا۔ جب قرآن پاک اُتراتوا سکے  
نہ صرف مضامین بلکہ انداز بیان بھی ان کے لئے حیران کرنے تھے۔ مختلف وجوہ سے عربوں کی اکثریت  
اسلام کی مخالفت پر اتر آئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ کلام اللہ نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بناتا  
ہے یا کسی سے لکھوا لاتا ہے۔ اس شدید مخالفت کے دور میں قرآن کریم دنیا بھر کے لوگوں کو  
تا قیامت ایک چیلنج کا اعلان کرتا ہے۔ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ فَمَّا نَرْزَقْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا  
فَأَتُوا بِسُورَةٍ فَنَ فَثِلْهُصْ وَأَذْعُوا شُهَدَاءَ كُنْ فَنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ  
ضَدِّقِينَ ۝ ”اگر تمہیں اس کلام میں کوئی مشکل ہے جو ہم نے اپنے بندے پر اٹارا ہے تو لے آؤ  
ایک سورۃ اس جیسی اور بلالو اپنے مردگار ما سوائے اللہ کے۔ اگر تم سچے ہو۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت  
مارکر ۲۳)

بظاہر اس چیلنج کا مقابلہ کوئی مشکل بات نہیں ہوئی چاہیے تھی لیکن اہل ادب فن نے  
جب مقابلہ کا سوچا تو انہیں پتہ چلا کہ قرآن اپنی پیشگوئی میں سچا ہے اور ہم اس جیسی ایک سورۃ تو کیا

ایک حصہ بھی اسکے مقابلہ میں نہیں لاسکتے۔ چنانچہ عرب کے اس وقت کے ملک الشعرا، جن کا نام  
لبید تھا، کو کعبہ میں لٹکالی گئی سورۃ کوثر کے نیچے لکھنا پڑا۔ ”ماهذا کلام البشر“ یہ تو اس  
وقت کی بات تھی لیکن ہمارے زمانہ میں کلام پاک میں جو حسابی نظام دریافت ہوا ہے اسکے بعد تو  
آج کا بڑے سے بڑا سائنس دان، حسابدار اور ماہر زبان اگر وہ پکاڑھیت نہیں، تو مساوائے یہ کہ  
کلام اللہ کی عظمت کے سامنے اپنا سارا گلوں کر دے اسکے پاس اسکے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

## 8.5 کامیابی کی حتمی پیشگوئی

قرآن حکیم نازل ہو رہا تھا اور عربوں کی مخالفت بھی ہدایت اختیار کرتی جاتی تھی۔  
جس مسلمان پر بھی بس چلتا کفار اسے سخت سزا دیتے تاکہ ڈر کر دوہا بیس اپنے پرانے دین  
پر آجائے لیکن یہ حرہ کسی ایک پر بھی کامیاب نہ ہوا۔ مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ ظلم سے بچنے کے  
لئے ان میں سے نبنتا ایک بڑی جماعت جب شہر ہجرت کر گئی۔ خود نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
کی ذات پاک کو سخت مشکلات کا سامنا تھا۔ کھل کر تبلیغ کا عمل رک رہا تھا۔ آخر کار مسلمان مکہ کو چھوڑ  
کر مدینہ ہجرت کر جاتے ہیں۔ بظاہر کامیابی کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ تعداد بھی کم وسائل بھی کم اور  
جو مسلمان ہوئے ہیں ان میں بھی بعض منافقین ہیں جو اندر سے اسلام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے  
تھے ان انہائی مایوس کن حالات میں پیشگوئی اترتی ہے۔ ”تم ہی کامیاب ہو گے اگر تم مومن ہو،“  
(سورۃ آل عمران، آیت ۱۳۹)

مخالفین مذاق اڑاتے ہیں کہ یہ لوگ مدینہ شہر کی حدود سے باہر قضاۓ حاجت کے  
لئے تو جانہیں سکتے لیکن قیصر و کسری پر غلبہ کی باتیں کرتے ہیں۔ پھر دنیا نے اس پیشگوئی کو پورا  
ہوتے دیکھا۔ حالات تیزی سے بدلتے ہیں۔ ناممکن ممکن ہو جاتا ہے۔ دنیا جو ق در جو ق اسلام  
میں داخل ہو رہی ہے اور مسلمان قیصر و کسری کی خالماںہ حکومتوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتے ہیں۔

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے صرف 23 سال بعد وہ اپنے وقت کی پرپاور ہوتے ہیں۔ یوں کلام اللہ کی یہ پیشگوئی آج بھی تاریخ دانوں کے لئے حیران کن ہے اور اسلام کے دشمنوں کو خوف زدہ کر رہی ہے کہ اگر دوبارہ یہ لوگ قرآن پاک پڑا گئے تو پھر دنیا ان کے قدموں کے نیچے ہوگی۔ (انشاء اللہ)

## 8.6 رومیوں اور مسلمانوں کی فتح کی پیشگوئی

اب ہم قرآن کریم کی اس پیشگوئی کا ذکر کریں گے جس پر مسلمانوں اور کفار کے درمیان شرط لگ گئی تھی۔ سورہ الروم کی آیات مبارکہ ۲۳ میں اس پیشگوئی کا ذکر ہے۔

الَّهُمَّ أَعْلَمُتُ الرُّومَ ۝ فِي أَذْنَى الْأَرْضِ وَهُنَّ  
 مَنْ مَبْعَدٍ غَلَبُوهُمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي بِضْعٍ سِنِينَ طِ  
 لِلَّهِ الْأَمْرُ مَنْ قَبْلُ وَمَنْ بَعْدُ طَ وَيَوْمَئِذٍ يُفَرَّخُ  
 الْمُؤْمِنُونَ ۝

”ا۔ ل۔ م۔ کہ روی قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے ہیں لیکن اپنے مغلوب ہونے کے چند سال کے اندر وہ پھر غالب آجائیں گے اور وہ دن ہو گا جب اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی فتح پر مسلمان خوشیاں منائیں گے۔“

(سورہ الروم۔ آیات نمبر ۲۳)

سورہ الروم مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی جب مسلمان انتہائی کمزور حالات میں تھے کافی زیادہ صحابہ کرام ابے سینیا میں ہجرت کر گئے تھے۔ اور باقی ہجرت مدینہ کی تیاری کر رہے تھے اس وقت مسلمانوں کی فتح کی بات پر کوئی یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔ دوسری طرف ایران کا خود پرویز جس طرح ہر قل قیصر روم کو شکست سے دوچار کر رہا تھا وہ بھی حیران کن فتوحات تھیں اور

روم کے غالب آنے کے کوئی آثار نظر نہ آرہے تھے۔ 613 عیسوی میں ایرانیوں نے دمشق کو فتح کر لیا تھا اور 614 عیسوی میں بیت المقدس پر قبضہ کر کے ایرانیوں نے وہاں 90 ہزار عیسائیوں کو قتل کر دیا تھا۔ 615 عیسوی میں مسلمانوں نے ابے سینیا میں ہجرت کی اور انہی دنوں میں سورہ الروم نازل ہوئی۔ کفار کہ نے اس کا خوب مذاق اڑایا۔ ابی بن خلف حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ 10 اونٹوں کی شرط لگانا چاہتا تھا کہ اگر تین سالوں میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی تو جیتنے والے کو دس اونٹ ملیں گے۔ جناب ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ مسلمانوں کی ہمدردیاں اہل روم کے ساتھ تھیں۔ اس وقت تک شرط لگانا حرام نہ قرار پایا تھا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابو بکرؓ کو مشورہ دیا کہ شرط پوری ہونے کی میعاد دس سال کر دی جائے اور اونٹوں کی تعداد ایک سینکڑہ کر دی جائے اس طرح یہ شرط باندھ لی گئی۔

لیکن اہل روم کے خلاف حالات اور خراب ہوتے گئے 619 عیسوی میں ایرانیوں نے پورے مصر پر قبضہ کر لیا۔ 617 عیسوی میں ایرانی باسفورس تک یعنی قسطنطیہ (موجودہ استنبول) کے نزدیک تک پہنچ گئے تھے اور قیصر روم عاجزی سے صلح کی درخواستیں کر رہا تھا۔ لیکن خسر و پرویز یہ گزارشات رد کر رہا تھا کہ صلح تب ہو سکتی ہے کہ قیصر روم ”خداۓ مصلوب“ کو چھوڑ کر ”خداوندہ آتش“ کی بندگی اختیار کر لے۔ لیکن 622 عیسوی میں جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر گئے مدینہ منورہ پہنچ تو قیصر روم بھی چپکے سے آرمیا دالے راستے 623 میں آذربائیجان کی طرف پیش قدی کر رہا تھا۔ 624 عیسوی میں اس نے زرتشت کے مقام پیدائش ارمیاہ کو تباہ کر دیا اور ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدہ کی ایمنٹ سے ایمنٹ بجادی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ یہ اسی سال کی بات ہے جس میں سال بدر کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عظیم فتح عطا کی۔ یوں 9 سال کے اندر دونوں پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ 627 عیسوی میں ہرقل کے شکر ایرانی دار السلطنت مدائی کے سامنے پہنچ گئے اور کسری ایران خسر و پرویز کو مجبوراً قیصر روم کے ساتھ صلح

کرنا پڑی۔ یہ وہی سال تھا کہ مسلمانوں نے کفار مکہ کے ساتھ صلح حدیبیہ کا معاہدہ کیا۔ جس کو سورۃ الفتح میں ”فتح میں“، قرار دیا گیا۔

## 8.7 سائنسی علوم میں ترقی کے متعلق پیشگوئیاں

مندرجہ ذیل میں ہم کلام اللہ کی ان سائنسی پیشگوئیوں کا ذکر کریں گے جن کو آج ہم خود بیکھر رہے ہیں۔ آج سے صرف ایک سو سال پہلے تک ان پیشگوئیوں کو سمجھنا مشکل تھا۔

### (1) علم کی کوئی حد نہیں

جس زمانہ میں کلام اللہ نازل ہوا تھا اس وقت انسان کا اپنے اور کائنات کے بارے میں علم محدود تھا۔ اس کی دنیا انتہائی مختصر تھی۔ اس کے بعد علم مسلسل ترقی کرتا جاتا ہے۔ لیکن ہر دور کے لوگوں نے یہی سوچا کہ وہ علم کی آخری منزل پاچکے ہیں۔ زیادہ دور کیا جانا (Theory of Relativity) 1904ء میں آئن شائن کی مشہور تھیوری ریلیٹیوٹی (Theory of Relativity) سے صرف ایک سال پہلے انگلینڈ کے کچھ بڑے سائنس دانوں کا دعویٰ تھا کہ جو کچھ انسان نے معلوم کرنا تھا وہ سب معلوم ہو چکا ہے۔ لیکن قرآن کریم کے اندر یہ دعویٰ 1400ء سال سے موجود تھا کہ ”اگر سارے سند ریسا ہی بن جائیں اور سارے درخت قلم تو لکھتے لکھتے یہ سب ختم ہو جائیں گے بلکہ مزید اتنے ہی اور لے آؤ پھر بھی آپ کے رب کی باقی ختم نہ ہوں گی۔“

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامُ وَالْبَخْرُ  
يَقْدِهُ وَمَنْ مِنْ ۝ بَعْدِهِ سَبْعَةٌ أَبْخَرُ ۝ مَا نَفَدَ ثُ كَلِمَتُ اللَّهِ ۝  
إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے بعد سات سمندر مزید ہوں (سیاہی ہو جائیں) تو بھی اللہ کی باتیں (یعنی اس کی صفتیں لکھتے لکھتے) ختم نہ ہوں - بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (سورہ لقمان، آیت ۲۷)

یہ ایک زبردست حیران کن دعویٰ ہے۔ اس کی بنابریم مستقبل کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ علم ابھی بہت ترقی کرے گا۔

## عظیم صنعتی دور کے متعلق پیشگوئی (2)

ایک بڑی اہم اور نمایاں پیشگوئی جو قرآن حکیم آخری زمانہ کے متعلق دیتا ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت کرہ ارض کے لوگ بہت اوپرچے پایہ کی تکنیکی مہارتوں میں حاصل کر چکے ہونگے اور یہ ایک عظیم صنعتی اور سائنسی دور ہوگا۔ ایسے گے گا جیسے اب انسان سب کچھ کرنے کے قابل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضَ رُخْرُفَهَا وَأَرْيَنَتِ وَظَنَّ  
أَهْلُهَا أَنْهُمْ قَدْرُونَ عَلَيْهَا أَتَهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا  
فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَانَ لَمْ تَغْنِ بِالْأَفْسِ طَكْذِيلَ  
نُفَضِّلُ الْأَيْتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگھار لے لیا اور خوب آراستہ ہو گئی اور اس کے مالک سمجھے کہ اب ہم اس پر قادر ہو گئے ہیں۔ تو اس پر ہمارا حکم ہوا رات میں یادن میں، تو ہم نے اسے ملیا میٹ کر دیا گویا کہ وہ کل تھی ہی

نہیں۔ ایسے ہی ہم اپنی آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں، غور اور فکر کرنے والوں کے لئے ۰ (سورہ یونس۔ آیت ۲۲)

جرمن نژاد نو مسلم مرحوم محمد اسد اس آیت مبارکہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آخری زمانہ میں لوگوں کو اس غلط فہمی پر یقین ہو گا کہ انہوں نے قدرت پر کنٹرول حاصل کر لیا ہے اور جو وہ چاہیں کر سکتے ہیں حالانکہ وہ اس حد تک نہ پہنچ پائے ہونگے۔ اس بودی سوچ کے تحت انسان یہ سوچے گا کہ اس نے اپنی مہارت اور صنعت کے زور سے اس کی زینت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ اس کو بڑا ذعم ہو گا کہ وہ اپنی طاقت، عقل، سائنس اور صنعت کی مدد سے سب کچھ کر سکتا ہے لیکن اصل میں وہ اپنی تباہی کی طرف جا رہا ہو گا۔

بہر حال بیسویں صدی کی صنعتی اور سائنسی ترقی اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے اور مزید ترقی کے بھی امکان نظر آتے ہیں۔ خلکی ہو یا تری پہاڑ ہو یا غار کوئی ایسا خطہ نہیں رہ گیا جو انسان کی دسترس سے اب باہر ہو۔ دریاؤں کے رخ موز دیئے ہیں سمندروں کے آگے بند باندھ دیئے ہیں۔ یوں لگتا ہے انسان نے دنیا کو مسخر کر لیا ہے۔ اب تو اس نے ماخول کو کنٹرول کرنا شروع کر دیا ہے اپنی مرضی سے بارش بر سالیتا ہے اور زمین کے ذرائع کا بھر پور استعمال کر رہا ہے، ریگستانوں کو باغات میں تبدیل کر رہا ہے اور دور دراز علاقوں کو خوبصورت قطعات میں تبدیل کر رہا ہے، اوپر کی فضا میں اسکی پہنچ ہے چاند پر اترنے کے بعد اسکو آباد کرنے کی مگ و دو جاری ہے۔ زمین کے لاکھوں میل اوپر اسکے سیٹلائز چکر لگا رہے ہیں موافقات کی ترقیوں سے فاصلے سست گئے ہیں۔ فضا میں جزیرے قائم کئے جا رہے ہیں۔ ایک عام آدمی کو آج جو کچھ میسر ہے وہ پہلے بادشاہوں کو بھی میسر نہیں تھا۔

یوں پچھلی چند صد یوں میں انسان نے اتنی صنعتی ترقی کر لی ہے جو پچھلے ہزاروں

سالوں میں نہیں ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ انسان نے اپنی تباہی کے بھی اتنے ذرائع جمع کرنے ہیں کہ اسکے ایٹم بھم زمین کو کئی بار بتاہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ یہ طوفانی ترقی بڑی معنی خیز ہے اور اس کے بعد کیا ہونے والا ہے اس سے بھی زیادہ قابل غور ہے۔ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات میں جہاں اس دور کی پیش گوئی اور اس حیرت انگیز ترقی کی خبر دی گئی ہے وہاں اس کمال کے بعد زبردست زوال کی بھی پیش گوئی کردی گئی ہے۔ چاہیے کہ انسان ان نعمتوں پر اپنے رب کا بہت شکر ادا کرے اور اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کی معافی مانگتا رہے تاکہ آنے والے عذاب سے فیک جائے۔ جو شاید انسان کے اپنے ہاتھوں ہی ہو۔

### عظیم فضائی دور (3)

نیکنا لو جی میں ترقی کے ساتھ ساتھ قرآن پاک میں ایک اور اہم اکشاف یہ ہے کہ آخری دور میں کرہ ارض کے لوگ آسمانوں میں دور دراز تک سفر کرنے کے قابل ہو جائیں گے اور اتنی مہارت پیدا کر لیں گے کہ وہ دوسری دنیاوں میں اپنی نوآبادیات بنانے کی تیگ و دو میں ہونگے۔ جو لوگ استطاعت رکھیں گے وہ زمین کو چھوڑ کر کائنات کے دوسرے حصوں میں جانے کی تیاری کریں گے۔ ان حالات کی پیش بینی سورۃ الرحمن کی درج ذیل آیات مبارکہ میں کی گئی ہے۔

يَمْعِشُ الْجِنُّ وَالْأَنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُ وَا  
مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُ وَا طَ لَا تَنْفُذُونَ  
إِلَّا بِسُلْطَنٍ ۝ فِيَّ إِلَّا رَبُّكُمَا تَكَذِّبُنِ ۝ يُرْسَلُ  
عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ قَنْ نَارٌ لَا وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرُنِ ۝  
اے گروہ جن و انس! اگر تم آسمان و زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو

نکل جاؤ (اس نے یہ صلاحیت تمہیں دی ہے لیکن جدھر بھی جاؤ گے ہر جگہ اسی کی بادشاہت ہے) لیکن تم طاقت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتے ۰ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹاوا گے ۰ (جب تم زمین سے باہر خلائی دنیاوں میں پناہ کے لئے جاؤ گے تو) تم پر آگ کے انگارے بھیجے جائیں گے اور پچھلے ہوئے تابے کی مانند مادہ پھینکا جائے گا، پھر تم اس سے نفع نہ سکو گے ۰ (سورہ الرحمن۔ آیت ۳۲-۳۵)

سورہ الرحمن کی آیت مبارکہ ۳۵ بتاتی ہے کہ اس شاندار خلائی میکنالوجی پر دسترس کے باوجود انسان تخلیوں سے نہ نفع سکے گا۔ زمین پر خطرات کے پیش نظر جب وہ زمین و آسمان کی حدود سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا تو آگ اور تابکار شعلے اسکو آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے تک قرآن کریم کی ان پیشگوئیوں کا اور اک مشکل تھا لیکن بیسویں صدی کے آخری نصف حصہ میں خلاء کی تحریر کے سلسلے میں ہونے والی حیرت انگیز ترقی دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی بھی پوری ہونے والی ہے۔ چاند یا چارے کی حیثیت تو اب دوسرے محلے کی ہی ہے۔ انسان اس سے کہیں آگے نکل گیا ہے۔ آج کل زمین سے لاکھوں میل اوپر امریکہ کی طرف سے ایک خلائی جزیرہ (Space Station) بنانے کے منصوبہ پر کام ہو رہا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ زمین سے اوپر اسکے مالکوں کی پناہ گاہ بھی اور کمین گاہ بھی ہو جہاں سے وہ آسمانی سے اوپر نیچے آ جاسکیں۔ قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات میں یہ آشکارا کیا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں انسان فضاء پر نوآبادیاں قائم کرے گا۔ بعض اقوام کی یہ فضائی کامیابی ان کی خلائی جنگوں کے لئے بھی ایک اہم پلیٹ فارم ہو گا۔ ان نوآبادیوں کے مالک وہاں سے زمین پر حکومت کے خواب دیکھ رہے ہو گے۔ لیکن ان کی یہ ساری چالیں مشیت الہی کے سامنے بے بس ہوں گی۔

چہاں تک فضائی تابکاری اور شعاؤں کا تعلق ہے خلائی مسافر کو ہر وقت انکا خطرہ رہتا ہے۔ سورج سے چھوٹنے والے آگ کے طوفانی گولے بھی ایک مسلسل خطرہ ہیں اس کے علاوہ سورج کے مدار میں اربوں کے قریب چھوٹے چھوٹے شہاب ہیں جو انسانی سیطلاست اور فضائی مشینوں اور گاڑیوں کو نکلا کرتا ہے کر سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے خلا کے اندر مزید دور جانے پر یہ خطرات بڑھتے ہی جائیں گے۔

## عظیم سائنسی دور (4)

اوپر دی گئی آیات مبارکہ حیرت انگیز صنعتی ترقیوں کے بارے میں پیشگویاں ہیں جن کا آج سے چودہ سو سال پہلے تصور بھی ناممکن تھا۔ صنعتی ترقیوں کے ساتھ ساتھ انسان کے آخری دور میں قرآن حکیم اس کی بے مثال سائنسی ترقی کی بھی پیشگوئی کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں سورہ حم سجدہ کی آیت مبارکہ ۱۵۳ انتہائی قابل غور ہے جس میں بتایا گیا کہ اس وقت تک انسان خصوصی طور پر کائنات اور اپنی تخلیق کے بارے میں بہت کچھ جان چکا ہو گا۔ ارشادِ رب انبیاء ہے:

**سُنُرِيهِمْ أَيْتَنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ  
لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ طَأْوِلَمْ يَكُفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلَّ  
شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝**

پس ہم انہیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں کائنات میں اور خود ان کی ذات میں، یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائیگا کہ یقیناً وہ (قرآن) حق ہے۔ کیا آپ کے رب کا ہر چیز پر متصف ہونا کافی نہیں بے شک تمہارا رب ہر چیز پر گواہ ہے ۝ (سورہ حم سجدہ۔ آیت ۱۵۳)

سائز ہے چودہ سو سال پہلے جب قرآن پاک نازل ہوا تھا اس وقت آفاق اور انفاس کے بارے میں انسانی علم نہ ہونے کے برابر تھا۔ آج جو معلومات ہمیں حاصل ہیں انکا تصور بھی ناممکن تھا بلکہ اس وقت انسانیت نہایت مہمل لغویات اور توجہات میں پھنسی ہوتی تھی۔ اس وقت قرآن پاک کا یہ اعلان کہ "عقریب ہم انسان پر آفاق اور ان کے نفوس کے راز ظاہر کر دیں گے" ایک عجیب پیشگوئی تھی۔ آج چودہ صد یوں بعد ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ کیسے پوری ہو رہی ہے۔ تمام سائنس اس قرآنی آیت کی تفسیر بن کر سامنے آ رہی ہے۔ ان چودہ صد یوں میں انسان نے ایک طرف زمین سے دور آسمان کی لامتناہی وسعتوں کا کھوج لگایا ہے جو (Cosmic Understanding) اور دوسری طرف اپنے نفس کے اندر کی دنیا میں جو جہان کا ہے (Biological Discoveries) یہ سب دریافتیں حیران کن ہیں۔ فضائی سائنس، حیاتیاتی سائنس اور طبعی سائنس میں جو مزید دریافتیں ہو رہی ہیں وہ انسان کو آہستہ آہستہ حقیقت کے قریب لارہی ہیں۔ جیسے آیہ مبارکہ میں کہا گیا ہے یہ سب اس بات کا پیش خیمه ہے کہ انسان پر جلدی قرآن پاک کی سچائی واضح ہو جائے گی۔ (انشاء اللہ)

## 8.8 اہم ترین سبق

ماڈی نکٹ نظر سے دیکھا جائے تو یہ سائنسی ترقیاں انسانی عقل کیلئے خارج تھیں ہیں لیکن ایک صاحب نظر کیلئے اس میں بہت اس باقی ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور قرآن کریم کی پیشگوئیوں پر غور کرنے سے سائنسی علوم اور دریافتیں کے منطقی نتائج بالکل ظاہر ہیں۔ وہ سائنسی معراج میں انسانیت کا خاتمہ دیکھ رہا ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اب بھی قرآن پاک کے بتائے ہوئے سیدھے راستہ پر چلنے کیلئے تیار نہیں۔

اب سائنس دان مانے لگا ہے کہ جسمانی حواس خمسہ کے علاوہ بھی انسان میں کچھ باہر از حواس صلاحیتیں (Extrasensory perceptory powers) ہیں۔ مرنے کے بعد کی حالت پر جو ریرق ہو رہی ہے وہ بھی یہی ثابت کرتی نظر آتی ہے کہ موت خاتمه نہیں ہے۔ لیکن پھر وہ بھی حیات بعد الموت اور جزا اوسرا کو دل سے تسلیم نہیں کرتی ہے۔

کائنات میں جو کچھ دیکھا گیا ہے وہ بھی ہر سو خالق کی طرف متوجہ کرتا ہے لیکن اسکے باوجود شیطان نے اسے سیدھے راستے پر آنے سے روکا ہوا ہے۔ تمام تر سائنس اللہ کی ہستی کی گواہ ہے لیکن آج کا انسان ادھر متوجہ نہیں۔ عقل اسکے سامنے عاجز ہے لیکن وہ اسکی عظمت سے بے خبر ہے۔ فلاسفہ مقصدیت کو مانتا ہے لیکن اپنی حیات کو بے مقصد شے سمجھ رہا ہے۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن پاک بتاتا ہے کہ:

ان کے دماغ ہیں لیکن سوچتے نہیں، آنکھیں ہیں لیکن دیکھتے نہیں، کان ہیں مگر سنتے نہیں، دل ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ وہ مانند حیوانات ہیں، نہیں! بلکہ وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔  
(سورہ الاعراف، آیت ۱۷۹)

ہماری شفاقت، عقیدہ یا قوم کچھ بھی ہو سکتی ہے لیکن موت والے معاملے میں ہم سب اکٹھے ہیں۔ کوئی بھی اس سے مبراء نہیں لیکن پھر بھی موت کے بعد زندگی کو سائنس ابھی تک وہ اہمیت نہیں دے رہی جو اس کا حق ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ زندگی کے دوران ان کا مرنے کو جی نہیں چاہتا لیکن جو مر جاتے ہیں ان کے لئے کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئے۔

سورۃ حم سجدہ کی آیت مبارکہ ۵۲ کے اکٹھافات کے بعد یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اب زیادہ دور نہیں کہ انسان اپنی حقیقت کو سمجھ جائے لیکن اگر وہ اپنے باطل نظریات پر ڈھانر ہا تو حق

کا علم ہوتے ہوئے بھی وہ انکار کرتا رہے گا۔ اسلئے انسان کو چاہیے کہ بجائے اس انتظار کے کہ سائنسی دریافتیں اس سلسلے میں اسکی راہنمائی کریں جو کچھ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے وہ اس پر ایمان لا کر اپنے تعصبات سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ قرآن پاک کی سورۃ الحج میں ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِرِينَ  
وَالنَّصْرَى وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا فَإِنَّ  
اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ  
شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی اور  
آتش پرست ہوئے اور جہنوں نے شرک کیا، بے شک اللہ ان سب کے  
درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اوپر گواہ  
ہے ۝ (سورۃ الحج - آیت ۷۶)



## قرآن حکیم کی معجزانہ ترتیب

9.1 معجزانہ ترتیب کی دریافت

قرآن حکیم میں سورتوں کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے کہ بعض اوقات ایک سوچنے والا مخلص مسلمان بھی جیران ہو جاتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کلام اللہ کی بعض سورتیں بہت لمبی ہیں۔ جیسے سورۃ البقرہ جو ذہنی سپاروں پر محیط ہے اور بعض اس قدر چھوٹی مثلاً سورۃ الکوثر جو صرف تین آیات پر مشتمل ہے۔ آخر سورتوں کے جنم میں واضح اختلاف کی وجہ کیا ہے؟

دوسرے سوال پاروں اور سورتوں کی ترتیب کے متعلق امتحنا ہے۔ اس میں کیا خاص حکمت ہے کہ پہلی سورۃ فاتحہ سات آیات کی ایک چھوٹی سورۃ ہے لیکن اس کے بعد یکے بعد دیگرے لمبی لمبی سورتیں رکھی گئی ہیں۔ درمیانی سپاروں میں سورتیں بھی درمیانی لمبائی کی ہیں اور آخر قرآن میں چھوٹی چھوٹی سورتیں سجائی گئی ہیں لیکن اس میں بھی کئی جگہ استثناء فرمایا گیا ہے۔ اور پارے تیس ہیں، کم یا زیادہ کیوں نہیں؟

یہ سوال ایک عرصہ سے مصنفوں میں سے ایک (سلطان بشیر الدین محمود) کے ذہن میں بھی تھا۔ اس کی وجہ صرف تجسس اور ایک محقق کی نظر سے تھی ورنہ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن حکیم کی جو ترتیب بھی ہے وہ وحی الٰہی کے مطابق ہے۔

اس الجھن کا ایک عام سا جواب تو یہ دیا جاتا ہے کہ قرآن پاک میں سورتوں کی ترتیب قاری کی سہولت کی خاطر رکھی گئی ہے۔ نماز کی قرات میں اکثر پڑھی جانے والی سورتیں آخری پاروں میں رکھ دی گئیں اور قانون، سماجی انصاف، اعتقادات اور دیگر انسانی مسائل پر مشتمل سورتوں کو پہلے سپاروں میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ سوسائٹی کی پہلی ضرورت ہیں لیکن یہ دلیل کوئی

زیادہ وزنی معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ نماز میں پڑھنے کیلئے کوئی خاص سورۃ مخصوص نہیں اور قرآن پاک کی حکمت ساری کتاب میں برابر ملتی ہے سو سائیں کیلئے بھی احکامات جگہ جگہ آتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ مدنی سورتیں اکثر لمبی تھیں اور کمی چھوٹی اور ترتیب میں مدنی سورتوں کو فوکیت دی گئی لیکن اس بات میں بھی کوئی وزن نہیں۔ قرآن حکیم کی ترتیب کی یا مدنی سورتوں کے لحاظ سے نہیں ہے۔ کمی سورتوں میں بھی سورۃ اعراف اور سورۃ انعام خاصی لمبی ہیں جو ترتیب کے لحاظ سے ابتداء میں رکھی گئی ہیں اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کی ترتیب نزولی نہیں بلکہ بسا اوقات ایک ہی سورۃ میں مکی اور مدنی آیات شامل ہیں اور سورتوں کی ترتیب کا بھی نزول کے ساتھ کوئی ربط نہیں۔

غرض اور پردوی گئی تمام ترتیب توضیحات غیر حقیقی معلوم ہوتی ہیں اور مساوئے اس کے کہ یہ ترتیب قرآن اللہ تعالیٰ کا اپنا ہی راز ہے کچھ اور نہیں کہا جاسکتا لیکن چند بے ادب قسم کے دانشور جب اپنی عقل سے کوئی اطمینان بخش جواب نہ پاسکے تو یہ رائے گھڑدی کہ (نعوذ باللہ) قرآن پاک کے جمع کرنے میں کسی خاص ترتیب کو ملاحظہ نہیں رکھا گیا تھا بلکہ جہاں اور جیسے جمع کرنے والوں کو آسان نظر آیا، انہوں نے ویسے ہی انہیں لکھ دیا یعنی موجودہ ترتیب بلا حکمت ہے۔

جہلا اور منافقین کا یہ گروہ اپنی اس بے تکلی رائے کے وقت یہ بھول جاتا ہے یا دل سے مانتا ہی نہیں کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس کی حفاظت خود خالق کائنات نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اس لئے اس کے متعلق ایسی لغوبات ہرگز زیب نہیں دیتی۔

مصنف (سلطان بشیر محمود) کو کلام اللہ کے دشمنوں کی پھیلائی جانے والی اس سازش سے نہ صرف قلق تھا بلکہ وہ فکر مند بھی تھا کہ قرآن پاک کی ترتیب میں جو حکمت پہاں ہے وہ کھل کر سامنے آجائی چاہیے تاکہ مسلم نوجوان منافقین کے پر اپیگنڈہ کے خلاف اپنے ایمان کا دفاع کر سکیں۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس کی دعا سنی گئی اور قرآن حکیم کی ترتیب کے کچھ مجرزانہ پہلو اس پر آشکار کر دیئے گئے۔ چنانچہ ۱۹۹۳ء کی ایک رات جب وہ نماز عشاء ادا کر رہا تھا تو وتروں کی آخری رکعت میں اس نے سورۃ الکوثر پڑھی اور ساتھ ہی خیال آیا۔ یا اللہ اپنی حکمت تو ہی جانتا

ہے لیکن حیران ہوں کہ تین آیات کی یہ سب سے چھوٹی سورۃ بھی آخری نہیں۔ اس فکر کے نتیجہ میں دورانِ نماز ہی خیال آیا کہ ہونہ ہو یہ ایک عجیق حسابی مسئلہ ہو۔ اس لئے قرآن حکیم کے سپاروں اور سورتوں کے درمیان ایک گراف لگاؤ اور پھر دیکھو تو بات سمجھ آجائے گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور جب رات ڈھائی بجے نقاط کے درمیان گراف کھینچا گیا تو جو کچھ سامنے نظر آیا عقل حیران تھی۔ اس قدر خوبصورت گراف جیسے لڑی میں ہیرنے پر دئے ہوں۔ گراف کیا ہے حساب کا ایک لا جواب کلیہ ہے جو قارئین کے لئے اگلے صفحات پر پیش کیا جاتا ہے۔

## 9.2 مجزانہ ترتیب کا تجزیہ اور عظیم حکمتیں

اس مجزانہ ترتیب کو سمجھنے کے لئے پہلے آپ جدول نمبر ۱ پر غور فرمائیں۔ یہ جدول اللہ کی کتاب کے تیس سپاروں اور ایک سو چودہ سورتوں کے درمیان ہے۔ فہرست ب۔ سپاروں کو ظاہر کرتی ہے اور ج۔ ہر سپارے کے سامنے شروع سے اس سپارے کے آخر پر سورتوں کی تعداد ہے مثلاً پہلے پارہ میں دو سورتیں ہیں اور دوسرے پارے کے آخر تک بھی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں۔ البتہ تیسرا پارے میں سورۃ آل عمران کا آغاز ہوا۔ یوں تیسرا پارے کے آخر تک قرآن حکیم کی سورتوں کی تعداد تین ہو گئی۔ یہ سورۃ چوتھے پارہ میں ختم ہو جاتی ہے اس لئے اب تک تین سورتیں ہی ہیں۔ سورۃ النساء چوتھے سپارے سے شروع ہوتی ہے اور پانچویں سپارے کو بھی کراس کر جاتی ہے اور چھٹے سپارے میں ختم ہوتی ہے اور یہاں سے ایک اور نئی سورۃ شروع ہوئی اور یوں اس سپارے کے آخر تک قرآن حکیم کی صرف پانچ سورتوں کا آغاز ہوا۔ یوں یہ سلسلہ چلتا جاتا ہے اور بارہویں پارے کے آخر تک بارہ سورتوں کا آغاز ہو چکا ہے لیکن اس کے بعد کی سورتیں چھوٹی ہونے کی وجہ سے جلدی جلدی شروع ہوتی ہیں۔ بیسویں پارے تک انتیں ۲۹ سورتیں آچکی ہیں، اکیسویں پارے کے آخر تک تینتیس (۳۳) ہو گئیں اور بائیسویں کے آخر تک چھتیس (۳۶)، پچیسویں تک پینتالیس (۳۵)، اور انھائیسویں تک چھیاسٹھ (۴۶) اور تیسویں

(۲۰) کے اخیر تک پوری ایک سو چودہ سورتیں مکمل ہوئیں۔

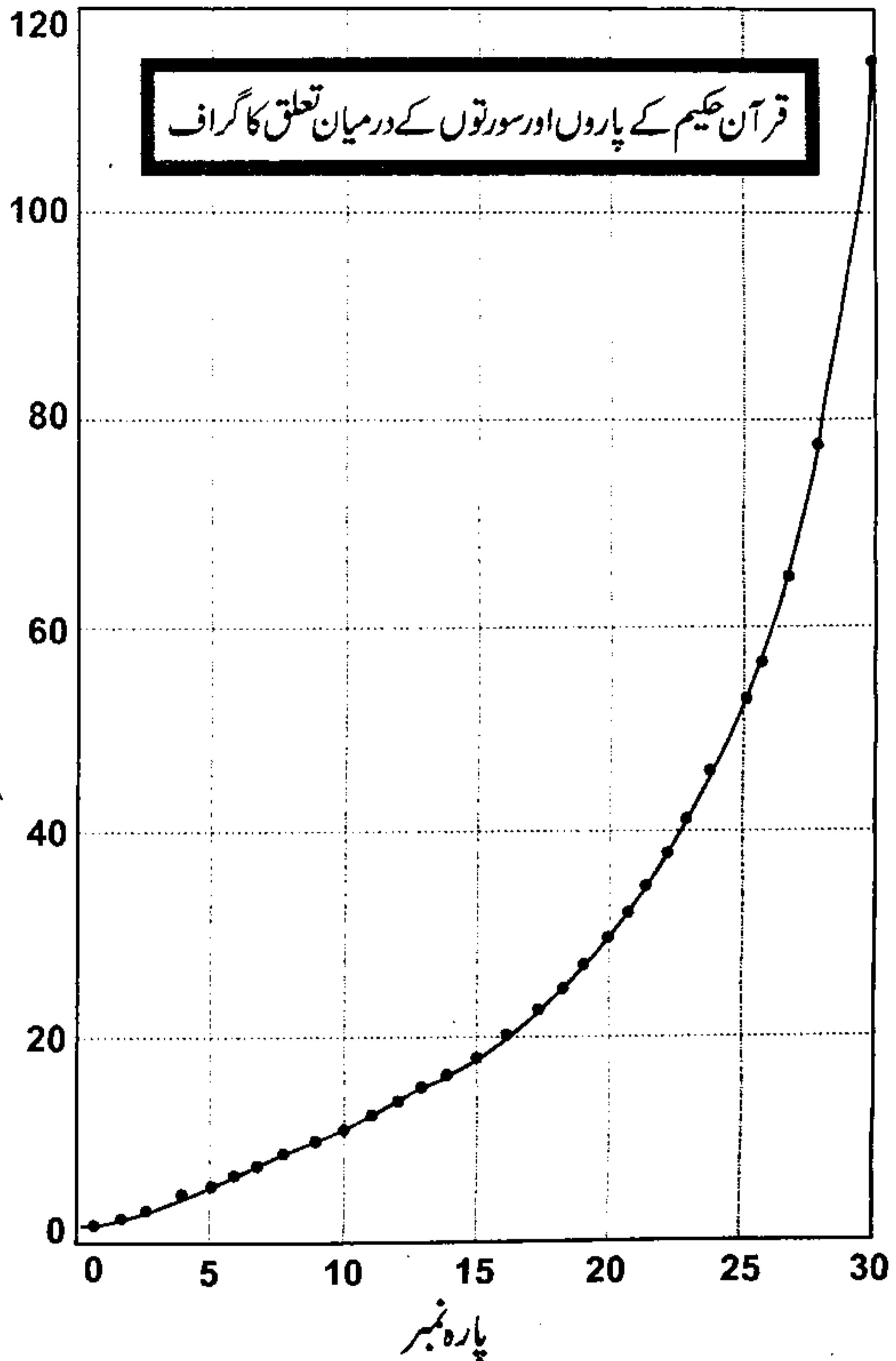
## جدول نمبرا

### قرآن کریم میں سورتوں اور پاروں کی ترتیب

پارہ نمبر	آخر پارہ تک سورتوں کا نمبر شمار	پارہ نمبر	آخر پارہ تک سورتوں کا نمبر شمار
ج	ب	ج	ب
20	16	2	1
22	17	2	2
25	18	3	3
27	19	4	4
29	20	4	5
33	21	5	6
36	22	6	7
39	23	7	8
41	24	8	9
45	25	9	10
51	26	11	11
57	27	12	12
66	28	14	13
77	29	16	14
114	30	18	15

# گراف نمبرا

کسی پارہ کے اخیر تک سورتوں کی تعداد



شاید ابھی تک آپ نے اس حساب میں کوئی خاص بات محسوس نہ کی ہوگی مساوئے یہ کہ شروع میں سپارے زیادہ ہیں اور سورتیں کم اور بعد میں سورتوں کی آمد میں بہت تیزی ہے۔ لیکن اس کی صحیح صورت اس وقت واضح ہوتی ہے جب سورتوں اور سپاروں کی ترتیب کے درمیان حسابی گراف کھینچا جاتا ہے۔ یہ گراف ترتیب کا ایک معجزہ ہے جو عقل کو مبہوت کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ ایک بالکل عجیب اور غیر متوقع صورت حال کی نمائندگی کرتا ہے۔ نقاط کو جوڑنے سے کوئی بے جھول خطوط کی شکل نہیں بنتی بلکہ ایک نہایت خوبصورت قوس بنتی ہے۔ ایسی قوس کا بننا ایک دور از قیاس بات ہے۔ ایک سائنسدان اور حساب دان اس حسین تناسب کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ اس کے لئے یہ گراف اس بات کی منہ بولتی تصویر ہے کہ قرآن حکیم کی سورتوں اور سپاروں میں ایک معجزانہ تعلق ہے جو کسی مخصوص حکیمانہ حسابی کلیہ کے مطابق ہے اور اس لحاظ سے سورتوں اور سپاروں میں اس کی تقسیم بے مشل بھی ہے اور عجیب بھی۔

آپ میں سے جو سائنس کے طالب علم ہیں۔ انہوں نے مختلف سائنسی تجربات کے دوران کئی گراف بنائے ہوں گے اور ان کا اپنا مشاہدہ ہوگا کہ گراف کے نقاط ہمیشہ ہی ادھر ادھر ہوتے ہیں اور پھر ان کے درمیان ملکے ہاتھ سے ایک لائن کھینچ دی جاتی ہے۔ جو مقادیر کے درمیان اوسط تعلق کو ظاہر کرتی ہے لیکن اس کے مقابلے میں قرآنی ترتیب کے اس گراف کے تمام نقاط حیرت انگیز صحت کے ساتھ حسابی لڑی میں پروئے گئے ہیں جو اس بات کا کھل کر ثبوت ہے کہ قرآن پاک کو اس طرح ترتیب دینا کسی انسانی دماغ کے لئے چودہ سو سال پہلے تو کیا آج بھی بہت مشکل ہوتا لیکن اس وقت کی سائنس اور حساب کی دنیا میں جا کر یہ اگر سوچا جائے کہ یہ کیسے ممکن ہوا تو عقل مبہوت رہ جاتی ہے اور دل بے اختیار اس کی سچائی کی گواہی دے گا۔

اس دریافت کے بعد یہ کہنا یا سوچنا کہ قرآن حکیم کی سورتوں کی ترتیب اور سپاروں کی تقسیم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور عظیم المرتبت صحابی یا دانشور کا کام ہے انتہائی

مضنکہ خیز اور لغومعلوم ہوتا ہے۔ چودہ سو سال پہلے اگر سارے انسان مل کر بھی ایسی ترتیب دینا چاہتے تو نہ دے سکتے۔ حتیٰ کہ آج کے اس سائنسی اور حسابی دور میں بھی یہ کام بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شک کرے کہ اللہ کی کتاب میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل ہے تو اس کے نفاق پر جھٹ تمام ہو جاتی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس عظیم کتاب کی فہرست مضمایں اس قدر حکمت والی ہو اس کے مضمایں، آیات اور رکوعات میں جواحتیاٹ اور شان ہو گی اس کے کیا کہنے۔

## 9.4 ترتیب اور روحانی ترقی

اب ہم اس گراف کے حوالہ سے کلام اللہ کی اس مجزانہ ترتیب کے روحانی پہلوؤں کے سلسلہ میں سوچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بے شک انسان کے بس کی بات نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمتوں کی تہہ تک پہنچ سکے۔ (لیکن جتنا اللہ تعالیٰ چاہے)۔

قرآن حکیم کی اس سائنسی اور حسابی ترتیب میں کوئی حکمتیں چھپی نظر آتی ہیں جن میں حساب دانوں، سائنس دانوں، دانشوروں اور علماء کی سوچ بچار کے لئے میدان کھلا ہے۔ اللہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ان کے ان عظیم رازوں پر سے ہم پرده اٹھا سکیں اور دنیا جو چہالت، منافقت اور شرک کے گھرے اندھیرے میں بھکر رہی ہے، اس کی سیاہ راتوں کو ہم قرآن حکیم کی روشنی سے منور کر سکیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ گراف صاف ظاہر کرتا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب وحی الٰہی کے عین مطابق ہے اور اس میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل نہیں ہے۔

سورتوں اور سپاروں کے درمیان یہ مجزانہ گراف قرآن حکیم کی برکات کی روحانی تصویر بھی ہے۔ آغاز پر گراف کا خط صفر سے شروع نہیں ہوتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کا مطلب یہ لیا جاسکتا ہے کہ جب کوئی قاری قرآن حکیم کی طرف رجوع کرتا ہے تو نیت کے ساتھ ہی اسے ایک روحانی بلندی حاصل ہو جاتی ہے۔ جس گھر میں قرآن کریم رکھا ہے وہاں یہ برکات خود بخود موجود

ہیں۔ جب آپ قرآن کی طرف آتے ہیں تو یہ بنیادی فائدہ آپ کو فوری ہی حاصل ہو جاتا ہے۔  
یعنی قرآن کا نور ہر وقت اپنے ماحول کو منور کئے ہوتا ہے۔

ان ابتدائی فوائد کے ساتھ جب قاری قرآن کریم میں غوطہ زن ہوتا ہے تو پھر تعلیم میں  
ترقی کے ساتھ ساتھ برکات میں بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ شروع شروع میں بلند یوں کا حصول نبتابا  
آہستہ ہے۔ شاید یہ وقت بنیاد مضبوط کرنے کا ہے۔ اپنے مقام سے آگاہی کا وقت ہے۔ جس میں  
آدمی اپنی زندگی کی سمت سیدھا کرنا سیکھتا ہے اور پھر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاتا ہے اور باطل  
جدبوں سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔

جیسے جیسے صحیح فکر اور عمل کے ساتھ انسان قرآن پاک کی منزلیں طے کرتا جاتا ہے اس کی  
روح اپنے رب کی طرف وفا کا پیکر بن کر سفر جاری رکھتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ، نت نئے نئے  
مقامات عالیہ سے لطف انداز ہوتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ابتدائی سورتیں کسی فرد کی  
ظاہری تطبییر پر مرکوز رہتی ہیں اور وہ بتاتی ہیں کہ انسان کے لئے زندگی کی گہما گہما میں کیا کچھ کرنا  
جائیز ہے اور کیانا ناجائز ہے۔ وہ اسلامی شریعت کی عام زندگی پر حاوی شقیں کھول کر بیان کرتی ہیں۔  
وہ سوسائٹی کے عمرانی اور اخلاقی پہلوؤں پر بحث کرتی ہیں اور آدمی کو صحیح انسان بناتی ہیں۔ جب ایک  
قاری قرآن حکیم کی تلاوت کرتا جاتا ہے اور اپنی زندگی کا رخ اس کے مطابق موزتا جاتا ہے تو اس کی  
روحانی ترقیوں اور برکات میں بھی تیزی آتی جاتی ہے۔ مزید آگے بڑھتے ہوئے وہ اس قابل ہو  
جاتا ہے کہ قرآن حکیم کی باطنی روشنی سے بھی بہرہ انداز ہو۔ باہر والا رنگ پھر اس کے باطن پر اتر  
جاتا ہے اور روح اس سے طاقت حاصل کرتی جاتی ہے۔ یوں قرآن کریم کے آخری حصوں تک  
پہنچتے پہنچتے قاری کی روح انتہائی بلند یوں کی طرف پرواز کرنے لگ جاتی ہے۔ بالآخر سورتوں اور  
سپاروں کے درمیان اس گراف کے آخری حصہ کی مانند وہ ملائے اعلیٰ کی طرف عمودی اڑان لے  
لیتی ہے۔

قرآن کریم سے درج بالا فوائد اور برکات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان  
کی روح قرات کا ساتھ دے۔ اس طریقہ تلاوت کی خاص بات قرآن حکیم کو ختم کرنا نہیں (جو ہمارا

رواج ہے اور ہم فخر سے کہتے ہیں کہ میں نے اتنے قرآن ختم کر لیے) بلکہ اس کو سمجھ کر دل پر اتنا رہا ہے یعنی قاری محسوس کرنے لگے کہ قرآن پاک کی آیات اس پر نازل ہو رہی ہیں۔ اس کیفیت میں قرآن پاک قاری کی روح کی غذا بن جاتا ہے۔ شاید اس موقع پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب یہ بات سمجھا آجائے کہ آپ نے فرمایا میں نے سورۃ البقرہ کو پڑھنے کے لئے سات سال لئے۔ مطلب یہ ہے کہ ترتیل، فکر و مذہب اور عمل کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کی جائے تو قرآن حکیم کی معیت میں قاری کے روحانی سفر کی کوئی انہا نہیں۔ جیسے جیسے قاری آگے بڑھتا جاتا ہے۔ روحانی بلندیوں میں مسلسل اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ بیسویں سپارے کے بعد اضافہ کی شرح بے مثال ہے۔

عددی طور پر گراف کی شکل سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائے قرآن روح کی اڑان نہیں بلکہ اسکی پروردش کا دور ہے۔ اگلے پانچ سپاروں میں بھی یہی ہے۔ ۱۰ سے ۱۵ سپاروں تک اضافہ ۸ گنا ہے اور ۱۵ سے ۲۰ تک اضافہ کی شرح ۱۱ گنا ہے لیکن اس کے بعد روحانی بلندیوں میں بہت تیزی آجاتی ہے یعنی ۲۰ سے ۲۵ سپاروں تک ترقی ۱۶ گنا ہے لیکن آخر میں جا کر قرآن کے طالب علم کی روحانی ترقی کی اڑان تقریباً عمودی ہو جاتی ہے یعنی روحانی فاصلے جو مہینوں میں طے ہوتے تھے اب وہ منٹوں میں طے ہونے لگتے ہیں۔

قرآن حکیم کی تلاوت کی ایسی برکات کے متعلق حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

”وہ شخص جس کی زندگی میں قرآن حکیم کی تلاوت معمول رہا ہے۔ روز جزا اس شخص سے کہا جائے گا، قرآن پاک پڑھتے جاؤ اور اوپر چڑھتے جاؤ۔ تم آہستہ آہستہ پڑھو چونکہ تمہاری منزل وہ مقام ہو گا جہاں تمہاری تلاوت کا آخری لفظ ختم ہو گا۔ (حوالہ ابو داؤد۔ ترمذی)

## 9.5 حق کے لئے جدوجہد اور کامیابی کا فارمولہ

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم کی یہ حرمت انگیز ترتیب صاحب قرآن پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد کی عملی تصویر ہے اور دنیا پر قرآن کریم کے اثرات کی پیش گوئی ہے۔ ابتداءً دعوت بہت ہی کثیں کام تھا۔ ابتدائی کمی دور میں تو اسلام قبول کرنے والوں کی شرح بہت آہستہ تھی لیکن پھر ہر آنے والا دن پہلے کی نسبت زیادہ کامیاب تھا۔ ہجرت تک کمی مسلمانوں کی تعداد ڈڑھ سو فراد سے بھی کم تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد کے ثمر میں برکت ذاتِ الگیا، حتیٰ کہ فتح کہ کے دن آپ کے ساتھ دس ہزار جانشیار تھے اور اگلے تین سالوں میں یہ تعداد ڈڑھ کرایک لاکھ سے زیادہ ہو گئی۔ لوگ جو ق در جو ق اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے سورہ نصر میں ارشاد فرمایا ہے۔

”جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوئی اور فتح ملی تو تم نے دیکھا لوگوں کو  
فوج در فوج اسلام میں داخل ہوتے“۔ (سورۃ النصر آیت ۱-۲)

یہ آیت مبارکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد کے اس دور کے متعلق ہے جب کامیابی عمودی طور پر بلند یوں کو چھوڑی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس وقت سے اب تک قرآن کریم کی برکات اور اثرات مسلسل بڑھ رہے ہیں۔ وہ دن دو رہیں جب انشاء اللہ ساری دنیا قرآن کے حق ہونے کو دل سے تسليم کر لے گی۔

آئیے اب اس تناظر میں ذرا سورۃ النصر کی تفسیر سائنسی حسابی طریقہ سے کریں اور دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی مدد میں تعلق کی کیسی تصویر ظاہر ہوتی ہے۔

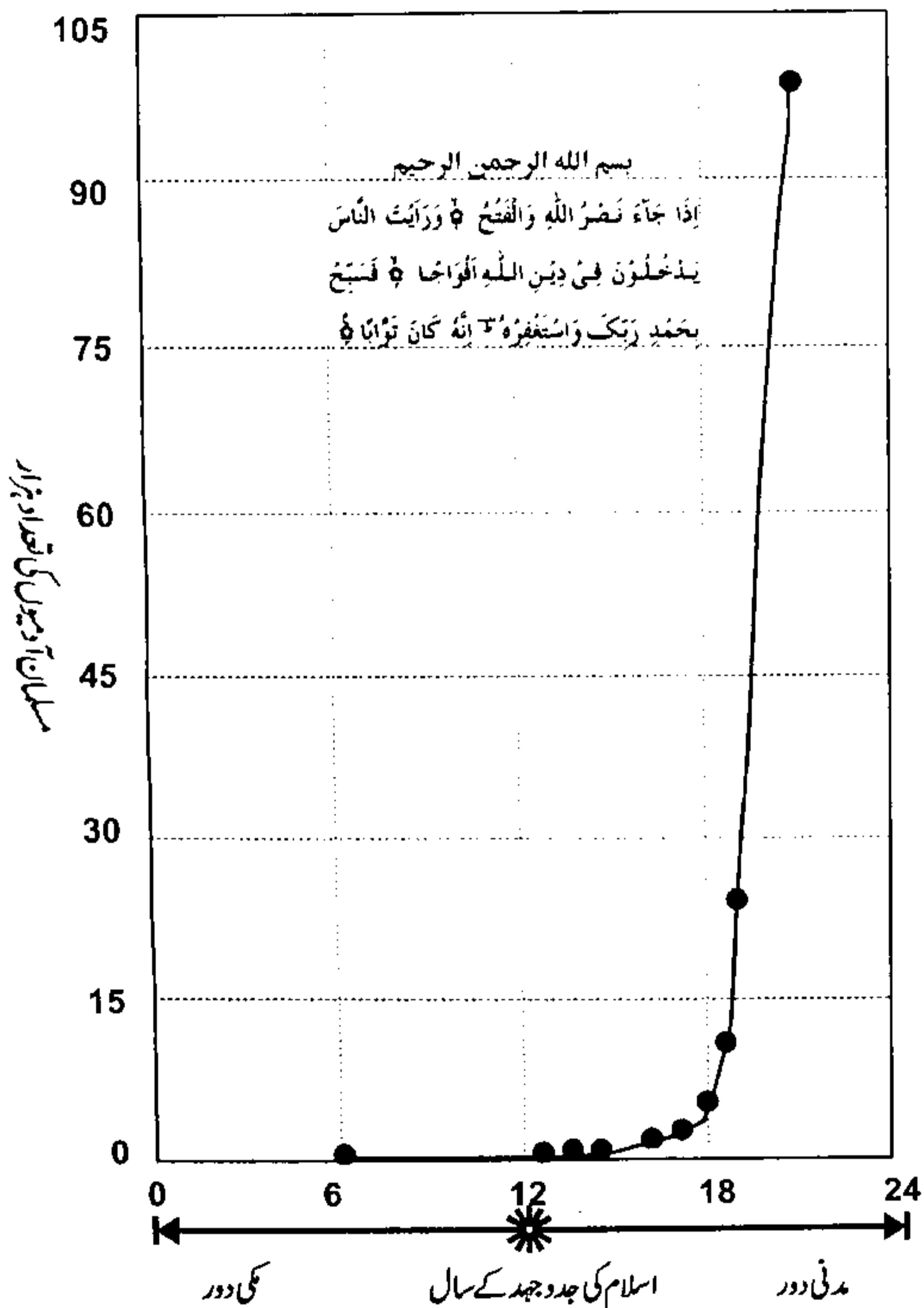
## جدول نمبر-2

عیسوی سال بعثت نبوی	اہم واقعہ	مستعد مسلمان مردوں کی تعداد
610	بعثت طیبہ	1
622	ہجرت	150
623	بدر	313
624	احد	700
627	خندق	1000
628	حدیبیہ	1400
628	خیبر	1600
629	مودة	3000
630	فتح مکہ	10000
630	خینن اور طائف	14000
631	تجوک	30000
632	ججۃ الوداع	124000

اس جدول کی حسابی شکل گراف نمبر ۲ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ وقت کے ساتھ ساتھ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کی تصویر ہے۔ اس عظیم جدوجہد میں صلح حدیبیہ وہ اہم موڑ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح میمن کہا گیا ہے اور اس فتح کے ساتھ ہی نصرت اللہ تعالیٰ شامل حال ہو جاتی ہے چنانچہ اس مقام کے بعد اسلام کی افرادی قوت میں اضافہ کی شرح تیزی سے بڑھتی ہے۔ گراف نمبر 629 میں 632 کا زمانہ ”یہ خلون فی دین اللہ افواجا“ کی حسابی تصویر ہے۔ یوں یہ سارا گراف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد کی صحیح صحیح عکاسی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی حق کے لئے جدوجہد کرنے والوں کی راہ کا تعین کرتا ہے۔

## گراف نمبر ۲

حیات طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اسلام کی ترقی کا گراف



یہاں سے آپ دیکھتے ہیں کہ حق کی جدوجہد کے تین ادوار ہیں۔ سُمیٰ دور جو بہت تہائی اور مایوسی کا دور ہے یہ دورِ نوٹل جدوجہد کے تقریباً ۵۵ فی صد طویل دور پر شامل ہے۔ اس کے بعد امید اور خطرات کا دور شروع ہوتا ہے۔ جو جدوجہد کے تقریباً ۲۵ فی صد حصہ پر مشتمل ہے۔ امید اور خطرات کے دور کے بعد وہ وقت آتا ہے جب حق کے شیدائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح کا اعلان اور نصرت کا آغاز شروع ہوتا ہے اور اس آخری دور میں جدوجہد مکمل کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ حق جیت جاتا ہے اس کے مقابل باطل بری طرح ہار جاتا ہے۔

اب آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد اور کلام اللہ کا ترتیبی گراف یعنی گراف نمبر ۱ اور گراف نمبر ۲ کا موازنہ کر کے دیکھیں تو ایک ہی صورت نظر آتی ہے۔ دونوں ہی میں بالآخر وہ وقت ضرور آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت موسلا دھار برستی نظر آتی ہے اور بے مثال روحانی اور دنیاوی کامیابی عطا ہوتی ہے۔

## 9.6 تلاوت کا بہترین طریقہ

قرآن پاک کی مجزانہ ترتیب کا گراف یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ تمام برکات کے حصول کے لئے قرآن حکیم کی تلاوت شروع سے اخیر تک بالترتیب کرنی چاہیے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن پاک ایک بڑی شاہراہ کی مانند ہے جو بلندیوں کی طرف جاتی ہے۔ اس میں جس مقام سے چاہا سفر کرنے والا بھی بڑے ثواب کا حق دار ہے (کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس کے ایک ایک حرفا کے پڑھنے میں دس نیکیاں ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تشريع فرمائی کہ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرفا ہے بلکہ ”الف“ ایک حرفا ”لام“ ایک حرفا ”م“ ایک حرفا ہے اور یوں الم کی تلاوت سے قاری کو تیس نیکیاں انعام میں ملتی ہیں)۔

البتہ قرآن پاک کا صحیح حق اس وقت ادا ہوتا ہے جب ہم کلام اللہ کو اس کی ترتیب کے مطابق مسلسل پڑھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایسا ہی کرتے تھے۔ جب ہم ان کی مانند شروع

سے آخر تک قرآن حکیم کی تلاوت کو اپنی زندگی کا معمول بنائیں گے تو تلاوت کے ساتھ ساتھ ثواب کے علاوہ روحانی ارتقا بھی حاصل ہوتا جاتا ہے۔ ہر اگلی آیت مبارکہ کا ثواب اس سے پہلی آیت مبارکہ سے زیادہ ہو گا اور اخیر میں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حساب نہیں اور یوں قاری نہایت تحوزے عرصہ میں انتہائی زیادہ بلندیاں حاصل کرنے لگتا ہے لیکن یاد رہے کہ ان ترقیوں کے لئے خالص نیت اور عمل لازمی شرط ہیں۔

رحمۃ اللعائین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کا ایک اقتباس "فَإِنْ خَيْرُ  
الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهُدَىِ، هُدَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ" (متفق علیہ)

تمام باتوں سے بہتر اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن پاک) ہے اور تمام راستوں سے بہتر راستہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

رحمۃ اللعائین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت)

**وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝**

اور (اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۃ الحج، آیت ۱۰۷)

**وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلِكُنَّ أَكْفَارُ النَّاسِ لَا  
يَعْلَمُونَ ۝**

اور (اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام نوع انسانی کے لئے خوبخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (سورۃ سباء، آیت ۲۸)

## سورۃ یسین - قرآن کا دل

سورۃ یسین قرآن کریم کی 36 ویں سورت ہے جس میں 83 آیات ہیں۔ احادیث کی کتابوں مثلاً ابو داؤد، احمد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی وغیرہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ یہ قرآن کریم کا دل ہے۔ یہ بات اس کے مضامین سے بھی سمجھ آتی ہے۔ بڑے زور دار طریقہ سے اس میں اسلام کی روح کو اجاگر کیا گیا ہے۔ حسابی لحاظ سے حیران کن بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی ترتیب میں جو جگہ اسے دی گئی ہے وہ بھی تقریباً اس مقام پر جس مقام پر انسان میں اس کا دل ہے مثلاً ترتیبی لحاظ سے یہ سورت قرآن کریم کے مجموعی جنم میں تقریباً 74% فیصد پر آتی ہے۔ یعنی اس سے پہلے تقریباً 74% فیصد قرآن ہے اور اس کے بعد 26%۔

اب آپ اپنے جسم میں اپنے دل کے مقام کا حساب لگائیں۔ جب ہم نے مختلف عمردوں کی عورتوں اور مردوں کو لے کر پاؤں سے دل تک اور دل سے سر تک قد کی پیمائش کی تو معلوم ہوا کہ انسانی دل کا مقام ٹوٹل قدم میں تقریباً 73% فیصد پر ہے۔ پیمائش اور کھڑے ہونے کے انداز کی وجہ سے تھوڑا بہت فرق ہو سکتا ہے لیکن مجموعی حیثیت میں یہی ثابت ہوا کہ جو حیثیت انسانی دل کی انسانی جسم میں ہے وہی حیثیت سورۃ یسین کی مجموعی قرآن میں ہے۔ سبحان اللہ! کون کہے گا کہ کلام پاک کی ترتیب انسانی ہے؟



## منازل قرآن کا حیرت انگیز مجزہ

وَإِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا<sup>۱</sup>  
 فَأُتُوا بِسُورَةٍ فَنْ مِثْلِهِ صَوَادُعُوا شُهَدَاءِكُمْ  
 مَّنْ دُونِ اللَّهِ إِن كُنْتُمْ صَدِقِينَ ۝

”اور اگر تمہیں (اس کتاب میں) جو ہم نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اس جیسی ایک ہی سورت لے آؤ اور اللہ کے سواتھ مبارے جو مددگار ہیں انہیں بھی بلا لاد اگر تم پچھے ہو۔“ (سورۃ البقرۃ آیت مبارکہ ۲۲)

پچھلے ابواب میں ہم نے دیکھا ہے کہ قرآن حکیم کی سورتوں اور پاروں کی تقسیم حسابی زبان میں ترتیب کا ایک مجزہ ہے اور اس بات کا واضح اور غیر مبہم ثبوت ہے کہ اس عظیم پیغام کی کتابی شکل میں ترتیب تک بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مندرجہ ذیل میں آپ دیکھیں گے کہ قرآن کریم کی تلاوت کا عمده ترین طریقہ بھی کسی عجیب حسابی نظام کا حصہ ہے۔

### 10.1 پس منظر

صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم کی تلاوت کے لئے سات منازل مقرر کی ہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے کا شوق رہتا

تھا۔ وہ دل و جان سے چاہتے تھے کہ روزانہ ایک قرآن پاک ختم کر لیا کریں۔ یہ مانگا اس زمانہ کا واقعہ ہے جب وحی الٰہی اپنی تکمیل کو پہنچ چکی تھی یا پہنچنے والی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما جلد از جلد پورے قرآن پاک کا دورہ کرنے کا نہایت شوق رکھتے تھے۔

اس شوق کے عالم میں چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا کہ ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم قرآن مجید کی تلاوت کس طرح کریں؟“ چونکہ اسلام اعتدال کا دین ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ”مہینے میں ایک بار یعنی روزانہ تقریباً ایک پارہ“ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک جوان نے کہا کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ مزید اجازت دیں“ ان کے شوق کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”بہتر ہے تم لوگ پندرہ دن میں ختم کر لیا تو۔۔۔ لیکن کلام اللہ کے ان عاشقوں کے لئے یہ بھی کافی نہیں تھا۔ دوبارہ عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزید رحمت فرمائے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اصرار پر نہ رہا۔ ”تم قرآن حکیم کو سات منزلوں میں پڑھ لیا کرو۔“

(حوالہ ابو داؤد۔ بحوالہ مولانا عبد القوم ندوی ”قرآن پاک اور اس کی حکایات“ صفحہ ۵)

## 10.2 سات منزلوں کی ترتیب

روایات اور احادیث مبارک کے مطابق قرآن حکیم کی منازل حسب ذیل ہیں۔

### جدول نمبر ۳

#### سات منازل ترتیب کا خاکہ

A	منازل	B	سورت سے سورت	C	D
1	سورۃ البقرہ سے سورۃ النساء	3		تعداد سورتیں	آخری سورت نمبر
2	سورۃ مائدہ سے سورۃ التوبہ	5			9
3	سورۃ یونس سے سورۃ الحلقہ	7			16
4	سورۃ الاسراء سے سورۃ الفرقان	9			25
5	سورۃ الشعراء سے سورۃ سبیل	11			36
6	سورۃ الصافات سے سورۃ الجہرات	13			49
7	سورۃ ق سے سورۃ الناس	65			114

نوت: سورت فاتحہ پہلی منزل ہی میں شامل ہے

#### 10.3 منازل میں ترتیب کا مجھہ

جیسا کہ پہلے گزارش ہو چکی ہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ قرآن حکیم کے متعلق کوئی بھی بات اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کے بارے میں اپنی خواہش اور خیال سے بات نہیں کرتے تھے بلکہ ہر بات اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتی تھی۔ اسلئے لازمی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قرآن حکیم کو سات منازل میں تقسیم کیا تو اس کے پیچھے بھی کوئی بہت بڑا راز اور اللہ تعالیٰ کی حکمت ہو گی۔ وہ راز کیا ہے اور ان سات منازل کی اہمیت کیا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس غلام (بیشیر محمود) نے

یہاں بھی وہی حسابی طریقہ استعمال کیا جو وہ پہلے سورتوں اور سپاروں کے متعلق کر چکا تھا۔ منازل اور سورتوں کی نسبت کے درمیان جب گراف بنایا گیا تو آنکھیں حیران رہ گئیں، عقل دنگ رہ گئی کہ قرآن پاک کی یہ ترتیب بھی اپنے اندر ایک مجزانہ حساب چھپائے ہوئے ہے۔ اس کیلئے قارئین کو جدول نمبر ۳ اور گراف نمبر تین کے لاحظہ کی زحمت دی جا رہی ہے۔ وہ دیکھیں گے جس طرح سپاروں اور سورتوں کے درمیان خوبصورت گراف تھا، ویسا ہی حیران کن نظم سورتوں اور منازل کے درمیان ہے۔ شروع میں گراف کی عمودی شرح قدرے کم ہے لیکن جیسے جیسے تلاوت میں قاری آگے بڑھتا ہے۔ بلندیوں کی طرف اڑان میں تیزی آتی جاتی ہے اور ساتویں دن میں جب وہ آخری منزل میں سے گزرتا ہے تو روحانی ترقیوں کا کیا کہنا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ساتویں منزل کی انتہا عرش بریں ہے۔ آخر میں جا کر گراف روحانی بلندیوں کی جانب عمودی طور پر چڑھتا ہے۔

( سبحان اللہ )۔

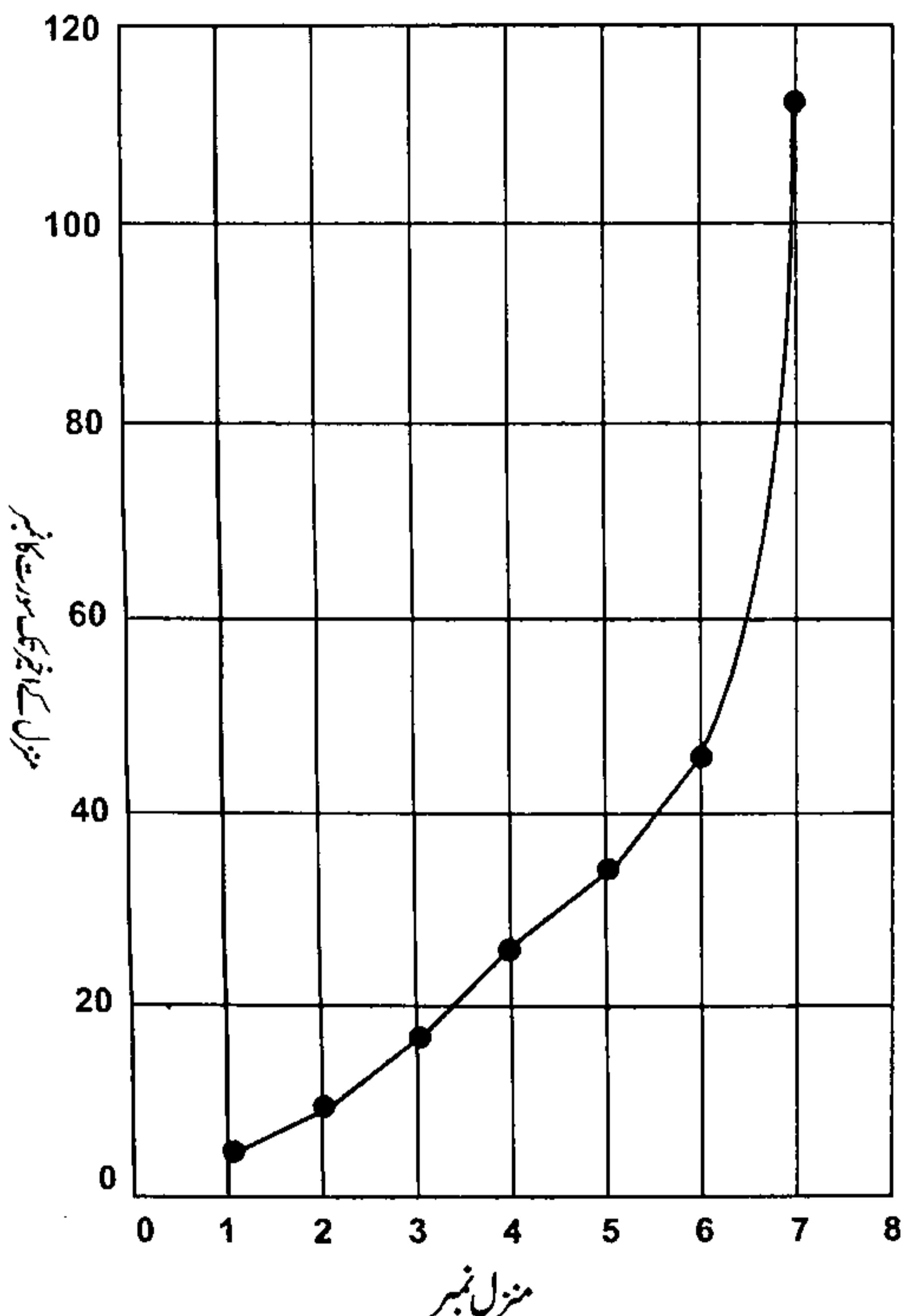
اگر منازل اور سورتوں کی تعداد کے جدول نمبر تین پر آپ غور فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ ہر منزل کے ساتھ دو سورتوں کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہے سورتوں اور منازل کی یہ ترتیب مندرجہ ذیل حسابی فارمولے کے تحت آرہی ہے۔

$$\text{کسی منزل میں تعداد سورہ} = 2 \times \text{منزل} + 1$$

$C = 2 A + 1$	مثال
$3 = 1 + 2 \times 1$	منزل 1
$5 = 1 + 2 \times 2$	منزل 2
$7 = 1 + 2 \times 3$	منزل 3
$9 = 1 + 2 \times 4$	منزل 4
$11 = 1 + 2 \times 4$	منزل 5
$13 = 1 + 2 \times 6$	منزل 6
باقي 65 سورتیں	منزل 7

## گراف جدول نمبر ۳

### قرآن حکیم کی منازل اور سورتوں کے درمیان تعلق کا گراف



مزید حیران کن بات یہ ہے کہ آخری سورت نمبر، منازل کے نمبر اور تعداد سورتوں کے درمیان بھی مندرجہ ذیل حسابی فارمولہ ہے۔

$$\text{منازل کا مریع} + \text{تعداد سورتیں} = \text{آخری سورت کا نمبر}$$

$$D = C + A^2$$

مثلاً چوتھی منزل کا حساب لگائیں  
 $25 = 9 + 4 \times 4$

ساتویں منزل کا حساب لگائیں  
 $114 = 65 + 7 \times 7$

ان قرآنی حسابات میں اللہ تعالیٰ کے کیا راز ہیں۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے یہاں اولی الاباب کے لئے فکر و مذہب کا بہت بڑا موقع ہے۔ مصنف کی استدعا ہے کہ آج کے حسابی دور کی نسبت سے قرآن حکیم کے ایسے معجزات کو مسلم نوجوانوں کے علم میں بہر صورت لا یا جائے تا کہ یقین کی دولت سے مالا مال وہ الحاد کے خلاف دلیل اور ایمان کی قوت سے جارحانہ مقابلہ کر سکیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اتنے بڑے حساب دان تھے کہ انہوں نے قرآن کریم کی منازل کا تعین بھی ایک حسابی فارمولہ سے کیا اس وقت جبکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں خصوصاً عرب جیسے ملک میں تو زیادہ سے زیادہ گنتی بھی بیس یا ستر کے ہندسوں تک تھی۔ مربعوں ضرب جمع تفریق تو بہت دور کی بات تھی۔ اس لئے قرآن حکیم کے حسابی نظام کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

## قرآن کریم میں الفاظ کا مجزانہ انتخاب

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک کائناتی قانون یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے ہر چیز جوڑوں میں پیدا فرمائی ہے۔ سورۃ سین کی آیت پر غور فرمائیے۔

**سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلُّهَا مِمَّا تُبْثِثُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ** ” سبحان ہے وہ ذات پاک جس نے ہر چیز کے جوڑے بنائے جو زمین سے اگتا ہے اور تمہارے اپنے درمیان اور ان میں بھی جنہیں تم نہیں جانتے ہو،“ (36) 36

آیت (36) کے آخری بیان سے صاف ظاہر ہے کہ جوڑوں کے قانون سے کسی چیز کو استثناء حاصل نہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے خصوصی الفاظ میں بھی یہی قانون پایا جاتا ہے۔ پیشک وَ كُلُّ شَيْءٍ أَخْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (12) 36 اور ہر چیز کا پورا حساب امام مبین میں رکھا گیا ہے۔ ذیل میں ہم ان میں سے کچھ پر معنی قرآنی الفاظ کی تعداد اور ترتیب کے مجزانہ نظام پر غور کریں گے۔

(نوٹ مندرجہ ذیل تمام معلومات میں نے پروفیسر اے رشید سیال صاحب کے قرآن کریم کی انگریزی ترجمہ Poetic Stance of the Holy Quran سے اخذ کی ہیں۔ یہ ترجمہ اکتوبر 2006 میں مصنف نے USA سے پبلش کیا۔ (ایڈریس www.authorhouse.com فون 0800-839-8640) (دوسرا حوالہ مصری ڈاکٹر طارق ال سویدی۔ اخوان المؤمنون۔ مصر ہے جن کا کام بھی اس موضوع پر معتبر سمجھا جاتا ہے)۔

## 11.1 دنیا و آخرت کے متعلق کل الفاظ

ہماری زندگی کیلئے دنیا اور آخرت دونوں ہی برابر ہیں۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں اگر لفظ دنیا 115 مرتبہ آیا ہے تو لفظ آخرت بھی 115 مرتبہ ہی آیا ہے۔ اسی لئے ہمیں سکھایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں وَبَنَا أَقْنَا فِي الدُّنْيَا حَسْنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسْنَةً ”اے اللہ ہماری دنیا بھی احسن ہوا اور ہماری آخرت بھی“۔ اس لئے کہ ہم نے آخرت اسی دنیا سے کام کر جانا ہے۔

## 11.2 سات آسمان

جہاں تک آسمانوں کا تعلق ہے قرآن میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان (سبع السُّمُوٰت) بنائے ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ سبع السُّمُوٰت والی آیات بھی سات ہی دفعہ سارے قرآن میں آتی ہیں۔

## 11.3 دن، مہینے اور سال کا حساب

ابھی تک آپ شاید یہ کہیں کہ ابھی تک دی گئی الفاظ کی تکرار تو کوئی خاص بات نہیں۔ لیکن آگے سنیں۔ لفظ ”یوم“ جس کا معنی دن ہے کلام پاک میں 365 مرتبہ آیا ہے۔ آپ کو معلوم ہی ہے ایک شمسی سال میں 365 دن ہوتے ہیں۔ اپنی جمع کی شکل یعنی ”یو میں“ میں یہ 30 مرتبہ آیا ہے۔ جو ایک مہینہ کے قریب (Average) دن ہیں۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی لفظ شہر جس کا مطلب مہینہ ہے۔ وہ بھی پورے قرآن کریم میں 12 ہی مرتبہ استعمال ہوا ہے جو کہ ایک سال میں مہینوں کی تعداد ہے۔ کیا دن، مہینے اور سال کے متعلق الفاظ کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گن کرن کر قرآن کریم میں فٹ کیا ہو گا کہ وہ کلینڈر کے مطابق ہوں؟

## 11.4 مرد اور عورت کے متعلق الفاظ

ابھی بھی اگر کوئی شک ہے تو غور کریں کہ قرآن کریم کے مصنف نے مرد (الرجل الرجال) اور عورت (امراة) کے الفاظ بھی برابر برابر 23 مرتبہ استعمال کیے۔ یہاں ایک دلچسپ

بات یہ ہے کہ جدید سائنس نے دریافت کیا ہے کہ ہر بچہ ماں کے انڈہ اور باپ کے جرثومہ سے 23 (تینیس) اور 23 (تینیس) کروموسوز (Chromosomes) لے کر پیدا ہوتا ہے۔ یعنی قرآن مجید کے مصنف نے جہاں مرد اور عورت کو بحیثیت آدمیت برابر کھا وہاں ان کے خلیات کی حد تک بھی برابری کے نظام کو قرآن کے اندر سمود دیا۔ ( سبحان اللہ )

#### 11.5 جنت اور جہنم کے متعلق الفاظ

جنت اور جہنم دونوں میں کوئی ایک انسان کا آخری مقام ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ان دونوں کیلئے بھی الفاظ برابر برابر یعنی دونوں 77,77 دفعہ سارے قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

#### 11.6 ایمان اور کفر

لوگ اپنے اپنے ایمان کی بناء پر جنت میں جائیں گے اور کفر کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ عجیب بات یہ ہے یہ دونوں متفاہ الفاظ پورے قرآن پاک میں 25,25 مرتبہ استعمال کئے گئے ہیں۔

#### 11.7 ابرار اور فیار کے الفاظ

لفظ ”ابرار“ جسکا مطلب نیک و کار ہے، اس کا اللہ ”فیار“ بدکردار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ان کے استعمال میں بھی تناسب رکھا گیا ہے۔ ابرار 6 مرتبہ آیا ہے اور فیار 3 مرتبہ۔ ہم اس سے یہ مطلب لے سکتے ہیں کہ انسان کے اندر ابرار بننے کے امکانات فیار کی نسبت ڈبل ہیں لیکن افسوس کہ اکثر شیطان کے بہکاوے میں آ کر بدکرداری کی طرف چلے جاتے ہیں۔ لیکن رب العزت سے مایوس نہ ہوں۔ اس کی رحمت اس کے غصب پر غالب ہے۔

#### 11.8 جزا اور مغفرت

سبحان اللہ کے لفظ جزا جس کا مطلب بدله ہے 117 مرتبہ آیا ہے تو اسکے مقابلہ میں لفظ مغفرت جسکا مطلب معافی ہے، اس سے دو گنی مرتبہ یعنی 234 دفعہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ بات

اس بات کی بھی دعوت ہے کہ اعمال تو اچھے کریں لیکن اس سے کہیں زیادہ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگیں۔

### 11.9 کچھ متضاد قوتوں کے بارے میں الفاظ کا استعمال

قرآن کریم کا یہ حیران کن الفاظ کا مجزانہ حسابی چنان و یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اس کتاب میں اگر ملائکہ کا ذکر 68 دفعہ آیا ہے تو ان کے مخالف قوت شیطان کا نام بھی 68 دفعہ ہی لایا گیا ہے۔ خیانت اور خباثت کے متعلق الفاظ بھی 16, 16 دفعہ سارے قرآن میں رکھے گئے ہیں۔

ای طرح شراب کے لفظ خمرا اور اسکے اثر کیلئے لفظ سکاری دونوں 6, 6 دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔ محبت اور اطاعت بھی دونوں ایک جوڑ ہیں۔ یہ دونوں الفاظ بھی کلام اللہ کے خالق نے 107, 107 دفعہ استعمال فرمائے ہیں۔

شکر کا لفظ نعمت پر منون ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے، ناشکرے پر مصیبت آتی ہے دونوں لفظ شکر اور مصیبت 77, 77 دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

### 11.10 شمس اور نور

شمس یعنی سورج کو اللہ تعالیٰ نے روشنی کا منبع بنایا ہے یہ لفظ پورے قرآن کریم میں 33 مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ روشنی یعنی لفظ نور بھی 33 دفعہ ہی آیا ہے۔

### 11.11 حیات اور موت

حیات اور موت انسان کے ساتھ لگی ہیں۔ ایک مکمل جوڑ ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ کلام اللہ میں اگر حیات کیلئے قرآنی الفاظ 145 دفعہ استعمال ہوئے ہیں تو موت کیلئے بھی الفاظ کا مجموعہ 145 دفعہ ہے۔ 145 میں کیا راز ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

### 11.12 بصیرت اور بصارت

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت اور بصارت کی دونوں صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

سارے قرآن کریم میں ان دونوں کا ذکر بھی 148,148 مرتبہ ہوا ہے۔ افسوس ہم پر کہ آنکھ کی بصارت پر زور تو دیتے ہیں لیکن دل کی بصیرت کی طرف توجہ تو کیا اسے دباتے رہتے ہیں۔

### 11.13 آسانی (الیسر) اور مشکل (العسر)

آسانی کیلئے قرآنی لفظ ”الیسر“ اور مشکل کیلئے لفظ ”العسر“ ہے۔ شاید اس لئے کہ جہاں مشکل ہے وہاں آسانی بھی ہے۔ یہ دونوں لفظ بھی سارے قرآن پاک میں 36,36 دفعہ مرتبہ مستعمل ہوئے ہیں۔

### 11.14 سلام اور طیب

شاید اس لئے کہ امن کا تعلق نیکی سے ہے، سارے قرآن کریم میں لفظ ”سلام“ 50 دفعہ استعمال ہوا ہے اور لفظ ”طیب“ بھی 50 دفعہ ہی آیا ہے۔

### 11.15 زکوٰۃ اور برکت

زکوٰۃ کے ساتھ برکت ہے قرآن کریم میں ان دونوں کے متعلقہ الفاظ بھی 32,32 دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

### 11.16 اسلام اور دین

شاید اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ”دین“ اسلام ہی ہے سارے قرآن میں لفظ ”اسلام“ اگر 70 دفعہ آیا ہے تو ”الدین“ بھی 70 دفعہ ہی ہے۔

### 11.17 جہاد اور مسلمین

اسلام کی روح جہاد ہے رب العالمین نے اپنی پوری کتاب میں اس لفظ کو 41 دفعہ استعمال فرمایا ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ لفظ مسلمین بھی 41 دفعہ ہی آیا ہے جو شاید یہ باور کرتا ہے کہ جہاد کے بغیر مسلمین ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔

یہ کچھ مثالیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک بحر ذخیر ہے جسکے اندر حکمت کے نئے نئے موتی چمک رہے ہیں۔ کوئی کتنا بڑا غوطہ خور ہے اتنا کچھ وہ پائے گا۔ لیکن کلام اللہ کے معجزات ختم

نہیں ہوں گے۔ اس کا چیلنج اپنی جگہ پر برقرار ہے۔

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ  
هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

ظَهِيرًا

”نہیں بتادو کہ اگر تمام جن اور انسان اکٹھے ہو جائیں کہ ایک دوسرے کی  
مد سے اس قرآن کی مثل ایک اور قرآن بنالیں، تو ایسا کبھی ممکن نہیں

ہوگا۔“ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 88)



## حیرت انگیز سائنسی انکشافات

بے شک جو سائنس کی انتہا ہے وہ قرآن کریم کی ابتداء ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَاتُؤْبِسُورَةً  
مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَنَا كُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ  
صَدِقِينَ هَفَانُ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي  
وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْجِنَّا تَحْمِلُ أَعْدَاثَ الْكُفَّارِينَ هَ

”اور اگر تمہیں اس امر میں شک ہو کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر  
اتاری ہے، (یہ ہماری ہے یا نہیں) تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنالاد،  
اور اپنے سارے ہم نوادوں کو (بھی) بلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس  
کی چاہو مدد لے لو۔ اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر دکھاؤ (لیکن اگر تم نے ایسا نہ  
کیا)، اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے، تو ذرا اس آگ سے جس کا ایندھن ہیں  
انسان اور پتھر۔ تیار کی گئی ہے مغکرین حق کیلئے“۔ (سورۃ البقرۃ آیت  
(23.24)

قرآن کریم حق ہے اور چونکہ سائنس بھی حق کی ٹلاش میں سرگردان ہے اس لئے بالآخر  
سائنس خود بخود قرآن کریم تک پہنچ رہی ہے۔ مندرجہ ذیل میں ہم اس سلسلہ میں جدید سائنس کی  
کچھ اہم ترین دریافتوں کے حوالہ سے دیکھیں گے جن کا آج سے تقریباً 1450ء سال پہلے قرآن  
کریم اصولی طور پر ان کا اعلان کر چکا تھا۔ یہ محض برف کے لاحدہ دودوے (Giant Ice

Berg کا پانی سے باہر نظر آنوا لاحصہ ہے، جو اس کے اندر ہے وہ ظاہر سے بہت زیادہ ہے جس کے راز وقت کے ساتھ ساتھ کھلتے جائیں گے۔ بہر حال کسی بھی غیر متعصب آدمی کیلئے یہ اس بات کی جھٹ ہے کہ قرآن کریم کسی انسان کی تخلیق نہیں، بلکہ یہ رب العالمین کی وحی ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت دنیا کو دی گئی تھی۔

اصل سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر طبیعت کے بارے میں اسکی باتیں صحیح ہیں تو پھر مابعد الطبیعت کی باتوں پر کیسے شک کیا جاسکتا ہے؟ مندرجہ ذیل موازنہ کسی بھی سلیم الطبع انسان کی ہدایت کے لئے کافی ہونا چاہیے۔

## 12.1 کائنات ہمیشہ سے نہیں

بیسویں صدی کے نصف تک سائنس یہ کہتی آئی ہے کہ کائنات کو دوام حاصل ہے، یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ لیکن 1950 کی دہائی میں ہونے والی دریافتوں نے اس نظریہ کو بدل ڈالا اور اب سائنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ کائنات بھی ایک تخلیقی عمل ہے جس کا کوئی پندرہ ارب سال پہلے اچانک بگ بینگ سے آغاز ہوا۔ سائنسدانوں کیلئے یہ بات حیران کن ہونی چاہیے کہ ان کی ان دریافتوں سے بہت پہلے قرآن کریم میں بار بار اعلان کیا گیا تھا کہ اللہ کائنات کا خالق ہے اس نے اس کو شروع کیا اور وہی اسے ختم کرے گا۔ مثلاً فرمایا اِنَّهُ هُوَ الْيُنْدِيُّ وَيُعِينُ ۖ ۸۵ (13) ”بے شک وہی ہے جو ہر چیز کو لا وجہ سے وجود میں لاتا ہے اور پھر مار کرنے سے پیدا کرتا ہے۔ اِنَّهُ خَالِقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔“ ”بے شک وہ آسمانوں اور زمین (کائنات) کا خالق ہے۔“ قرآن پاک میں اس نوعیت کی سینکڑوں آیات ہیں جو بار بار یہ بتاتی ہیں کہ کائنات ہمیشہ سے نہیں بلکہ دوام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔

## 12.2 اچانک تخلیقی امر کا اصول

قرآن کریم کا عام تخلیقی اصول خواہ اس کا تعلق بگ بینگ سے ہو یا کسی اور معاملہ سے،

یہ ہے کہ تخلیقی امر ہمیشہ اچانک معرض وجود میں آئے گا۔ کوائم مکینکس (Quantum Mechanics) کی سائنس بھی یہی بتاتی ہے کہ ہر نئی تخلیق اچانک جست Jump (Jump) سے ہوتی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو، جبکہ قرآن کریم میں نیصلہ کن انداز میں یہ قانون قدرت موجود ہے کہ ہر نئی تخلیق دراصل اللہ کے امر کن کا جواب ہے،

”إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا آأَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ“ (82:36)

”بے شک جب اللہ کسی چیز کا ادارہ کر لیتا ہے تو اس کا امر (حکم) صرف یہ ہے کہ ہو جا (کن) تو وہ ہو جاتی ہے (کیکون)۔“

### 12.3 کائنات پھیل رہی ہے

1924 سے پہلے سائنس یہ سمجھتی تھی کہ کائنات مانند ایک جامد گولہ ہے جس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ 1920 کی دہائی میں امریکین سائنسدان ہبل (Hubble) نے ستاروں کے مشاہدے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔ جس قدر کوئی ستارہ دور ہے اسی قدر اس کی آگے بڑھنے کی رفتار بھی زیادہ ہے۔ سائنسدانوں نے ہبل کی اس دریافت سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر ستارے مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں تو تماضی بعید میں ستارے اپنے موجودہ مقامات سے قریب تر ہوں گے۔ مزید تحقیقات نے ثابت کیا کہ کائنات کی ہر سمت میں ستاروں کے آگے بڑھنے کا عمل جاری ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ کائنات پھیل رہی ہے۔

یہ کہ کائنات مسلسل وسیع تر ہو رہی ہے جدید سائنس کی یہ بہت بڑی دریافت تھی جس پر کئی سائنسدانوں کو نوبل پرائز بھی ملے ہیں۔ انتہائی حیران کن بات یہ ہے کہ ان دریافتوں سے بہت پہلے قرآن کریم نے اپنے انداز میں یہ حقیقت صاف طور پر واضح کر دی تھی کہ کائنات جامد نہیں بلکہ مسلسل کھل رہی ہے۔ فرمایا:-

”وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدِٰ وَإِنَّا لَمُؤْسِعُونَ“ (51) (47)

”اور ہم نے آسمان کو (کائنات) اپنے ہاتھ کے بل سے بنایا اور ہم یقیناً اس کو پھیلارہے ہیں۔“

آیہ مبارک نہ صرف یہ بتاتی ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے بلکہ یہ بھی کہ کیوں پھیل رہی ہے۔ اللہ کے ہاتھ کے استعارہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بگ بینگ ایسے تھا جیسے لٹو کو گھما دیا جاتا ہے اور اس گھماو میں پھیلا و بھی ہے اور گھونسے کی حرکت بھی۔ چنانچہ آج سائنس یہ دیکھ رہی ہے کہ ایسے سے لے کر گیلیکسیز تک ہر چیز اپنے مدار پر گھوم رہی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کی اتنی بڑی بات کو قرآن کریم نے تھوڑے سے الفاظ میں کس حیرت انگیز طریقہ سے واضح کر دیا۔ مساواۓ سبحان اللہ اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

## 12.4 ابتدائی مادہ کی شکل

یہ کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ اپنی ابتداء میں یہ ایک بے جسم طاقت کا گولہ ہو گی جو بگ بینگ سے پھٹ گیا۔ اس لمحہ اس میں دباؤ کی قوت اور درجہ حرارت لا انتہا تھا۔ سائنس بتاتی ہے کہ تخلیق کے کافی عرصہ بعد تک بھی دباؤ اور درجہ حرارت اربوں ڈگری رہا۔ اس دور میں کائنات محض تو انائی اور مادہ کے بنیادی ذرات (Fundamental Particles) پر مشتمل تھی جسے سائنس پر ایم ارڈیل گیسز (Primordial Gases) کا نام دیتی ہے۔ قرآن کریم اس دور کے متعلق فرماتا ہے کہ **ئُنَّمَا أَسْتَوْى إِلَى السَّمَاءَ وَهِيَ دُخَانٌ** ”پھروہ آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ابھی تک دخان یعنی مانند دھواں تھا“ (11) (41)۔ سبحان اللہ ابتدائے کائنات کی کیسی مثال ہے۔

## 12.5 کائنات کے پھیلاؤ اور توازن میں باہمی تعلق

سائنس بتاتی ہے کہ اس دور میں دباؤ اور درجہ حرارت کی وجہ سے کائنات میں شدید ہائل تھی، کوئی توازن نہیں تھا۔ توازن قائم کرنے کیلئے ایک خاص حجم (Critical Volume) ضروری تھا۔ یوں یوں کائنات پھیلتی گئی اس کا درجہ حرارت اور دباؤ کم ہوتا گیا اور کائناتی مواد میں توازن آنے لگا۔ سائنس کی یہ دریافت واقعی ایک کمال ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ جدید سائنس سے بہت پہلے قرآن نے کائنات میں توازن اور اس کے پھیلاؤ میں تعلق کو واضح کر دیا تھا۔ فرمایا: ”وَالسَّمَاءُ رَفِعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ“ (7: 55)۔ اور ہم نے آسمانوں کو رفت بخشی اور توازن قائم کیا۔ یعنی کائنات میں توازن کے لئے پھیلاؤ ضروری ہے۔ ستارے اس وقت معرض وجود میں آئے جب کائنات کی حد تک کھل چکی تھی اور اس میں توازن پیدا ہو چکا تھا۔

## 12.6 رتقی کائنات (Super Black Hole)

کائنات کے آغاز کے متعلق جدید سائنس کی یہ بھی قابل فخر دریافت ہے کہ شروع میں ساری کائنات، ستارے، سیارے، ہر چیز ایک جگہ اکٹھی مرکب تھی۔ کوئی علیحدہ وجود نہیں تھا۔ تو انہی اور مادہ کے اس مکثہ کا نام بنیادہ مادہ (Primordial Matter) رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم نے سائنس کی اس عظیم دریافت سے صدیوں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ کبھی زمین و آسمان سب ہی ایک جگہ اکٹھے تھے۔ فرمایا: ”أَوَلَمْ يَرَ الْذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا“، یعنی ان لوگوں نے جو (قرآن) کا انکار کرتے ہیں کیا یہ دیکھنہیں لیا کہ سب آسمان اور زمین کبھی ایک مرکب (رتق) تھے اور پھر ہم نے انہیں علیحدہ کر دیا۔ (سورہ الاعجیاء آیت ۳۰)۔ رتق ایک ایسا مکثہ ہے جس میں اجزاء کی اپنی حیثیت واضح نہ ہو۔ سبحان اللہ ابتدائے کائنات کی اس سے بہتر تشبیہ کیا ہو سکتی ہے پھر یہ رتق گولہ ثبت مادہ (Matter) اور منفی مادہ

(Antimatter) میں پھٹ کر دو علیحدہ وجود کی شکل میں ہو یہا ہوا۔

ذرا آیت مبارکہ کے انداز خطاب پر بھی غور کر لیں، فرمایا اولمْ يَرَ الْذِينَ كَفَرُوا کیا قرآن کا انکار کرنے والوں نے یہ نہیں دیکھا۔۔۔۔۔؟ یوں یہ آیت مبارک ایک پیش گوئی بھی تھی۔ یعنی کائنات کے متعلق یہ سائنسی دریافت سب سے پہلے غیر مسلم کریں گے اور معاملہ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔

## 12.7 پانی زندگی کیلئے ناگزیر حقیقت

سورۃ الانبیاء کی آیت مبارکہ ۳۰ کے اگلے حصہ میں ایک اور بہت بڑی سائنسی دریافت کا انکشاف کیا گیا ہے۔ بیاوجست انیسویں صدی کے آخر میں اس نتیجہ پر پہنچ کر ہر زندہ چیز، حیوانات و نباتات کا آغاز پانی سے ہوا۔ لیکن ان سے چودہ صدیاں پہلے قرآن پاک بتا چکا تھا۔ ”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلًّا شَيْءًا حَتَّىٰ طَأَفَلَا يُؤْمِنُونَ“ یعنی ہم نے ہر ایک چیز کو جوزندہ ہے پانی سے بنایا، کیا تم پھر بھی ایمان نہیں لاوے گے۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۳۰) آیت مبارک کا آخری حصہ افَلَا يُؤْمِنُونَ انسان کی ضمیر کو چیلنج ہے کہ وہ اگر سائنس پر ایمان لاتا ہے تو قرآن پر کیوں نہیں لاتا جس نے سائنس سے بہت پہلے اس کی دریافتوں کو آشکارا کر دیا تھا۔

## 12.8 کائنات ہمیشہ کیلئے نہیں ہے

قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں بتایا گیا ہے کہ ہر چیز کی انتہا اس کی فتا ہے وقت مقرر ہو چکا ہے جب زمین و آسمان، سمجھی کی سمجھی کائنات تباہ و بر باد ہو جائے گی۔ کچھ عرصہ پہلے تک سائنس قرآن کریم کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتی تھی۔ لیکن اب اس دریافت کے بعد کہ کائنات ایک تخلیق ہے سائنس اب قرآن کریم کی قیامت والی بات پر بھی یقین لانے لگی ہے کہ یہ ہمیشہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ ایک وقت آنے والا ہے جب یہ ختم ہو جائیگی۔ نہ صرف یہ بلکہ سائنس قرآن

کریم میں بتائے گئے قیامت کے مختلف واقعات اور مناظر کی بھی تصدیق کرنے لگی ہے۔ مثلاً سائنس اب اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ سورج کا ایندھن کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا اور وہ سکڑ جائے گا۔ جبکہ قرآن کریم پہلے ہی یہ فیصلہ دے چکا تھا کہ، ”وَهُوَ الَّذِي آتَى نَاسَنَا نَحْنُ نَجْوَمُ الْأَكْدَارِ“ (سورۃ التوہر ۸۱۔ آیات ۱-۲) سائنس اور قیامت کے بارے میں مزید تفصیلات کیلئے مصنف کی کتاب ”قیامت اور حیات بعد الموت“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

## 12.9 جہاں اور بھی ہیں

کائنات اپنی جگہ بجا لیکن سائنس اس مسئلہ پر سرگردان ہے کہ کیا ہماری طرح کی زندگی اس میں کسی اور جگہ بھی ہے؟ قرآن یہ بتاتے ہیں کہ ایسا ہونا چاہیے لیکن ستاروں کے درمیان فاصلے اتنے زیادہ ہیں کہ یہ بعید القیاس ہے کہ ان مخلوقات سے کبھی رابطہ قائم ہو سکے۔ بہر حال قرآن کریم کی ابتداء ہی اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بے شمار دنیاوں کا رب ہے فرمایا **الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** ۰ ”تعريف اس اللہ کی جو سب جہانوں کی پروردش کرنے والا ہے۔“ عالمین جو ہے عالم کی جس کا مطلب ہے کہ یہی ایک جہاں نہیں بلکہ بے شمار ہیں جو ”ہر دم اپنی بقا کے لئے اسی کے سوالی ہیں“ فرمایا: **يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانِ** ۰ (39) 55 کہ جو کہیں بھی آسمانوں میں اور زمین پر ہے اپنی ضروریات کے لئے اسی سے سوال کرتا ہے۔ یہ بھی بتایا کہ کائنات کا نظام انتہائی مستعد (Extremely Dynamic) ہے اس میں ہر گز ہر گز موجودیں بلکہ ہر آنے والا وقت ایک نئی شان والا ہے۔ قرآن کریم کی آیات سے یہ بھی نظر آتا ہے کہ شاید وہ وقت دور نہیں جب زمینی انسان کی دوسری دنیاوں کی مخلوقات سے ملاقات ہو۔

## 12.10 خلائی تنبیر

سائنس کی انتہائی کامیابیوں میں خلائی سفر کی استطاعت حاصل کرنا ہے۔ قرآن نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے خوشخبری دی، ”ہاں تم زمین و آسمان کے کناروں (Horizons) سے نکل سکتے ہو بشرطیکہ تم اس طاقت کا انتظام کرو جو اس کام کے لئے لازم ہے“ فرمایا: یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْأَنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُ وَإِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُ وَاٰطِ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَنٍ ۝ (سورۃ الرّحمن آیت ۳۲) انسان اب ایسے طاقتور را کٹ تو ایجاد کر چکا ہے جن پر بیٹھ کر وہ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ سے نکل چکا ہے یعنی سورۃ الرّحمن کی اس سے اگلی آیت میں جس خطرے سے اسے خبردار کیا گیا ہے وہ مسلسل اپنی جگہ پر رہے گا۔ فرمایا: يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُواظُ فَنْ نَارٌ لَا وَنْ حَاسُ فَلَا تَنْتَصِرُنِ ۝ (سورۃ الرّحمن آیت ۳۲) یعنی جب تم أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ سے آگے جاؤ گے تو تم پر گرم گیسوں کی آگ حملہ آور ہو گی۔ یہ آگ کون سی ہے؟ سائنس نے اب جا کر معلوم کیا ہے کہ بیرونی فضاوں میں ہمارے سورج جیسے اربوں ستارے ہر آن لامہ انتہا ریڈیشن (Radiation) کی بمبارڈمنٹ (Bombardment) پھینکتے ہیں جن سے پنج کرنکل جانا بڑی مشکل بات ہے۔ ہمارے اپنے سورج کے مدار میں بھی مشی پھواریں (Solar Flares) اکثر حملہ آور ہوتی رہتی ہیں، جن سے موافقی سیاروں کو نقصان پہنچنے کا ہر وقت احتمال ہے۔ سو پچھنے کی بات یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو 1400 سال پہلے یہ باتیں کس نے بتائیں؟

## 12.11 قوانین قدرت اٹل ہیں

آئن شائن جدید سائنس کا باوابے آدم سمجھا جاتا ہے۔ 1904ء میں اس نے یہ معرکہ

آراء بات دریافت کی کہ زمان و مکان میں ہر جگہ ہر وقت ایک ہی قانون فطرت ہیں، ہماری زمین ہو یا کائنات کا دوسرا سرا، سائنسی قوانین میں کسی جگہ فرق نہیں۔ اگر زمین پر روشی کی رفتار تمن لا کہ کلو میٹر فی سینٹ ہے تو کسی بھی اور جگہ یہی رفتار ہو گی۔ یعنی قانون خداوندی میں کوئی تبدیلی نہیں۔ آئن شائن کو اس دریافت پر جتنی بھی مبارک دی جائے کم ہے لیکن اس قرآن کے بارے میں کیا کہو گے جس نے سارے چودہ سو سال پہلے بتا دیا کہ رب العالمین کے اصول اُن ہیں لا تبدیل لِکَلِمَتِ اللَّهِ (64)۔ اللہ کی بات میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

آئن شائن کی نسبتی تھیوری (Theory of Relativity) سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ کائنات میں ہر چیز کسی قانون کے مطابق اور ایک مقررہ پروگرام کے مطابق چل رہی ہے۔ سائنس کے اس بنیادی اصول کو قرآن کریم نے صدیوں پہلے ان الفاظ میں بیان فرمادیا: ”مَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٌ مُسَمَّىٰ“ ہم نے آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان نہیں پیدا کیا کسی چیز کو مگر اصول حق کے ساتھ اور ایک مقرر وقت کے لئے۔ (سورۃ الاحقاف ۳۶۔ آیت ۳)

کائنات کے متعلق سائنسی قوانین کی آئن شائن کی ان عظیم دریافتتوں کے نتیجہ میں مشہور سویندش سائنسدان نسل بوہر نے 1930ء میں کوامیک مکینک (Quantum Mechanics) کی بنیاد اس بات پر کھلی کہ روشی کے فوٹون چھلانگوں میں سفر کرتے ہیں، نئی چیزوں کا ظہور ارتقائی نہیں بلکہ اچانک وقوع پذیر ہوتا ہے، ایک حالت سے دوسری حالت میں تغیر بھی اچانک چھلانگ یعنی (Quantum Jump) سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نیل بوہر کی اس دریافت سے قرآن حکیم نے صدیوں پہلے بتا دیا تھا کہ ہر تخلیقی امر ارتقائی نہیں بلکہ ”کن“ سے شروع ہوتا ہے۔ ”وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ“ (سورۃ القمر آیت 50) یعنی ہمارا حکم امر واحدہ ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکتا۔ (50) اور مزید واضح کر دیا۔ ”بِشَكِ اللَّهِ تَعَالَى جَبَ كُوئی بھی کام کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔“ (82)

کائنات کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس کا دار و مدار چند ایک مخصوص نمبروں پر ہے جنہیں سائنس میں فطری عدد (Constants of Nature) کا نام دیا گیا ہے۔ کہیں بھی ہوں، کیسے بھی حالات ہوں یہ فطری عدد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مقرر شدہ ہیں۔ اگر ان میں ذرہ بھر بھی تفاوت آجائے تو کائنات کا سارا کا سارا نظام بکھر جائے مثلاً کشش ثقل، ایتم کے اندر مقناطیسی طاقت کی نسبت کئی گناہ کمزور ہے اگر یہ تھوڑا سا بھی زیادہ ہوتی تو کائنات کب کی ختم ہو گئی ہوتی، اگر تھوڑا سا کم ہوتی تو ابھی تک فضادھویں سے بھری ہوتی۔ اسی طرح اگر ایتم کے اندر الیکٹران کا چارج پروٹون کی نسبت اربواں حصہ بھی کم ہوتا تو کوئی حیواناتی اور نباتاتی زندگی ممکن نہ ہوتی، نہ ہم ہوتے اور نہ کوئی اور ہوتا۔ یعنی کائنات کا سارا نظام پہلے سے مقرر شدہ مخصوص اعداد میں وہی کی زبان میں کہی گئی تھی وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌ ”ہر ایک امر مقرر شدہ ہے“ (34) اور مزید ارشاد ہوا سبجح اسم ربک الاعلیٰ ۝ الذی خلق فسیٰ ۝ والذی قدر فهڈی ۝ ”اپنے رب کے نام کے گن گاؤ جو سب سے اعلیٰ ہے، جس نے یہ سب کچھ پہلی بار پیدا کیا، پھر اسے سنوارا اور ہر چیز کا حساب مقرر کیا اور سب کو اپنے اپنے کام پر لگادیا“ (سورۃ الاعلیٰ آیت ۱-۳)۔ سورۃ الملک کی آیت مبارک ۳ اور ۴ میں تمام انسانوں بیشول سائنسدانوں کو چیلنج کیا گیا ہے۔

مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ قَوْتٍ طَ فَازِجِعٍ  
الْبَصَرَ لَا هُلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ ۝ كُلُّمْ ازِجع البَصَرَ  
كَرَّتِينَ يَنْقَلِبُ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَ هُوَ حَسِيرٌ ۝  
”کیا تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی کمی دیکھتا ہے؟ نگاہ اٹھا کر دیکھ، کیا تجھے  
کوئی نقش نظر آیا؟ ۝ بار بار نگاہ پڑا، بلاشبہ تیری نظر پلٹ آئے گئی تیری

طرف حیرت زده اور عاجز ہو کر (تجھے کوئی کمی نظر نہیں آئیگی) ۰ ”  
کیا ساری کائنات کے بارے میں ایسی زبردست حقیقتی باتیں 1440 سال پہلے حضرت  
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود سے کہہ سکتے تھے؟ پھر بھی وہ قرآن کوئی نہیں مانتے؟ افسوس!

## 12.12 زمان و مکان کا نسبتی نظریہ

ڈاکٹر آن شائن نے سب سے پہلے وقت کی نسبت (Relativity of Time) کا نظریہ بھی پیش کیا۔ لیکن قرآن پاک ان سے بہت پہلے ہی بتا چکا تھا کہ وقت کا انحصار شاہد (Observer) پر ہے، کسی کا دن ہمارے ہزار برس کے مطابق ہے اور کسی کا پچاس ہزار برس ہمارے ایک دن کے برابر اور کسی پر دن یعنیگی کا بھی ہو سکتا ہے۔ (حوالہ آیت 47 سورہ الحج، سورہ العنكبوت آیت 14، سورہ السجدہ آیت 5)

## 12.13 کائنات کا سکڑا و

جیسے پہلے کہا جا چکا ہے کہ سائنس اب قرآن کریم کی اس بات کو بھی تسلیم کرتی ہے کہ کائنات کا انجام اس کی فنا ہے جس کے نتیجہ میں ایک نئی کائنات پیدا کی جائیگی۔ یہ کیسے ہو گا؟ اس بارے سائنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مستقبل میں کائنات کے پھیلاوہ کا عمل رک جائیگا جس کے بعد یہ سکڑنے لگے گی اور پھر ایک دھماکہ سے دوبارہ پیدا ہو گی۔ اس دھماکہ کا نام بگ اپلویشن (Big Implosion) رکھا گیا ہے۔ سائنسدانوں کیلئے یہ بات حیران کن ہو گی کہ قرآن کریم نے ان سے صدیوں پہلے کائنات کے آغاز اور انجام کے متعلق اعلان کر دیا تھا **يَوْمَ نَعْطُوِي الْمَمَأَ كَطَنِي السِّجْلَ لِلْكُتُبِ** ۖ **كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ** **نَعْيَدُهُ** ۖ **وَعْدًا عَلَيْنَا** ۖ **إِنَّا كُنَّا فُعِلِّيْنَ** ۝ ”وہ دن آئیوالا ہے جب ہم یقیناً کائنات کو لپیٹنے والے ہیں، جیسے ایک طومار (Scroll) کو لپیٹا جاتا ہے۔ ایسے ہی ہم نے اسکی تحقیق کا پہلے آغاز کیا تھا اور اب پھر سے ہم

کرنے والے ہیں یہ لازمی وعدہ ہے ہمارا جو ہو کر رہے گا (سورہ الانبیاء ۲۱۔ آیت مبارکہ ۱۰۳)۔ سبحان اللہ!

## 12.14 پوشیدہ مادہ (The Hidden Matter)

جہاں تک یہ سوال کہ پھیلتی ہوئی کائنات کیسے رکے گی سائنسدان اس بارے کائنات میں غیبی مادے (Hidden Matter) کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ اپنی کشش ثقل کی بناء پر غیبی مادہ پھیلاو کی قوت کے خلاف کام کرتا ہے۔ جب بھی مخالف قوت بڑھ جائیگی تو پھیلاو رک جائیگا، جو اس کی قیامت کا باعث ہو گا۔ سائنسدانوں کے لئے یہ بات اچنچا ہو گی کہ قیامت کے حوالہ سے قرآن کریم بھی غیبی مادے کی بات کرتا ہے فرمایا: **وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** ط وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلْمَحٌ الْبَصَرٌ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ ط إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ۱۶(77)

”اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کا غیب ہے اور قیامت کا وقت ایسا ہے جیسے ایک پلک جھپکنا یا اس سے بھی کم، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (77) ۱۶ ایک ہی آیت میں **غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** اور قیامت کا ذکر یہ واضح کرتا ہے کہ قیامت کی وجہہ مادہ غیب ہو گی۔“

## 12.15 کائنات گھوم رہی ہے

بیسویں صدی سائنس کی ایک اور شاندار دریافت یہ ہے کہ کائنات میں ہر چیز گھوم رہی ہے۔ کہکشاں میں اور کائناتی دنیا میں اپنے اپنے مدار پر چکر کاٹ رہی ہیں۔ ستاروں کے اردوگرداں کے سیارے اپنے مدار میں چکر لگا رہے ہیں۔ کہکشاوں میں ستاروں کے جھرمٹ اپنی اپنی منزلوں پر گامزن ہیں۔ سورج فضا میں ایک مقررہ راستے پر چھٹے پانچ ارب سال سے چھو سو میل فی سینٹ کی رفتار سے اپنے مدار پر بھاگا جا رہا ہے۔ کائناتی دنیاوں کا تو کیا کہنا، بالکل انہی کی طرح ایتم کے مرکز (Nucleous) کے اردوگردا لیکثران گھوم رہے ہیں۔ سماں ہے چودہ سو سال پہلے جب جدید سائنس کا کوئی وجود نہیں تھا لوگ ستاروں کو آسمان کی چھت سے لٹکے ہوئے روشنی کے دینے

نگھتے تھے اس وقت قرآن کریم اعلان کرتا ہے **والشمس تجري لمستقر لها يعني** ”سورج اپنے مقرر شدہ راستے پر ہمیشہ سے بھاگا چلا جا رہا ہے“ (سورۃ یسین)۔ سورج اور چاند کے بارے میں بتاتا ہے **والشمس والقمر بحسبان يعني** ”سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ کام کر رہے ہیں“ (سورۃ الرحمن)۔ یہ کہ حرکت اور گھماو کائنات کی ہر چیز کی فطرت میں لکھا جا چکا ہے، اس عظیم سائنسی دریافت کے متعلق بھی قرآن کریم نے اپنے انوکھے اسلوب میں اعلان کرتا ہے کہ ”**والسماء ذات الوجع**“ (۱۱) ۸۶ **يعني** ”کائنات (کی ہر چیز) کی فطرت میں گھومنا ہے“۔ لہذا یہ قانون خداوندی ہے کہ ایتم ہو یا اس سے چھوٹے ذرات، کہکشاں میں ہوں یا نوٹل کائنات اپنے اپنے مدار پر گھومنا ان کے ذیزاں کا حصہ ہے۔ سبحان اللہ قرآن کریم نے اتنی بڑی بات کو کس خوبی سے چند الفاظ میں بیان فرمادیا۔

## 12.16 جوڑوں میں تخلیق کا قانون

مشہور برٹش سائنسدان ڈیراک (Deraaq) نے ۱۹۳۳ء میں یہ بہت بڑی دریافت کی کہ کائنات میں مادہ منفی اور ثابت (Particle and antiparticles) جوڑوں پر مشتمل ہے جو آغاز کائنات میں برابر برابر ظہور میں آیا۔ پری گپ بینگ سے پہلے صفر والی حالت تھی۔ پھر اچانک یہ صفر برابر تعداد میں ثابت اور منفی ذرات میں تقسیم ہو گیا۔ یوں منفی اور ثابت کائنات لا وجہ وجود سے وجود میں آگئی۔ ڈیراک نے مادہ کے منفی اور ثابت جوڑوں کی دریافت پر نوبل انعام حاصل کیا۔ ڈیراک کی اس دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ جوڑوں کا یہ قانون ہر مقام پر کام کر رہا ہے۔ اگر ایکشن ہے تو ری ایکشن بھی ساتھ ساتھ ہو گا، منفی کے ساتھ ثابت لازمی ہے۔ اگر ایک ستارہ دریافت ہوتا ہے تو اس کا جڑواں بھائی بھی کہیں ہونا چاہیے، ایتم کے اندر الیکٹران کے ساتھ پروٹون بھی ہو گا، قوارق اور لیپٹان کے جوڑے بھی ساتھ ساتھ ہو گئے۔ انسان کے خون میں سرخ اور سفید خلیات،  $X$  اور  $Y$  کر دوسو مر، نباتات میں میل (Male) اور فی میل (Female) کے

جوڑے بھی ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔

یوں سائنس جوڑوں میں تخلیق کا نظام ہر جگہ دیکھ رہی ہے۔ لیکن سائنسدانوں کے لئے یہ بات قابل غور ہونی چاہیے کہ جوڑوں کی تخلیق کی بات ڈیراً ق سے چودہ سو سال پہلے قرآن حکیم نے ہی بتائی تھی۔ فرمایا: ”**وَمَنْ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ**“۔ ” یعنی ہر ایک چیز میں ہم نے جوڑے بنائے شاید تم غور کرو اور نصیحت حاصل کرو“ (49) 51۔ اور پھر سورۃ یسین میں فرمایا: ”**سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ وَجَعَلَهَا مَمَّا تُبْتَغَى**“۔ ” یعنی ہر ایک چیز میں ہم نے جوڑے بنائے اور خداون کی ذات میں اور ان چیزوں میں جنہیں وہ جانتے بھی نہیں“، یہ آیت اس بات کی بھی دلالت کرتی ہے کہ ابھی انسان نے جوڑوں کے قانون کے مطابق بہت کچھ اور بھی دریافت کرنا ہے۔

## 12.17 پہاڑ زمین کی میخیں

انیسویں صدی میں سائنس نے پہاڑوں کے بارے میں معلوم کیا کہ یہ زمین میں گڑے ہوئے ہیں۔ ان کی جڑیں ہیں جوان کی بلندی سے بھی زیادہ گہری ہو سکتی ہیں اور ان کا ایک مقصد سطح زمین پر توازن قائم رکھنا ہے۔ قرآن مجید نے یہاں بھی سب سے پہلے بتا دیا تھا کہ پہاڑ زمین میں کیلوں (Nails) کی طرح گڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا **أَلَمْ فَجَعَلِ الْأَرْضَ** مَهْدَهُ **وَالْجِبالَ أَوْتَادَ** (سورۃ النباء آیت ۷۔ ۶) ”کیا ہم نے زمین کو مانند فرش اور پہاڑوں کو اس میں مانند کیل نہیں بنایا“۔ کیا خوبصورت مثال ہے۔ اب جا کر معلوم ہوا ہے کہ پہاڑوں کی جڑیں زمین میں ان کی بلندی سے بھی زیادہ پھیلی ہوئی ہیں۔

## 12.18 زمین پر فضائی حفاظتی حصار

انیسویں صدی میں سائنس نے یہ بہت اہم دریافت کی کہ زمین کے اوپر تھے در تھے حفاظتی

حصار (Protective Layer) کا سلسلہ ہے جو ہمارے لئے ایک چھٹ کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ فضائی چھٹ آسمانوں کی طرف سے گرنے والے میٹریوت (Meteoroids) اور خطرناک شعاعوں کو زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی روک لیتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین پر کسی طرح کی زندگی بھی ناممکن ہوتی۔ بلکہ یہ بھی سورج کے خاندان کے دیگر ساروں کی مانند ایک مردہ چیل میدان ہوتی۔ یہ چھٹ سات کزوں پر مشتمل ہے جن میں اہم ترین ہوائی کردہ، مقناطیسی کردہ، اووزون کردہ شامل ہیں۔ ان کے بغیر بیرونی دنیا سے آنے والی خطرناک شعاعیں اور ذرات ہمیں بھون کر کھ دیتے۔ سبحان اللہ قرآن کریم نے صدیوں پہلے بتایا وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّخْفُظًا اور ہم نے آسمان مانند ایک محفوظ چھٹ کے بنایا (32) اور پھر سورۃ الانبیاء کی آیت 12 میں وضاحت فرمائی کہ یہ چھٹ سات مضبوط طبقات پر مشتمل ہے۔ وَبَنَيْنَا فَوَقَكُمْ سَبْعَ عَشِيدَادَاه ” اور ہم نے تھارے اوپر سات نہایت مضبوط رکاوٹیں (Barrier) بنائی ہیں۔ (سورۃ النباء آیت ۱۲)۔ سائنس کا یہ کمال ہے کہ بیسویں صدی کی تحقیقات کے نتیجے میں ان سات مضبوط رکاوٹوں کی حقیقت کو تفصیل سے سمجھا گیا ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو پھر بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم وحی الٰہی نہیں۔

## 12.19 حرارت کا دوسرا قانون

حرارت کا دوسرا قانون 2nd Law of Thermodynamics سائنس کا بنیادی قانون ہے جس کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ ہر چیز مسلسل اپنی موت کی طرف بڑھ رہی ہے، نظام (Order) خود بخود بے نظامی (Disorder) میں بدلتا جاتا ہے۔ اگر روناہ جائے تو وقت کے ساتھ ساتھ ہر توازن (Stability) فساد (Unstability) کی نظر ہو جائیگا، اگر بیرونی عوامل کی مدد سے اصلاح نہ ہوتی رہے تو ہر چیز سوری یا بدریتباہ و بر باد ہو جائیگی اس لئے کہ خرابی مسلسل عمل ہے۔ (Entropy)

یقیناً کائنات کو سمجھنے کے لئے سائنس کی یہ ایک قابل فخر دریافت ہے۔ لیکن سائنسدان

کیلئے یہ بات چونکا دینے والی ہے کہ قرآن کریم نے ان سے بہت پہلے دنیا کو یہ اصول ذیا کہ ثبات صرف اللہ کی ذات پاک کے لئے ہے باقی سب کچھ مٹ جانے والا ہے۔ فرمایا: **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانِ** ۰ (سورۃ الرحمٰن آیت۔ ۲۶) یعنی کائنات میں ہر چیز بلا استثناء فنا ہو جانے والی ہے۔ (إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ مَغْرِبًا اللَّهُ صَاحِبُهُ).

## 12.20 ماحول کی حفاظت

پچھلی چند صدیوں سے صنعتی اور سائنسی ترقی کو استعمال کرتے ہوئے یورپی اور امریکی اقوام نے جس بے رحمی سے زمینی ماحول کو نقصان پہنچایا ہے اب اس سے انسان کی اپنی بقاء خطرہ میں پڑ گئی ہے۔ ہزاروں قسم کی بنا تاتی اور حیوانی زندگی ناپید ہو چکی ہے۔ ماحول کی اس قدر خرابی کے بعد اب جا کر دنیا میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ زمینی ماحول کو خراب ہونے سے بچایا جائے ورنہ زندگی تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ افسوس کہ انسانیت نے قرآن مجید کو نظر انداز کر کھاتھا جس میں اللہ تعالیٰ نے 1400ء سال پہلے انسان کو وارننگ (Warning) دی تھی۔ ”**وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا طَذِكْرُكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ**“ (85) ۷۔ ”اب جبکہ زمین کی اصلاح ہو چکی ہے اس میں فساد برپانہ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا اگر تم ایمان والے ہو“ (85) ۷ یعنی زمین میں موجود توازن کو خراب نہ کرو۔ اور یہی حکم سورۃ البقرہ آیت ۱۱، سورۃ الاعراف آیت ۵۶ میں بھی دیا گیا ہے۔ ”**وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعاً طَ إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ فَمَنِ الْمُخْسِنِينَ**“ ۰ ”اور زمین میں فساد نہ پھیلاو۔ اس کی اصلاح کے بعد اور اس (اللہ) سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت طلب کرتے ہوئے (اصلاح کیلئے) دعا کرو، بے شک اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے (56) ۷ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماحول کو خراب کرنا نہ

صرف ایک ظلم ہے بلکہ ایک بہت بڑا جرم بھی ہے جس کی سزا سے مساوی اللہ کے اور کوئی نہیں پچاسکتا۔

## 12.21 سمندروں کے اندر بربز خی حصار

سائنس نے کچھلی صدی میں گھرے سمندروں پر تحقیقات کیں تو معلوم ہوا کہ ان کے اندر میٹھے اور کھارے پانی کے دریا، ٹھنڈے اور گرم پانی کی انہار ساتھ ساتھ ہوتی ہیں، لیکن پھر بھی جدا جدا ہیں۔ یہ بات سائنسدانوں کے لئے حیران کن ہو گی کہ انکی ان دریافتوں سے بہت پہلے کتاب اللہ میں یہ بتایا جا چکا تھا۔ **مَرْجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيْنَ ۝ يَئِنَّهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيْنَ ۝** (سورۃ الزمین آیت ۱۹، ۲۰) یعنی (اللہ تعالیٰ نے سمندروں میں) رواں کے ہیں دو دریا جو پاس پاس ہیں، ان کے درمیان ایک پردہ ہے کہ وہ آپس میں ملتے نہیں۔ (سورۃ الزمین آیت ۱۹، ۲۰) آج سے کچھ عرصہ پہلے قرآن کے طالب علم کیلئے اس آیہ پاک کو سمجھنا مشکل تھا لیکن جدید بحری تحقیقات نے یہ مشکل آسان کر دی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ سمندروں کی گھرائیوں میں میٹھے اور نمکین پانی، گرم اور ٹھنڈے پانی کے دریا باوجود وادیوں کے ساتھ ساتھ بہہ رہے ہیں آپس میں کچھ غلبی رکاوٹوں کی وجہ سے اپنا وجود علیحدہ علیحدہ برقرار رکھتے ہیں۔

## 12.22 سمندر کی گھرائیوں میں اندھیرا

پروفیسر درگا راؤ دنیا کے جانے پہچانے ماہر بحری ار斐ات ہیں اور وہ شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی، جده ( سعودی عرب ) میں پروفیسر بھی رہ چکے ہیں۔ (---) ان سے درج ذیل آیت مبارکہ پر تبصرہ کرنے کیلئے کہا گیا:

**أَوْ كَظُلْمَتِ فِي بَحْرِ لِجْجٍ يَفْشِهُ مَوْجٌ ۝ مَنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ ۝ مِنْ فَوْقِهِ**

سَحَابٌ طُلُمْتٌ مَّبْعَضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۝ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكُنْ  
يَرَهَا طَوَّ مَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ ۝

”یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گھرے سمندر میں اندھیرا کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے، اس کے اوپر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل، تاریکی پر تاریکی مسلط ہے۔ آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے۔ اللہ تعالیٰ جسے نور نہ بخشے اس کیلئے پھر کوئی نور نہیں“۔ (سورۃ النور آیت 40)

پروفیسر راؤ نے کہا کہ سامنس دان صرف حال ہی میں جدید آلات کی مدد سے یہ تصدیق کرنے کے قابل ہوئے ہیں کہ سمندر کی گھرائیوں میں تاریکی ہوتی ہے۔ یہ انسان کے بس سے باہر ہے کہ وہ 20 یا 30 میٹر سے زیادہ گھرائی میں اضافی ساز و سامان اور آلات سے لیس ہوئے بغیر غوطہ لگا سکے۔ علاوہ ازیں، انسانی جسم میں اتنی قوت برداشت نہیں کہ جو 200 میٹر سے زیادہ گھرائی میں پڑنے والے آبی دباو کا سامنا کرتے ہوئے زندہ بھی رہ سکے۔ یہ آیت مبارک تمام سمندروں کی طرف اشارہ نہیں کرتی کیونکہ ہر سمندر کو پرت در پرت تاریکی کا حامل قرار نہیں دیا جاسکتا، البتہ یہ آیت مبارک بطور خاص گھرے سمندروں کی جانب متوجہ کرتی ہے کیونکہ قرآن پاک کی اس آیت میں بھی ”وسیع اور گھرے سمندر کی تاریکی“ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

عام روشنی کی ایک شعاع سات رنگوں سے مل کر بنتی ہے۔ یہ سات رنگ بالترتیب بخشی، کاسنی، نیلا، سبز، پیلا، نارنجی، سرخ (Vibgyor) ہیں۔ روشنی کی شعاع جب پانی میں داخل ہوتی ہے تو انعطاف (Refraction) کے عمل سے گزرتی ہے۔ اوپر کے دس سے پندرہ میٹر کے دوران پانی میں سرخ رنگ جذب ہو جاتا ہے۔ لہذا اگر کوئی غوطہ خور پانی میں پھیس میٹر کی گھرائی

تک جا پہنچے اور زخمی ہو جائے تو وہ اپنے خون میں سرخی نہیں دیکھے پائے گا کیونکہ سرخ رنگ کی روشنی اتنی گہرای تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسی طرح 30 سے 50 میٹر تک کی گہرای آتے آتے نارنجی (اور نج) روشنی بھی مکمل طور پر جذب ہو جاتی ہے پہلی روشنی 50 سے 110 میٹر تک، سبز روشنی 100 سے 200 میٹر تک، نیلی روشنی 200 میٹر سے کچھ زیادہ تک جب کہ کاسنی اور بخششی روشنی اس سے بھی کچھ زیادہ گہرای تک پہنچتے پہنچتے مکمل طور پر جذب ہو جاتی ہیں، پانی میں رنگوں کے اس طرح ترتیب وار غالب ہونے کی وجہ سے سمندر بھی تہہ در تہہ کر کے تاریک ہوتا چلا جاتا ہے، یعنی اندر ہیرے کا ظہور بھی روشنی کی پروتوں (Layers) کی شکل میں ہوتا ہے۔ 1000 میٹر سے زیادہ کی گہرای میں مکمل اندر ہیرا ہوتا ہے۔ (بحوالہ ذاکر ذا کرنا نیک، ”قرآن اور سائنس“، اوشنز از ایلڈر اور پرنیا صفحہ 27)

## 12.23 نوع انسانی کیلئے شفا

شہد کی مکھی کنی طرح کے پھلوں اور پھولوں کا رس چوتی ہے اور اسے اپنے ہی جسم کے اندر شہد میں تبدیل کرتی ہے۔ اس شہد کو وہ اپنے چھتے میں بننے خانوں (Cells) میں جمع کرتی ہے۔ آج سے صرف چند صد یوں قبل ہی انسان کو یہ معلوم ہوا ہے کہ شہد اصل میں شہد کی مکھی کے پیٹ (Belly) سے نکلتا ہے، مگر یہ حقیقت قرآن پاک نے 1400 سال پہلے درج ذیل آیت مبارکہ میں بیان کر دی تھی:

ثُمَّ كُلِّي مِنْ كُلِّ الْثَّمَرَاتِ فَأَسْلَكِي سُبْلَ رَبِّكِ ذُلْلَا طَيْخُرُجُ  
مِنْ مُبْطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ الْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ طَإِنْ فِي  
ذِلِكَ لَا يَعْلَمُ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

”ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس، اور اپنے رب کی ہمواری کی ہوئی راہ پر چلتی

رہ۔ اس مکھی کے (پیٹ کے) اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کیلئے۔ یقیناً اس میں بھی ایک نشانی ہے ان کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں،” (سورۃ النحل آیت 69)

یہ حقیقت جو قرآن کریم میں صدیوں پہلے بتائی گئی تھی میڈیکل سائنس نے اسے حال ہی میں تسلیم کیا ہے کہ شہد میں واقعی شفا بخش خصوصیات پائی جاتی ہیں اور یہ اوسمط درجے کے دافع غفونت (ماں لڈا فٹی سینیک) کا کام بھی کرتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں رویوں نے بھی اپنے زخمی فوجیوں کے زخم ڈھانپنے کیلئے شہد کا استعمال کیا تھا۔ شہد کی خاصیت ہے کہ یہی کو برقرار رکھتا ہے اور بافتوں پر زخموں کے بہت ہی کم نشان باقی رہنے دیتا ہے۔ شہد کی کثافت (Density) کے باعث کوئی پھپھوندی یا جراشیم، زخم میں پروان نہیں چڑھ سکتے۔

سٹرکیروں نامی ایک عیسائی راہبہ (Nun) نے برطانوی شفا خانوں میں سینے اور الزاریم کے عارضوں میں بہتلا بائیکس 22 ناقابل علاج مریضوں کا علاج پرولپوس (Propolis) نامی مادے سے کیا۔ شہد کی تکھیاں یہ مادہ پیدا کرتی ہیں اور اسے اپنے چھتوں کو جرثوموں کے خلاف سربند (Seal) کرنے کیلئے استعمال کرتی ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی پودے سے ہونیوالی الرجی میں بہتلا ہو جائے تو اسی پودے سے حاصل شدہ شہد اس شخص کو دیا جا سکتا ہے تاکہ وہ الرجی کے خلاف مزاحمت پیدا کر لے۔ شہد و نامن کے اور فرکٹوز (ایک طرح کی شکر) سے بھی بھر پور ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں شہد اس کی تشكیل اور خصوصیات کے بارے میں جو علم دیا گیا ہے اسے انسان نے نزول قرآن کے صدیوں بعد اپنے تجربے اور مشاہدے سے دریافت کیا ہے۔ (بحوالہ ذاکر ذاکر نائیک ”قرآن اور سائنس صفحہ 57)

قرآن کریم میں انسان کی پیدائش سے متعلق جو معلومات دی گئی ہیں وہ جدید سائنس کیلئے بھی حیران کن ہیں۔ انہیں سائنسی علوم کے حوالہ سے سمجھنے کیلئے 1970 کی دہائی میں یمن کے معروف عالم، شیخ عبدالجید الزندانی کی قیادت میں مسلمان اسکالروں کے ایک گروپ نے جنیدیات (Embryology) کے بارے میں قرآن پاک اور مستند احادیث سے معلومات جمع کیں اور انہیں انگریزی میں ترجمہ کیا۔ پھر انہوں نے قرآن پاک کے ایک مشورے پر عمل کیا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِنِي إِلَيْهِمْ فَسَلَوْا أَهْلَ  
اللَّذِكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

”اے نبی! ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی رسول نبیجے ہیں آدمی ہی نبیجے ہیں جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم خود نہیں جانتے“۔ (سورۃ النحل آیت 43)

جب قرآن پاک اور مستند احادیث مبارکہ سے جنیدیات کے بارے میں حاصل کی گئی معلومات سمجھا ہو کر انگریزی میں ترجمہ ہو گئیں تو انہیں پروفیسر ڈاکٹر کیتھ مور کے سامنے پیش کیا گیا۔ ڈاکٹر کیتھ مور، یونیورسٹی آف ثورانٹو (کینیڈا) میں ڈیپارٹمنٹ آف اناثوی کے سربراہ اور جنیدیات کے پروفیسر ہیں۔ آج کل وہ جنیدیات کے میدان میں مقتدر اور معتبر ترین شخصیت بھی ہیں۔

ڈاکٹر کیتھ مور نے جنیدیاتی معلومات سے متعلق قرآن و حدیث سے حاصل شدہ مواد پر تقریباً 80 سوالوں کے جوابات دیے، قرآن و حدیث میں جنیدیات کے حوالے سے موجود علم صرف جدید سائنسی معلومات سے ہم آہنگ ہی نہ تھا بلکہ بقول ڈاکٹر کیتھ مور اگر آج سے تیس سال پہلے مجھ سے ہی سب سوالات کیے جاتے تو سائنسی معلومات کی عدم موجودگی کے باعث میں ان میں

سے آدھے سوالوں کے جوابات بالکل بھی نہیں دے سکتا تھا۔

اسی سلسلہ میں ڈاکٹر جو سپمن، بیلر کالج آف میڈیسین، ہیوئیشن (امریکہ) میں شعبہ حمل ورچگی (آبستنیر کس اینڈ گائنا کالوجی) کے چیئرمین ہیں۔ ان کا کہنا ہے ”احادیث، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہی ہوئی باتیں، کسی بھی طرح مصنف کے زمانے (ساتویں صدی عیسوی) میں دستیاب سائنسی معلومات کی بنیاد پر پیش نہیں کی جاسکتی تھیں، اس سے نہ صرف یہ معلوم ہوا کہ جنینیات (Genetics) اور مذہب (یعنی اسلام) میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ قرآن میں ایسے بیانات موجود ہیں جن کی توثیق کئی صدیوں بعد ہوئی۔ جس سے اس (یقین) کو تقویت ملتی ہے کہ قرآن کریم میں دیا گیا علم واقعی خدا کی طرف سے آیا ہے۔“

## 12.25 تین تاریک پردوں کی حفاظت میں رکھا گیا بطن

ماں کے بطن میں بچے کی پروش اور رحم مادر کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے:

خَلَقَكُمْ مِّنْ نُفُسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زُوْجَهَا وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ  
الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَةً أَرْوَاجٍ طَيْخُلْقَكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهِتَكُمْ خَلْقًا مِّنْ ۝  
بَعْدِ خَلْقِ فِي ظُلْمَتِ ثَلَثٍ طَذِلْكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ طَلَّا  
إِلَهٌ إِلَّا هُوَ جَ فَإِنَّى تُضَرَّفُونَ ۝

”ای نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر وہی ہے جس نے اس جان سے اس کا جوڑا بنا�ا اور اسی نے تمہارے لئے مویشیوں میں سے آٹھ زو ماڈہ پیدا کیے۔ اور وہ تمہاری ماوں کے پیٹوں میں تین تاریک پردوں

کے اندر تھیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے بادشاہی اسی کی ہے، کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے۔ پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو۔” (سورۃ الزمر آیت ۶)

پروفیسر ڈاکٹر کیتھ مور کے مطابق، قرآن پاک میں تاریکی کے جن تین پردوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

☆ فلمِ مادر کی اگلی دیوار

☆ رحمِ مادر کی دیوار

☆ غلافِ جنین اور اس کے گرد پٹی ہوئی جھلی

امریکہ میں چوتھی کے ایک سائنسدان پروفیسر مارشل جونس سے (جو فلاڈلفیا میں واقع تھوڑسے جیفرسن یونیورسٹی میں اناٹومی ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ اور اسی یونیورسٹی میں ڈینیبل انٹیشوٹ کے ڈائریکٹر بھی ہیں) یہ کہا گیا کہ وہ جدیدیات کے حوالے سے آیات قرآنی پر تبصرہ کریں۔ پہلے انہوں نے کہا کہ متعدد جتنی مراحل کو بیان کرنے والی قرآنی آیات کسی بھی طرح سے اتفاق کا حاصل نہیں ہو سکتیں، اور ہو سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بہت ہی طاقتور خرد بین رہی ہو۔ جب انہیں یہ یاد دلایا گیا کہ قرآن کریم کا نزول 1400 سال پہلے ہوا تھا اور دنیا کی اولین خرد بین بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینکڑوں سال بعد ایجاد ہوئی تھی، تو پروفیسر جونس نے اور یہ تسلیم کیا ایجاد ہونے والی اولین خرد بین بھی دس گنا سے زیادہ بڑی ہبہ دکھانے کے قابل نہیں تھی اور اس کی مدد سے واضح (خرد بینی) منظر بھی دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ بعد ازاں انہوں نے کہا: ”سردست مجھے اس تصور میں کوئی تازعہ دکھائی نہیں دیتا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

قرآن پاک کی آیات پڑھیں تو اس وقت یقیناً کوئی آسمانی (الہامی) قوت بھی ساتھ میں کا فرماتھی،۔ (بحوالہ ذاکر ناٹیک ”قرآن اور سائنس صفحہ 71-61)

## 12.26 نشانات انگشت (Finger Prints)

نشانات انگشت (Finger Prints) ہر انسان کا امتیازی نشان ہیں کوئی بھی دوآدمی

نہیں جن کے فنگر پر نہ ایک جیسے ہوں۔ اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَيْسُّحَسْبُ الْإِنْسَانُ إِنْ نُجْمَعَ عِظَامَهُ ۝ بَلِّي قَدِرِيْنَ عَلَىٰ أَنْ  
نُسَوِّيَ بَنَانَهُ ۝

”کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکیں گے؟ کیوں نہیں؟ ہم تو اس کی الگیوں کی پور پور تک ٹھیک بنادیئے پر قادر ہیں“۔ (سورۃ القيمة آیت 34-4)

کفار اور ملحدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص مر جانے کے بعد مٹی میں مل جاتا ہے اور اس کی ہڈیاں تک خاک کا پیوند ہو جاتی ہیں، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ قیامت کے روز اس کے جسم کا ایک ایک ذرہ دوبارہ سمجھا ہو کر پہلے والی (زندہ) حالت میں واپس آجائے۔۔۔ اور اگر ایسا ہو بھی گیا تو روز محشر اس شخص کی ٹھیک ٹھیک شناخت کیوں کر ہوگی؟ رب ذوالجلال نے مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں اسی اعتراض کا بہت واضح جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) صرف اسی پر قدرت نہیں رکھتا کہ ریزہ ریزہ ہڈیوں کو واپس سمجھا کر دے۔ بلکہ اس پر بھی قادر ہے کہ ہماری الگیوں کی پوروں تک کو دوبارہ سے پہلے والی حالت میں ٹھیک ٹھیک طور پر لے آئے۔

سوال یہ ہے کہ جب قرآن کریم انسانوں کی انفرادی شناخت کی بات کر رہا ہے تو ”الگیوں کی پوروں“ کا خصوصیت سے تذکرہ کیوں کر رہا ہے؟ سرفراز گالٹ کی تحقیق کے بعد

1880 میں نشانات انگشت (فٹنگر پرنس) کو شناخت کے سامنی طریقے کا درجہ حاصل ہوا۔ آج ہم یہ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں کوئی بھی افراد کی الگیوں کے نشانات کا نمونہ بالکل ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ ہم شکل جڑواں افراد کا بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر میں مجرموں کی شناخت کیلئے ان کے فٹنگر پرنس ہی استعمال کیے جاتے ہیں۔

کیا کوئی بتاسکتا ہے کہ آج سے 1400 سال پہلے کس کو نشانات انگشت کی انفرادیت کے انفرادیت کے بارے میں معلوم تھا؟ یقیناً یہ علم رکھنے والی ذات اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ (بحوالہ ڈاکٹر ڈاکٹر نائیک "قرآن اور سائنس صفحہ 75")

## 12.27 جلد میں درد کے آخذے (Receptors)

پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ محسوسات اور دردو وغیرہ کا انحصار صرف دماغ پر ہوتا ہے۔ البتہ حالیہ دریافتوں سے یہ معلوم ہوا کہ جلد میں درد کو محسوس کرنے والے آخذے (Receptors) ہوتے ہیں۔ اگر یہ خلیات نہ ہوں تو انسان درد کو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

جب کوئی ڈاکٹر کسی مريض میں جلنے کے باعث پڑنے والے زخموں کا معائنہ کرتا ہے تو وہ جلنے کا درجہ (شدت) معلوم کرنے کیلئے (جلے ہوئے مقام پر) سوئی چھوکر دیکھتا ہے۔ اگر سوئی چھینے سے متاثرہ شخص کو درد محسوس ہوتا ہے تو ڈاکٹر کو اس پر خوشی ہوتی ہے..... کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جلنے کا زخم صرف باہر کی حد تک ہے اور درد محسوس کرنے والے خلیات (درد کے آخذے) محفوظ ہیں۔ اس کے برخلاف، اگر متاثرہ شخص کو سوئی چھینے پر درد محسوس نہ ہو تو یہ تشویشناک امر ہوتا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جلنے سے بننے والے زخم کی گہرائی زیادہ ہے اور درد کے آخذے بھی مردہ ہو چکے ہیں۔

درج ذیل آیت مبارکہ میں قرآن کریم نے بہت واضح الفاظ میں درد کے آخذوں کی

موجودگی کے بارے میں بیان فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِإِيمَانٍ سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا طَكْلُمَا نَضِجَتْ  
جُلُودُهُمْ بَدَلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُو قُوا الْعَذَابُ طَانَ اللَّهُ  
كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا

”جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے انہیں بالیقین ہم  
آگ میں جھوٹکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس  
کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔  
اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب  
جاننا ہے۔“ (سورۃ النساء آیت 56)

تحالی لینڈ میں چیانگ مائی یونیورسٹی کے ڈیپارٹمنٹ آف انائومی کے سربراہ پروفیسر  
تیگاتا تیجا سان نے درد کے آخذوں پر تحقیق میں بہت وقت صرف کیا ہے۔ پہلے تو انہیں یقین  
ہی نہیں آیا کہ قرآن کریم نے 1400 سال پہلے اس سائنسی حقیقت کا اکشاف کر دیا ہوگا۔ بعد  
از اس جب انہوں نے مذکورہ آیت قرآنی کے ترجمے کی باقاعدہ تصدیق کر لی تو وہ قرآن پاک کی  
سائنسی درستگی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ سعودی عرب کے شہر ریاض میں منعقدہ آئندوں سعودی طبی  
کانفرنس کے موقع پر (جس کا موضوع قرآن پاک اور سنت میں سائنسی ثانیاں تھا) انہوں نے  
بھرے مجھے میں فخر و انبساط کے ساتھ کہا:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ الرَّسُولُ اللَّهُ

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے  
رسول ہیں“ (بحوالہ ڈاکٹر ذاکر نائیک ”قرآن اور سائنس صفحہ 76)

## 12.28 مخلوقات لا انتہا ہیں

زیادہ درینہیں گزری جب انسان کا کائنات کا تصور صرف زمین تک محدود تھا اور علم کی حد ان کیلئے وہی تھی جو وہ دریافت کر پچے تھے۔ سب سے پہلے کائنات کی رفتار اور لا انتہا کو دیکھتے ہوئے مشہور سائنسدان نیوثن نے کہا تھا کہ ”میرا حال اس پنجے کا سا ہے جو سمندر کے کنارے ریت کے گھروندے سے کھیل رہا ہے دریافتوں کے لئے گھرا سمندر میرے سامنے ہے“، قرآن نے صدیوں پہلے بتایا تھا کہ ”اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی بن جائیں اور اس کے بعد سمندر اور بھی ہوں تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے یقیناً اللہ عزت والا حکمت والا ہے“ (27:31)۔ مطلب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی کوئی انتہا نہیں۔ ان تک کلی رسائی انسان کیلئے کبھی بھی ممکن نہیں ہوگی جب تک تحقیق کا عمل جاری رہے گا ہر روز اللہ تعالیٰ کی نئی نئی باتیں سامنے آئیں گی۔ قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ جب انسان کی فکر بڑی محدود تھی، اس کی دنیا بڑی چھوٹی تھی، پہلی دفعہ اس نے انسانی سوچ کو لامحدود درفت عطا کی۔ آج سائنس کی لامحدود جستجو اسی کا نتیجہ ہے اور یقین ہونا چاہیے کہ دریافت کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو گا۔

## 12.29 سمسی اور قمری سالوں کا حساب

جو بیسویں صدی میں دریافت ہوا

قری سال اور سمسی سال میں بالکل صحیح (Exact) تعلق کیا ہے، یہ بیسویں صدی کی دریافت ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہوا جب سورج اور چاند کے مدار پر ان کی صحیح رفتار کا پتہ چلا یا گیا اور نہایت قابل اعتبار (Accurate) کلاؤ کے ذریعہ وقت کی پیمائش کی دسترس حاصل ہوئی۔ ان ایجادات اور سائنسی دریافتوں کے نتیجہ میں آج ہم جانتے ہیں کہ ایک سمسی سال 365 دن نہیں بلکہ 365.2422 دن کے برابر ہے اور ایک قمری سال میں 354.60394 دن ہوتے

ہیں۔ اس حساب کی درستگی (Accuracy) کا اندازہ آپ اعشاریہ کے بعد آنیوالے اعداد سے لگاسکتے ہیں۔

انہی دریافتوں میں یہ بھی ہے کہ ایک قمری مہینہ میں 29.550329 دن ہوتے ہیں۔ قمری اور شمسی سال میں اس قدر درست حسابی تعلق کی دریافت بیسویں صدی کا کمال ہے۔

اب ذرا قرآن کریم کی طرف آئیے۔ اگر آپ کو بتایا جائے کہ اس کتاب میں قمری اور شمسی سال میں جو تعلق بیسویں صدی کے آخر میں جا کر معلوم ہوا ہے وہ 1400 سال پہلے ہی اس میں لکھ دیا گیا تھا تو کیا آپ اس بات کو تسلیم کریں گے؟ ایمانداری سے فیصلہ کریں کہ کیا آج سے چودہ سو سال پہلے انسان کو سورج اور چاند کے متعلق اس درجہ کے درست حساب کا علم تھا؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید کسی حساب دان کو یہ پتہ ہو کہ چاند کا سال 355 دنوں کا ہوتا ہے اور سورج کے حساب سے سال 365 دنوں کا ہوتا ہے لیکن اعشاریہ کے درجوں تک درست حساب کا تو اس وقت کیا انیسویں صدی میں بھی کسی کو پتہ نہیں تھا۔ آئیے اب دیکھیں کہ قرآن کریم میں ان دونوں میں کیا تعلق بتایا گیا تھا۔

اس کیلئے قرآن کریم کی سورۃ کہف کی آیات 7 سے 26 تک غور فرمائیں۔ اصحاب کہف چند مسلمان نوجوان تھے جو اس وقت کے کافر حکمران کے تشدد سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے جہاں وہ ایک لمبی مدت گہری نیند سوئے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ اٹھایا تو زمانہ بدل چکا تھا۔ اس وقت سے یہ بحث چلی آرہی تھی کہ وہ غار میں کتنا عرصہ سوتے رہے؟ کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ۔ بالآخر جب بھی سوال یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نیت لینے کیلئے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے نہایت واضح الفاظ میں بتایا کہ وہ اس حالت میں 300 سال (شمسی) جو کہ 309 سال قمری کے برابر ہوتے ہیں، رہے۔ ذرا وحی الہی پر غور فرمائیے۔ وَلِبُشُوا فِی کَهْفِهِمْ ثَلَاثٌ هِمْ سِنِينَ وَأَرْذَادُوا تِسْعًا ”اور وہ مٹھرے اپنے غار میں (شمسی تقویم کے مطابق) تین سو 300 سال اور (اگر قمری تقویم کے لحاظ سے پوچھتے ہو تو) نو 9 زائد کرو۔“ اسکے

بعد فرمایا قُلَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا حَلَةٌ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَابِصُرْ بِهِ وَأَسْمَعْ طَ  
مَالَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلَيْ "آپ فرمادیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جتنا وہ ٹھہرے۔ اس کیلئے  
ہی آسمانوں اور زمین کے سب غیب (کی باتیں)، وہ سب کچھ دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ اس کے سوا  
ان کا کوئی والی نہیں"۔ (25) 15 - یوں اصحاب کھف کے غار میں ٹھہرنے کی مدت دونوں شمسی  
اور قمری حسابوں کے مطابق بتا دی۔ یعنی اگر شمسی میں پوچھتے ہو تو یہ 300 سال تھے اور اگر قمری میں  
چاہتے ہو تو یہ 309 سال تھے۔

اب قرآن کریم کے اس تقویمی حساب کو جدید ترین شمسی اور قمری سالوں کے درمیان جو  
تعلق معلوم ہوا ہے اس حساب سے چیک کرو اور آخری اعشار یہ تک دیکھو کہ کیا اس حساب میں کوئی  
فرق ہے؟

300 سال شمسی میں دن =  $109572.66 = 365. \frac{2422}{300}$  دن ہوتے ہیں۔

309 سال قمری میں دن =  $109572.66 = 354. \frac{60394}{309}$  دن ہوتے ہیں۔

سبحان اللہ! سائنس کے جدید ترین حساب اور قرآن کریم کے حساب میں کس قدر  
آخری اعشار یہ کی حد تک بھی صحیح صحیح مطابقت پائی گئی ہے۔ کیا اس کے بعد بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ  
قرآن کریم کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب ہے؟ اگر ایک عامی بات کہ اصحاب کھف 300 سال  
شمسی یا 309 سال قمری کی مدت تک غار میں سوئے رہے اس قدر درست اور صحیح طریقہ سے بتائی  
گئی ہے تو قرآن کریم کی حیات بعد الموت کی باتوں پر آپ کیسے شک کر سکتے ہیں؟ صرف وہی  
کریں گے جو اپنے گناہوں کی وجہ سے ہدایت کی توفیق کھو چکے ہیں۔

## سمندروں اور خشکی کی نسبت

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ زمین کا 75% حصہ پانی سے اور 25% فیصد حصہ خشکی ہے لیکن سائنسی طور پر یہ بات صحیح نہیں۔ دراصل جدید ترین سائنسی دریافتوں کے بعد پتہ چلا ہے کہ کہ ارض پر 71.11111% حصہ پانی ہے۔ اور 28.88888% حصہ خشکی ہے۔ یہ وہ جدید ترین حساب ہے جس کا صحیح صحیح اندازہ اس وقت ہوا جب خلاء سے زمین کی تصویریں لی گئیں اور جغرافیہ والوں نے ایسی ہزاروں تصویریوں کی جمع تفريع کو جدید کمپیوٹروں کے ذریعے پر کھا۔ اب آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوں اور تعصّب کو چھوڑ کر ایمانداری سے فیصلہ کریں۔ سارے قرآن کریم میں لفظ برعینی خشکی (Land) 13 دفعہ آیا ہے اور لفظ بحر یعنی سمندر (Ocean) 32 دفعہ واقع ہوا ہے۔ اگر دونوں کو جمع کریں تو 45 ہوئے۔ اگر آپ میرک تک کے حساب سے واقف ہیں تو آپ کیلئے یہ دیکھنا آسان ہو گا کہ 13 خشکی اور 32 تری کی 45 کے مجموع سے کیا نسبت ہے۔

خشکی کی مجموعی زمینی رقبہ سے نسبت،  $13 \text{ تقسیم } 45 = 28.88888$

تری کی مجموعی زمینی رقبہ سے نسبت،  $32 \text{ تقسیم } 45 = 71.11111$

سبحان اللہ! فرمائیے کون ہے وہ جس نے سارے کے سارے قرآن کریم میں براور بحر کے لفظ کے چنان اور ان کی تعداد کو بھی اس طرح گھن کر رکھا کہ وہ اصل کے مطابق ہوں؟ مساواۓ خالق کائنات جس نے زمین کو خشکی اور تری میں تقسیم کیا اور کون ہو سکتا ہے؟ اگر یہ مانتے ہو تو پھر رب العالمین نے قرآن کریم کی سورۃ روم آیت 41 میں جو حکم دیا ہے اس پر بھی سوچ لیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتِ النَّاسُ لِيُذِيقُهُمْ بَعْضُ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ”خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا لوگوں کی اپنے ہاتھوں کی کمائی

کی وجہ سے، تاکہ (اللہ تعالیٰ) انہیں مزہ چکھائے ان کے بعض بداعمال کا۔ شاید کہ وہ براہی سے باز آ جائیں،<sup>30(41)</sup>

اس سے اگلی آیت کریمہ 42 میں ارشاد ہے کہ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوَا  
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَكْفَرُهُمْ مُشْرِكُونَ ۝ تاریخ عالم اس بات کی  
گواہ ہے۔ زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ بداعمال کی وجہ سے تم سے پہلے قوموں کا کیا حشر ہوا تھا۔ اگر  
پہنچاہتے ہو تو قرآن حکیم کی سچائی پر یقین کرو، اور اس پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ اس سے اگئی آیت میں  
حکم دیتا ہے کہ

فَإِنْمَا وَجْهُكَ لِلَّذِينَ الْقَيْمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ "لَا مَرْدَلَةٌ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ  
يَسْتَدْعُونَ ۝ "آپ اللہ تعالیٰ کی طرف پورے طور سے متوجہ ہو جاؤ بیشتر اس کے وہ دن بھی  
آجائے جس جس کا متاخر ہو جاتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوگا۔ اس دن لوگ الگ الگ پھٹ  
جائیں گے۔ جو کفر کرتا ہے اس کے کفر کا اس پر و بال ہوگا اور جو اچھا کام کرتا ہے وہ بھی اپنے ہی  
(بھلے کیلئے) کرتا ہے۔"<sup>30(43-44)</sup>

سوچئے!

یہ تو چند مثالیں ہیں، درستہ قرآن کریم میں فطرت کے رازوں سے جو پردہ اٹھایا گیا ہے  
اس کے بیان کیلئے پوری کتاب چاہیے۔ اس سے بھی حیران کن اور مجذونا تو قرآن کا حسابی نظام  
ہے جس کی تفصیلات اسی کتاب میں آپ آگے دیکھیں گے۔ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ قرآن کریم  
کے حروف، اسکے الفاظ، آیات اور سورتوں کی ترکیب اور ترتیب کس طرح 1400 سال پہلے ایک  
ایسے حساب کے مطابق ڈیزائن کی گئی جو آج بھی طاقتور کمپیوٹروں کے لئے مشکل ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیسے ممکن ہوا کہ ساڑھے چودہ سو سال پہلے عرب جیسے پس ماندہ  
ملک میں ایک ایسا آدمی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتا، جس شہر میں وہ رہتا

ہے وہاں جہالت اور بت پرستی کا دور دورہ ہے، جب وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو ایسی ایسی باتیں کرنا شروع کر دیتا ہے جن کی گھرائی تک ماہرین عمرانیات، معاشیات، تاریخ دان، حساب دان اور سائنسدان ایک لمبے عرصہ کی تحقیقات کے بعد پہنچے ہیں؟ اس عظیم ہستی نے یہ سب کہاں سے سیکھا؟

**أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا**  
لوگ قرآن کریم میں کیوں غور و مذہب نہیں کرتے، کیا ان کے دلوں پر تالے لگ چکے ہیں؟

جب لوگ اس سے پوچھتے تو وہ صادق الامین شخص (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کہتا کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتا ہوں، یہ تو میری طرف خالق کائنات کی طرف سے وحی ہوتی ہے، میں تو صرف اس کا پیغام برہیجتا رہا ہے۔ جب انسانیت اس قابل ہو گئی کہ پیغام کتابی شکل میں محفوظ رہ سکتا تھا تو اس نے تمام نوع انسانی کی طرف اپنا آخری رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) بھیج دیا۔ اس کی اطاعت رب تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اس پر وحی کی گئی کتاب حقیقت کا روڈ میپ (Road Map) ہے۔ یہی نجات کا راستہ ہے جو سیدھا جنت کو جاتا ہے۔

**بَلَغَ الْعُلَمَاءِ بِكَمَا لَهُ  
كَشَفَ الدُّجَى بِجَمَالِهِ  
حَسْنَتْ جَمِيعُ خِصَالِهِ  
صَلُوْا عَلَيْهِ وَآلِهِ**



## قرآن حکیم کا مجزانہ حسابی نظام

### 13.1 کائنات اور حساب

علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب کے کئی نئے نئے رنگ سامنے آرہے ہیں، جن میں سے ہر ایک منفرد مجزہ ہے لیکن بیسویں صدی کے آخر میں قرآن حکیم کا جو حسابی نظام سامنے آیا ہے اس کے سامنے انسانی عقل بالکل عاجز ہو کر رہ گئی ہے۔ کائنات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نظام بھی حساب سے خالی نہیں لیکن یہ پہلی دفعہ پتہ چلا ہے کہ اسکی کتاب کا نظام بھی ایک ایسے حساب پر قائم کیا گیا ہے جس کے سامنے بڑے سے بڑے حساب دان عاجز ہیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم اس مجزانہ حسابی نظام کی طرف آئیں ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر ایک چیز کا کوئی ڈیزائی ہوتا ہے اور اسکے تمام نظام کا دارود مداراً ڈیزائی پر ہی چل رہا ہوتا ہے۔ ہر ڈیزائی کی اساس اس کا حساب ہے۔ کائنات کے ڈیزائی میں بھی اس کا حساب چھپا ہوا ہے جسے پڑھنے کے لئے ہزاروں لاکھوں سائنسدان فلاسفہ اور عقائد لوگ لگے ہوئے ہیں۔ ان سائنسی تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ کائنات کے ڈیزائی کی بنیاد کچھ عجیب و غریب اعداد پر رکھی گئی ہے انہیں سائنس کی زبان میں قدرتی اکائیاں (Constants of Nature) کہا جاتا ہے، جن میں سرموتفاوت کی گنجائش نہیں۔ مثلاً کائنات 92 عناصر پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک میں اپنی اپنی خصوصیات ہیں، ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ایٹھی وزن اور نمبر ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ہر عنصر کے ایٹھی گرام میں ایٹھوں کی تعداد ہمیشہ ہی  $6.214 \times 10^{-23}$  ہوگی۔ اسی طرح کی ایک مثال کائنات کی کشش لفظ کی اکائی ہے۔ یہ اس کے کونے کونے میں ایک ہی ہے اور اگر بفرض محال کچھ

ادنی سا بھی فرق ہوتا تو کائنات میں ستاروں اور زمینوں کا وجود ناممکن ہو جاتا۔ اگر یہ تھوڑی سی بھی کم ہوتی، تو کائنات گیس کے گولے کی طرح پھیل کر ختم ہو جاتی اور اگر تھوڑی سی زیادہ ہوتی تو پھر یہ اپنے ابتدائی دور ہی میں ایک انتہائی شہوں گولہ بن کر اپنے اوپر ہی بچنچ بچنچ کر ختم ہو گئی ہوتی۔ ایک اور عام فہم مثال الکٹران اور پروٹون پر بر قی چہڑا (Electric Charge) کی ہے۔ ان دونوں کے برابر ہونے کی وجہ سے مجموعی حیثیت سے ایٹم کا بر قی چہڑا صفر ہے۔ اگر بفرض حال ان میں نہایت معمولی سا بھی فرق ہوتا تو باہمی تناد (Repulsion) کی وجہ سے ماڈی اجسام نہ بن سکتے۔

یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ اس طرح جس چیز کا بھی تجزیہ کیا جائے سائنس یہی دیکھ رہی ہے کہ خالق کائنات کے قانون میں کسی جگہ پر تبدیلی نہیں (لا تبدیلا لکلمة الله)۔ اس نے جو کچھ بھی بنا دیا ہے وہی حرفاً آخر ہے۔ کائنات کی اکائیاں آپس میں ایک انتہائی حساس نظام سے مربوط ہیں جن میں کسی ایک کو بھی اپنی جگہ سے بلا یا نہیں جا سکتا ہے۔ مثلاً روشنی کی رفتار خلاء میں ہر طرف  $3 \times 10^8$  میٹر فی سینٹھی رہے گی۔ نظام شمسی میں سیاروں کے آپس کے فاصلے مقرر ہیں اگر ان میں کوئی تبدیلی آئے تو قیامت آجائے۔ پانی سطح سمندر پر ہمیشہ  $100^{\circ}$  پر ہی ابلے گا اور صفر درجہ پر جم جائے گا، ہر عصر کا ایٹم منفرد ہے اور اس کے اندر بنیادی ذرات کی قیمت بھی مقرر ہے، جس میں ذرہ بھر تبدیلی اس کی تمام تر خصوصیات کو بدل کر رکھ دے گی۔ زمین اپنے محور پر سماڑھے سرستہ (67.5) ڈگری پر جھکی ہوئی ہے اور سورج کے گرد 365 دن 6 گھنٹے اور 44 سینٹھ میں ایک چکر لگاتی ہے یوں ہر چیز کا حساب مقرر شدہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حساب سے خالی نہیں، سبحان اللہ! وہ خود بھی اپنے آپ کو نہایت تیز حساب دان (سرع الحساب) کا نام دیتا ہے۔ سائنس کا کام اس حساب کو دریافت کرنا ہے۔ جنہیں ہم سائنسی قوانین کہتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر شدہ حساب ہیں جن پر کائنات قائم ہے۔

ان الله سريع الحساب

”بے شک اللہ تعالیٰ نہایت تیز حساب کرنے والا ہے۔“

والشمس والقمر بحسین

”اور سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔“ (سورۃ الرحمن، آیت ۵۵)

اس تناظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم جو اللہ تعالیٰ کا اپنا کلام ہے وہ حساب سے کیسے خالی ہو سکتا ہے؟ اس کی بنیاد میں بھی ضرور کوئی بڑا حساب کا فرمانا چاہیے۔ اس حقیقت سے قرآن حکیم کے اولین مفسرین مثلاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخوبی آگاہ تھے اور اعداد قرآن پاک کو بڑی اہمیت دیتے تھے لیکن وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ ان کے دور کے علوم کلام اللہ کی تفسیر کے لئے ناقص تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ”زمانہ قرآن پاک کی تفسیر ہو گا“۔ یعنی زمانہ کے ساتھ ساتھ اللہ کی کتاب کی تفسیر کا علم بھی ترقی کرتا جائے گا اور واقعی وقت نے یہی ثابت کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں بیسویں عیسوی صدی کے آخر میں قرآن کریم کا جو حسابی نظام دریافت ہوا ہے وہ بھی کائنات کے حسابی نظام سے کم معجزانہ نہیں۔ ایسا ہونا قدرتی بات ہے اس لئے کہ جو خالق کائنات کا موجود ہے کلام اللہ بھی اسی کا امر ہے۔ آئیے اب اس عجیب و غریب حسابی نظام کی کچھ جملکیاں دیکھیں۔

## 13.2 قرآن حکیم کی حسابی ترتیب

یہ کہ قرآن حکیم کا نظام کسی حساب پر منی ہے، اس کی پہلی جملہ تو اس کی ترتیب ہی سے عیاں ہے۔ یہ چھوٹی بڑی ۱۱۲ سورتوں کا مجموعہ ہے جو تقریباً تیس برابر کے پاروں میں ترتیب دی گئی ہیں۔ آپ پچھلے ابواب میں سورتوں اور پاروں کی ترتیب کے گراف سے دیکھو چکے ہیں کہ یہ ترتیب بھی یونہی نہیں بلکہ ایک نہایت حیران کن حسابی نظام کے تحت رکھی گئی ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

سورتوں اور پاروں کے درمیان گراف کس حسابی مساوات کے مطابق ہے، یہ کام تو ابھی زیر غور ہے اور امید ہے کہ اس کی دریافت مزیداً ہم حقائق کی دریافت کا باعث ہوگی، لیکن گراف کی شکل یعنی اس کا شروع میں آہستہ آہستہ اٹھنا اور آخر میں اچانک عمودی جست لگانا ظاہر کرتا ہے کہ یہ دیگر قدرتی نظاموں کی ترقی کے انداز کا عمومی عکس ہے مثلاً ایسی ری ایکسٹروں میں عمل یا کرد ارض پر انسانی آبادی میں اضافے کا انداز بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے چھلے سات ہزار سالوں کے اہم تاریخی واقعات کا تجزیہ کیا تو معلوم ہوا کہ وقت کے ساتھ ساتھ واقعات میں تیزی کا گراف بھی تقریباً قرآن الحکیم کی سورتوں اور پاروں کے گراف سے نسبت رکھتا ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ نصر کی سائنسی انداز میں تفسیر کی تحقیق کے دوران دیکھا گیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسلام کی ۲۳ سالہ جدوجہد کے نتیجہ میں مسلمانوں کی تعداد اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کا گراف بھی قرآن پاک کی سورتوں اور پاروں کے گراف کے مشابہ ہے۔ یوں قرآن حکیم کا ترجمی اعجاز کئی ایک لحاظ سے قاری کے لئے سوچ کے زاویے کھوتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کے بڑے بڑے واقعات اسی حساب کے مطابق طے پار ہے ہیں۔

### 13.3 کمپیوٹر پر نئی دریافتیں اور کچھ غلط فہمیاں

1970 کے بعد کمپیوٹر کے ذریعہ قرآن کریم کی تشكیل اور ترتیب کا جو مجذہ سامنے آیا ہے اس نے عقل کو دنگ کر دیا ہے۔ اس کام کا آغاز کیمسٹری کے ایک مصری ڈاکٹر اشاد خلیفہ کی تحقیقات سے ہوا جو 1960 کے اوائل میں امریکہ میں آباد ہو گئے تھے اس وقت سے بہت سے مسلمان حساب دانوں، سائنسدانوں اور علماء نے اس مضمون پر تحقیقات کی ہیں اور ان کی ان کوششوں کی وجہ سے بفضل حق تعالیٰ قرآن مجید کے متعلق نئے نئے حسابی بیجذبات سامنے آرہے ہیں۔ انہی علماء میں ایک معروف نام ڈاکٹر اے رشید سیال ڈی۔ ایس۔ سی۔ (Dr. A Rashid Seyal D. Sc) ہے۔ انہوں نے قرآن حکیم کا انگریزی میں منظوم نما ترجمہ بھی کیا ہے جو 2006 میں چھپ

چکا ہے۔ (Ref: www.authorhouse.com) میں نے خود بھی بساط بھر قرآن کریم کے 19 کی بنیادوں پر حسابی نظام کی جائج پڑتاں کی ہے اور کوئی غلطی نہیں پکڑ سکا ہوں۔ بعض علماء سمجھتے ہیں کہ شاید 19 کو قرآن کریم کی ریاضیاتی بنیاد بنانے کے پیچے بہائی مذہب کے لوگوں کا ہاتھ ہواں لئے وہ اس حسابی کلیہ کی تکفیر کرتے ہیں دراصل یہ ان کی سادہ سوچ ہے بھلا بہائی مذہب والے قرآن کریم کی معجزانہ شان کو بڑھانے کیلئے کیوں کوشش کریں گے؟ بہر حال اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا کام لے لے۔

برسر مطلب آمد، ڈاکٹر راشد خلیفہ نے 1968ء میں تمام قرآن حکیم کے حروف اور الفاظ و آیات بالترتیب کمپیوٹر پر چڑھادیے اور اپنے شوق کے لئے ان میں کوئی تعلق تلاش کرنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ اس تحقیق میں اور بھی لوگ شامل ہوتے گئے۔ 1976ء تک یہ ایک باقاعدہ سکول بن چکا تھا۔ اس دوران محققین نے یہ حیرت انگیز دریافت کی کہ قرآن مجید کے حروف، الفاظ، آیات اور سورتوں کی ترتیب ایک خاص معجزانہ حساب کے مطابق ہے جس میں بنیادی حیثیت 19 کے ہندسه کو حاصل ہے۔

راشد خلیفہ اور ان کے ساتھیوں نے اس موضوع پر کئی ایک کتابیں اور پرچے لکھے اور مزید تحقیق کیلئے باقاعدہ ایک اکیڈمی بنادی۔ لیکن اس شخص کے ساتھ سب سے بڑی بدستی یہ ہوئی کہ اپنی اس عظیم دریافت کے بعد وہ بہک گیا اور شیطان نے اس کے علمی غرور سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے ذہن میں آخری نبی ہونے کا فتورہ ال دیا اور بالآخر وہ اسی گمراہی میں 1990ء میں مر گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں موت دے۔ پیشک اللہ تعالیٰ نے مج فرمایا، ”یضل به کثیراً و یهدی به کثیراً“ قرآن پاک ایک اکثریت کو گمراہ کرتا ہے اور ایک دوسری اکثریت کو ہدایت بخفا ہے لیکن گمراہ ہونے کی وجہ لوگوں کا اپنا ہی فتنہ ہوتا ہے۔

جیسے اور عرض کر چکا ہوں راشد خلیفہ کی گمراہی کی وجہ سے بعض مسلمان علماء اس کے کام کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جس سے چاہے کام لے سکتا ہے۔ وہ کفار کے ہاتھوں

سے بھی اپنے کام کر سکتا ہے جو اسلام کی شان و شوکت کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً یورپی زبانوں میں قرآن کریم کے تمام اولین مترجم اسلام کے کثر دشمن پادری ہی تھے۔ صلح حدیبیہ میں کفار مکہ کا سفیر سہیل بن عمر و تھا اور صلح کا معاملہ اس کی حسب مرضی لکھا گیا جسے اللہ تعالیٰ ”فتح مبین“ فرمایا۔ قرآن کریم کے حسابی نظام کی دریافت کا ماجرا بھی کچھ ایسا ہی ہے۔

## 13.4 قرآن حکیم کا ہندسی نظام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام میں مختلف موقعوں پر 30 ہندسوں کا ذکر کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1, 2, 3, 4, 5, 6, 7, 8, 9, 10

11, 12, 19, 20, 30, 40, 50, 60, 70, 80, 99, 100

200, 300, 1000, 2000, 3000, 5000, 50000, 1000000

ان میں ہر عدد کی اس لحاظ سے تو خاص اہمیت ہے ہی کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ مثلاً چھ کا ہندسوں زمین و آسمان یعنی کائنات کے سلسلہ میں اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ ایام میں ان سب کو تخلیق کیا۔ سات کا ہندسوہ سات آسمانوں کے حوالہ سے کلام اللہ میں کئی بار آیا ہے لیکن ہمارے پاس اس مضمون میں یہ موقع نہیں کہ ان ہندسوں میں سے ایک ایک کی تفصیل میں جائیں اگرچہ ان میں سے ہر ایک کے مفصل فوائد ایک بہت اچھی تحقیق ہو گی اور کسی باہم تقاری کو یہ کام ضرور کرنا چاہیے۔ اس وقت ہماری دلچسپی کا حامل 19 کا ہندسوہ ہے جو جدید کمپیوٹرائز تحقیقات کے مطابق قرآن کریم کی حسابی ترتیب میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ویسے کلام اللہ میں 19 کے ہندسوہ کا صرف ایک دفعہ ذکر ہوا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وزن کے اوپر ہم نے 19 فرشتوں کی مگارڈ مقرر کی ہے۔ (سورۃ المدڑ آیت ۳۰)۔ یعنی 19 کے ہندسوہ کا تعلق حفاظت سے ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ جدید تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ قرآن کریم کے ترتیبی

نظام میں بھی ۱۹ کے ہندسہ کو کلیدی حیثیت حاصل ہے جس کا تعلق کلام اللہ کی حفاظت سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ایک طرح کا نیٹ ہے جو یہ بات ثابت کرتا ہے کہ قرآن پاک میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

آئیے اب اس مجزانہ حسابی نظام کے کچھ پہلوؤں پر غور کریں۔ اور سوچیں کہ ایسے پیچیدہ حسابی نظام کے مطابق قرآن کریم کو آج سے ۱۴ صدیوں سے بھی پہلے کون تشكیل دے سکتا تھا؟ یہ ایک ایسا زندہ مجزہ ہے جسکا انکار کوئی متعصب سے متعصب دشمن قرآن بھی نہیں کر سکتا۔ البتہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ۱۹ کے ہندسے کو کوئی تقدس حاصل ہے یہ صرف ایک حسابی بات ہے اور اسکی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک ایسا مفرد ہندسہ ہے جو اعداد میں سے پہلے اور آخری عدد سے بنا ہے جن کی جمع ۱۰ اور ۱۰ کی جمع ۱ ہے یعنی ہر صورت میں واحد نام اللہ تعالیٰ کا باقی ہے۔

### 13.5 قرآن حکیم اور انیس کے ہندسہ کا کلیہ

۱۹ کے ہندسہ کا حسابی کلیہ، اللہ کی کتاب کی پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحيم کے اندر پہنچا ہے۔ یہ آیت مبارکہ مندرجہ ذیل حروف پر مشتمل ہے۔

ب	س	م	۱	ل	ل	ہ
۷	۶	۵	۳	۲	۱	
۱	ل	ر	ح	م	ن	
۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	
۱	ل	ر	ح	م	۱	
۱۹	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۳	

ان حروف کی تعداد ۱۹ ہے۔ یہ آیت مبارکہ چار الفاظ اللہ، اسم، رحمٰن، رحیم پر مشتمل

ہے۔ معلوم ہوا کہ ان میں کوئی لفظ جس تعداد میں بھی سارے قرآن کریم میں آیا ہے وہ 19 کا تھیک حاصل ضرب ہے۔ یہاں سے اندازہ لگایا گیا کہ 19 کا ہندسہ قرآن کریم کی ساخت میں کوئی کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ مثلاً لفظ اسم سارے قرآن میں 19 مرتبہ آتا ہے جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے (19x1)۔ لفظ اللہ 2699 مرتبہ استعمال ہوا ہے جو کہ 1 کے حاصل جمع سے 19 کا حاصل ضرب ہے یعنی  $1 + 142 \times 19 = 2699$  یہاں ایک کا پچنانا گزیر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کسی ہندسہ کی پابند نہیں ہو سکتی۔ اگلا لفظ الرحمن سارے قرآن میں 57 مرتبہ آیا ہے جو کہ 19 کا 3 سے صاف حاصل ضرب ہے۔ لفظ الرحیم 114 مرتبہ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے جو کہ الرحمن کی تعداد 57 کا ڈبل ہے اور 6 سے 19 کا مکمل حاصل ضرب ہے یعنی  $6 \times 19 = 114$

### 13.6 حیران کن معجزے

یہ کہ بسم اللہ میں آنے والے تمام الفاظ جتنی مرتبہ سارے قرآن میں آئے ہیں ان میں سے ہر ایک 19 کا تھیک حاصل ضرب ہو یہ ایک نہایت ہی غیر معمولی بات ہے۔ ایسا تجھی ممکن ہوتا اگر اس کتاب کے لکھنے والے نے اس حساب کے مطابق اپنی کتاب کو جان بوجھ کر ترتیب دیا ہوتا۔ لیکن وہ ایسے کیوں کرتا؟ اسلئے ابھی تک کوئی متعصب نقاد یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سب ایک اتفاق ہے۔ لیکن معاملہ اس سے بہت زیادہ حیران کن ہی نہیں بلکہ دماغ کو ماؤف کر دینے والا ہے۔ معلوم ہوا کہ بسم اللہ والی بات تو بر قافی تودے (Ice Berg) کے بیرونی نظر آنے والے معمولی حصے کی مانند ہے، نظر سے اوچھل حقائق اس سے بھی بہت زیادہ حیران کن ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے مصنف نے لازمی اپنی کتاب کی بنیاد اور ترتیب 19 کے ہندسے پر جان بوجھ کر کھی۔ ان میں سے مندرجہ ذیل وہ عجیب و غریب حقائق ہیں جن کو کوئی بھی قاری آسانی سے خود بھی دیکھ سکتا ہے۔

-1 قرآن حکیم کی سورتوں کی تعداد 114 ہے جو 19 کا حاصل ضرب ہے۔

$6=1+1+4$  اس کے علاوہ 114 کے ہندسوں کی کل حاصل جمع  $19 \times 6 = 114$

ہے۔ (یاد رہے کہ قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے 6 ایام میں کائنات کی تخلیق اور تکمیل کی ہے یعنی 114 میں 6 اور 19 کا جو تعلق ہے وہ قرآن حکیم اور کائنات کے آپس کے تعلق کو بھی ظاہر کرتا ہے)۔

ماسوائے سورۃ توبہ (9) کے قرآن حکیم کی ہر سورت بسم اللہ سے شروع ہوتی ہے یوں سورتوں کے آغاز میں 113 دفعہ بسم اللہ شریف آتی ہے جو 19 کا حاصل ضرب نہیں لیکن حساب برابر کرنے کے لئے اس کی کمی کو سورۃ نمل میں پورا کر دیا گیا جہاں آیت مبارکہ 30 میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کے حوالہ سے پوری بسم اللہ شریف دہرائی گئی ہے۔ یوں پورے قرآن پاک میں 114 بسم اللہ ہو گئیں جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے۔

بسم اللہ اور 19 کے تعلق سے سورۃ توبہ اور سورۃ نمل کا بھی ایک عجیب مجزہ ہے۔ سورۃ توبہ کا نمبر (9) ہے جو بسم اللہ کی آیت سے شروع نہیں ہوتی اور سورۃ نمل کا نمبر ترتیبی (27) ہے جس میں بسم اللہ دو دفعہ آتی ہے ان دونوں کے درمیان آنکھوںی سورتوں کے نمبر ترتیبی کی حاصل جمع 342 ہے جو پھر سے 19 کا حاصل ضرب ہے خود جمع کر کے دیکھ لیں۔

$$+20+19+18+17+16+15+14+13+12+11+10+9)$$

$$342=19 \times 6 \times 3 \quad 342=(27+26+25+24+23+22+21$$

مزید برآں  $3 \times 114 = 342$  یعنی قرآن پاک کی کل سورتوں کا بھی حاصل ضرب ہے۔  
شاید کوئی کوڑہ مغز متعصب ابھی تک بھی کہے کہ یہ سب اتفاقات ہیں لیکن وہ اس کے متعلق کیا کہے گا کہ سورۃ نمل کی پہلی بسم اللہ اور دوسری بسم اللہ کے درمیان الفاظ کا مجموعہ بھی 342 ہے جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے۔ سچی ہے کہ ایسا کرنے کیلئے قرآن کریم کے مصنف کو کیسے لفظ لفظ اور آیت در آیت حساب کرنا پڑا ہو گا؟ کیا اس

وقت کسی آدمی کیلئے ایسا کرنا ممکن ہوتا؟ لیکن یہ تو کچھ بھی نہیں آگے بڑھ کر دیکھیے، قرآن کریم میں تو یکے بعد دیگرے ایک سے ایک بڑھ کر مجذہ نظر آتا ہے۔

### پہلی وحی کا اعجاز

-5

درachi قرآن حکیم میں ۱۹ کا کلیدی حساب کلام اللہ کی پہلی وحی ہی میں شروع ہو گیا یہ وحی ”اقر ابا سم ربک الذی ۔۔۔۔۔“ سورت ۹۶ کی آیات ایک تا پانچ تھی۔ اگر آپ ان پانچ آیات کے الفاظ کو گنسیں تو یہ ٹھیک ۱۹ الفاظ ہیں۔ یہی نہیں، آگے دیکھئے۔ ان ۱۹ الفاظ کے حروف کی تعداد ۷۶ ہے جو کہ ۱۹ کا ہی حاصل ضرب ہے

$$-76=19\times 4$$

-6

یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ سورۃ العلق جو ترتیب میں ۹۶ ہے (جس کی پہلی ۵ آیات پہلی وحی ہیں) کی کل آیات بھی ۱۹ ہیں۔ اور دیکھئے۔ آخر قرآن پاک سے یہ سورۃ ۱۹ ویں ہے اور اس سے پہلے شروع قرآن سے ۹۵ سورتیں ہیں جو کہ ۱۹ کا ٹھیک حاصل ضرب ہیں یعنی  $95=19\times 5$ ۔ یعنی قرآن کریم کے مصنف نے پہلی وحی جس کے ۱۹ الفاظ تھے کو ۱۹ آیات والی سورت میں لکھا اور پہلی وحی کے حروف ۷۶ محدود کر دیئے تاکہ ۱۹ کا فارمولہ قائم رہے۔ اور پھر اس سورت کو قرآن کی کل ترتیب میں ۹۶ نمبر پر رکھا تاکہ اس سے پہلے  $95=19\times 5$  سورتیں اور بعد میں  $19=19\times 1$  سورتیں ہوں۔ کیا کمال ہے! کیا کوئی شخص اپنی کتاب میں ایسا کر سکے گا؟ لیکن قرآن کریم کا خالق سہی نہیں کرتا، بلکہ آگے دیکھئے۔ سورۃ ۹۶ کے کل حروف ۳۰۴ مقرر کرتا ہے تاکہ وہ بھی ۱۹ کا حاصل ضرب ہو۔  $4\times 4\times 19=304$ ۔ یہاں چار کے ہندسہ کی تکرار قابل غور ہے خاص طور پر یہ کہ اللہ، محمد، قرآن کے ناموں میں ہر ایک چار چار حروف پر مشتمل ہے۔

غرض قرآن حکیم کی پہلی وحی والی سورۃ ۱۹ کے کلیدی ہندسہ کا زندہ مجزہ ہے اور یہ حسابی کلیہ قرآن پاک کے نزول کے پہلے دن ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ پھر اسی حسابی کلیہ کے مطابق پورے ۲۳ سال قرآن کریم اپنے حروف، الفاظ اور سورتوں کے ساتھ اترتارہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کی ہدایت کے مطابق کاتبان وحی سے فرمادیتے کہ فلاں آیت فلاں سورۃ کی فلاں آیت کے بعد لکھ لیں۔ کوئی کمپیوٹر نہیں، کوئی حساب دان نہیں لیکن پھر بھی قرآن حکیم اس انتہائی پیچیدہ حساب کے مطابق ترتیب پاتا گیا حتیٰ کہ آخری سورۃ نصر نمبر ۱۱۰ کا نزول ہوا۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ سورت بھی نہیں ۱۹ الفاظ پر مشتمل ہے اور اس کی پہلی آیت جس میں اللہ کی نصرت اور اسلام کی فتح کی بشارت ہے۔ ”اذا جاءَ نَصْرَ اللَّهِ وَالْفَتحُ (ا، ذ، ا، ج، ا، ن، ص، ر، ا، ل، ل، ۵، و، ا، ل، ف، ت، ح)“ بھی نہیں ۱۹ حروف کا مجموعہ ہے۔ یوں کلام اللہ کی پہلی اور آخری سورت ایک ہی حسابی قاعدہ کے لحاظ سے مرتب ہوئی ( سبحان اللہ )۔

### 13.7 بعض صفاتی نام

یہ بات بھی قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض صفاتی نام بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم کے الفاظ کی تعداد کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ مثلاً اگر اسم ۱۹ مرتبہ آیا ہے تو اللہ کا صفاتی نام واحد بھی ۱۹ ہی دفعہ آیا ہے، جہاں قرآن کریم میں اللہ کے ذاتی نام ”الله“ 2699 مرتبہ ذکر ہوا ہے وہاں ”ذو الفضل العظیم“ کا صفاتی نام بھی ایک کم 57 مرتبہ ہی آیا ہے۔ ”الرحمٌ“ 57 مرتبہ ہے تو ”مجید“ بھی 57 مرتبہ ہی آتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ”جامع“، ”الرحمٌ“ کے برابر 114 مرتبہ لایا گیا ہے۔

بار بار ۱۹ کے ہندسہ کی اس تحریر کے بعد متعصب سے متعصب نقاد کیلئے بھی یہ کہنا کہ یہ سب اتفاقات ہیں، مشکل ہو گا، لیکن یہ سوال اپنی جگہ پر قائم ہے کہ یہ حساب کون لگاتا تھا؟ کیا اپنی

مد کیلئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ آدمی مقرر کیے ہوئے تھے جو حروف اور الفاظ کو گنتے رہتے اور پھر ایسا انتخاب کرتے کہ 19 کافار مولا قائم رہے؟ لیکن کیا ایسا واقعی تھا؟ کیا اس وقت یہ کسی انسان کے بس کی بات تھی؟ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ایسا کیا جا سکتا تھا تو اس کے پیچھے کرنے والے کا کیا مقصد ہوگا؟

### 13.8 ہوش را حیران کن حسابی نظام

یہ تو چند سادہ سے ابتدائی حقائق کی بات تھی جنہیں ہر قاری آسانی کے ساتھ خود سے دیکھ سکتا ہے لیکن اصل حسابی مجرزہ تو اللہ کی کتاب کے اندر ہے جس کی گنتی کے لئے بڑے بڑے کمپیوٹر چاہئیں۔ یہ وہ کمال ہے جس کے سامنے انسانی عقل انگشت بدندا رہ جاتی ہے۔ ہم مندرجہ ذیل میں ان مجرزات کے صرف چند نمونے پیش کریں گے:

#### - 1 اللہ کے نام کا مجرزہ

جیسا کہ ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اسم ذاتی 'اللہ' قرآن کریم میں 2699 دفعہ آتا ہے عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی اس تعداد کو اپنیں کا ہندسہ تقسیم نہیں کر سکتا بلکہ ایک باقی نجج جاتا ہے۔ یعنی  $142 + 1 = 143 \times 19 = 2699$  اور جن مقامات کا اللہ تعالیٰ کے نام سے تعلق ہے وہ ہمیشہ 19 کا حاصل ضرب جمع 1 ہی لکھتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

بات سیدھی سی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان پاک کسی حاب کی پابند ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام کا مجموعہ ایک کم ہوتا تو یہ تعداد 19 سے تقسیم ہو جاتا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی احادیث کے خلاف ہوتا۔ اسلئے ایک بہر صورت باقی بچنا چاہیے کہ وہ ہر حالت میں واحد یعنی ایک ہے۔ لیکن بد قسمت راشد خلیفہ کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی وہ اپنے فارمولہ کو اللہ سے بڑا سمجھتا تھا۔ شیطان نے اسے اس طرف لگادیا کہ قرآن کریم میں غلطی ہوئی ہے، یعنی ایک نام اللہ کا زیادہ ہے۔ چنانچہ اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کی بنا پر سورۃ توبہ کی آخری دو آیات نمبر 127-128 کو

قرآن کریم سے خارج کر دیا اس طرح اللہ کا نام مبارک بھی نکل گیا اور کل تعداد 2698 رہ گئی جو ۱۹ کی حاصل ضرب تھی وہ خوش تھا کہ اسکا فارمولہ صحیح ہو گیا لیکن راشد خلیفہ کی قسم پھوٹ گئی وہ جہنمی ہو گیا۔ (استغفار اللہ)

$$+ 9 \times 2 \times 71 = 19 \times 142 + 1 = 2699$$

لیکن اس سے بھی عجیب تریہ بات ہے کہ وہ تمام آیات جن میں اللہ سبحانہ کا نام مبارک آیا ہے اگر ان آیات کے نمبروں کو جمع کریں تو مجموعہ 118124 ہے اور وہ بھی 19 کا حاصل ضرب جمع ایک ہے یعنی  $118123 = 19 \times 6217 + 1$  ۔ سبحان اللہ کیا مجزہ ہے۔ کہیں بھی دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے متعلق حساب ۱۹ سے تقسیم نہیں ہو سکا بلکہ ہمیشہ ایک باقی ہے۔ پیشک قل ہو اللہ احد ۰ اللہ الصمد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

### 2 - سورتوں کا اعجاز

ہم پہلے دیکھے چکے ہیں کہ کلام اللہ کی 114 سورتیں تو 19 کا حاصل ضرب ہیں ہی لیکن ہوش ربابات یہ ہے کہ تمام سورتوں کا مجموعی عدد  $(6555 = 114 + \dots + 4 + 3 + 2 + 1)$  یعنی سورتوں کے ترتیبی نمبروں کو 1 سے 114 تک جمع کرتے جائیں تو کل ٹوٹل 6555 بنتا ہے جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی 114 سورتوں پر حسابی مہربت کر دی ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کوئی ایک بھی سورت کم یا زیادہ ہے۔

### 3 - لفظ قرآن کا اعجاز

قرآن حکیم کا اپنا نام مبارک ”قرآن“ ساری کتاب میں 58 دفعہ آیا ہے لیکن سورۃ یونس کی آیت نمبر 15 میں جس لفظ قرآن کا ذکر آیا وہ ”بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا“، یعنی ”اس قرآن کے علاوہ“ کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے یعنی اس لفظ قرآن کو ہم اصل قرآن کے حساب سے فیر کریں گے یعنی مستثنی ۔ یوں کلام اللہ کے قرآن کے اعداد 57 ہی ہیں جو کہ ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہیں

#### 4۔ لا الہ الا اللہ کا حیرت انگیز معجزہ

لا الہ الا اللہ کلمہ شہادت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے ”یا ایها الناس قولو لا الہ الا اللہ تفلحوا“ یعنی انسانی فلاح اس کلمہ کے اندر پہنچا ہے۔ اپنے معانی کی بلندی کے لحاظ سے لا الہ الا اللہ ایک مجزانہ کلام ہے انتہائی پراشر اور طاقتور۔ قرآن کریم میں اسکی تکرار جس تعداد اور طریقہ سے ہوئی ہے وہ بھی ایک عجیب اعجاز والی بات ہے۔ یہ عظیم کلمہ قرآن پاک کی صحیح 19 سورتوں میں آیا ہے۔ پہلی دفعہ سورۃ بقرہ کی آیت مبارک 163 میں آیا اور آخری دفعہ یہ سورۃ (مزل) کی آیت مبارک 9 میں ہے۔ نہایت ہی حیران کن بات یہ ہے کہ جن سورتوں میں کلمہ شہادت آیا ہے ان کے ترتیبی نمبروں اور متعلقہ آیات کے اعداد کی جمع بھی 19 کا ہی حاصل ضرب ہے۔ یہ پیچیدہ حساب مندرجہ ذیل جدول میں دکھایا گیا ہے۔ اس کے سامنے عقل بے بس ہے کہ اس قدر پیچیدہ حساب کیسے ممکن ہوا۔ لیکن اگر حساب رکھنے والی ذات پاک مالک کون و مکان ہو تو پھر یہ قابل سمجھ بات ہو جاتی ہے۔

## جدول نمبرا

### قرآن کریم میں کلمہ شہادت کا حسابی نظام

نمبر شمار	سورت نمبر	کلمہ شہادت والی آیات	سورت میں کلمہ شہادت کی تعداد
1	بقرة 2	کلمہ شہادت والی آیات	163,255
2	عمران 3	کلمہ شہادت والی آیات	2,6,18,18
3	النساء 4	کلمہ شہادت والی آیات	87
4	انعام 6	کلمہ شہادت والی آیات	102, 106
5	اعراف 17	کلمہ شہادت والی آیات	158
6	آل ہود 9	کلمہ شہادت والی آیات	31
7	صود 11	کلمہ شہادت والی آیات	13
8	ارد 13	کلمہ شہادت والی آیات	30
9	طه 20	کلمہ شہادت والی آیات	8,98
10	سونون 23	کلمہ شہادت والی آیات	116
11	آل عمران 27	کلمہ شہادت والی آیات	26
12	قصص 28	کلمہ شہادت والی آیات	70,88
13	آل فاطر 35	کلمہ شہادت والی آیات	3
14	آل زمر 39	کلمہ شہادت والی آیات	6
15	آل عومان 40	کلمہ شہادت والی آیات	3,62,65
16	آل دخان 44	کلمہ شہادت والی آیات	8
17	آل حشر 59	کلمہ شہادت والی آیات	22,23
18	آل العابدین 64	کلمہ شہادت والی آیات	13
19	آل مزمل 73	کلمہ شہادت والی آیات	9
حاصل جمع	507	کلمہ شہادت والی آیات	1592
	29	کلمہ شہادت والی آیات	

اب آپ ان تینوں ہندسوں 29,1592,507 کو جمع کریں تو یہ 2128 بنتا ہے جو کہ پھر سے 19 کا حاصل ضرب ہے یعنی  $19 \times 112 = 2128$  سبحان اللہ حساب رکھنے والے نے کیا کمال حساب رکھا ہے۔

## 5۔ صلوٰۃ کے لفظ کا مجزہ

لفظ صلوٰۃ جو کہ اسلام کا دوسرا ستون ہے سارے قرآن حکیم میں 67 دفعہ آیا ہے اب اگر اس میں ہم ان سورتوں کے نمبر اور آیات کے نمبر جن میں لفظ صلوٰۃ آتا ہے سب کو جمع کریں (یعنی ایسا ہی جدول بنائیں جیسا جدول اے ہے) تو ٹوٹل 4674 بنتا ہے جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے  $19 \times 246 = 4674$ ۔ سبحان اللہ کہ تمام اہم ارکان اسلام 19 کے حسابی کلیئے سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔

## 13.9 حروف مقطعات کا مجزہ

ابھی تک جو دیکھا گیا ہے وہ بھی دماغ کو ہلانے کیلئے کافی ہے لیکن حروف مقطعات کا حسابی نظام تو انسانی عقل کو بہوت کر کے رکھ دیتا ہے۔ شماریات کی سائنس کا یہ ایسا حساب ہے کہ قرآن کریم جیسی کتاب میں اگر انسانی کاؤش سے بنا ناپڑے تو سینکڑوں سال لگ جائیں۔ لیکن اسکا تو معاملہ ہی اور ہے۔ حروف مقطعات اللہ پاک کے راز ہیں جن کے معانی واضح نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کی تشریع نہ فرمائی۔ بہر حال قرآن مجید کی 29 سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے۔ ان حروف کی تعداد 14 ہے جو کہ عربی حروف کا نصف ہے اور 14 ہی مرکبات کی شکل میں یہ لکھے گئے ہیں۔ کمپیوٹروں کی مدد سے کئے گئے تجزیوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حروف قرآن حکیم کا ایسا لا جواب مجزہ ہے جو اسی کمپیوٹر کے زمانہ میں ہی ظاہر ہو سکتا تھا۔ مندرجہ ذیل میں ہم صرف چند ایک سادہ سادہ باتوں کا ذکر کریں گے۔

”اگر ہم 14 حروف مقطعات ان کے 14 مرکبات اور مقطعات والی 29 سورتوں کے

اعداد کو جمع کریں یعنی  $14+14+29=57$  تو یہ 57 بتا ہے جو کہ ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہے، سبھی نمبر قرآن مجید کا ہے اور لفظ مجید بھی 57 دفعہ آیا ہے۔

اگر ان تمام 29 سورتوں کے ترتیبی نمبروں کو جن کا آغاز حروف مقطعات سے ہوا ہے کو جمع کریں مثلاً  $(2+3+7+\dots\dots\dots+50+68)$  تو یہ حاصل جمع 822 ہے جس میں اگر 14 حروف مقطعات کو بھی جمع کر دیں تو مجموعہ 836 بتا ہے جو کہ ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہے  $19 \times 44 = 836$ ۔ فارمولایہ بتاتا ہے کہ مقطعات والی سورتوں کے نمبر خصوصی طور پر مقرر شدہ ہیں۔ ان میں کوئی انسانی دخل نہیں ہے۔

بھی نہیں بلکہ حروف مقطعات والی پہلی سورت نمبر 2 اور آخری سورت نمبر 68 کے درمیان اللہ تعالیٰ نے 38 غیر مقطعات حروف والی سورتیں رکھی ہیں۔ یہ تعداد بھی 19 کا حاصل ضرب ہے  $19 \times 2 = 38$ ۔ اس سے ثابت ہوا کہ سورتوں کی ترتیب التہیہ ہے۔ کسی انسان کیلئے ایسے حساب کے مطابق سوچنا بھی درکنار ہے۔

حروف مقطعات کے متعلق اوپر دی گئی چند باتیں تو صرف ابتدائیہ ہیں۔ اصل معجزہ تو ان کے اندر ہے جس کے سامنے بڑے سے بڑے دماغ ششادر ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ کسی کتاب میں اس تدریجی پیچیدہ اور دشوار حساب ڈال دیا گیا جو لا جواب ہے۔ چودہ سو سال پہلے تو کیا آج بھی انسانی ذرائع سے ایسا کرنا ممکن ہے۔

آئیے ہم صرف سورۃ البقرہ کے مقطعات الہ کے حسابی نظام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ الہ کے جو کچھ بھی معنی ہیں وہ اپنی جگہ پر لیکن ان تین حروف نے دنیا بھر کے علماء، سائنسدانوں اور دانشوروں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت قائم کر دی ہے کہ قرآن مجید کی تکمیل، ترتیب اور کلام میں ہرگز ہرگز کوئی انسانی دخل نہیں اور یہ خالق کائنات کا خالص کلام ہے۔ اس لئے اس کی آیات سے یونہی گذر نہ جائیں بلکہ یہ رب کائنات کے احکامات ہیں۔ کمپیوٹروں کی مدد سے جب تمام قرآن کے اہل، اور مگنے گئے تو یہ دیکھ کر عقل بہوت رہ گئی کہ یہ تینوں نمبر 19 کا حاصل ضرب ہیں۔

(حوالہ مقطعات کے حسابی نظام پر راشد خلیفہ کی کتاب "Computer Speaks" پبلشر

اسلامک پرڈکشن، سات سو انٹا لیس، ای، سکسٹھ سٹریٹ، ملشنا اے زیڈ ۸۵۷۱۶۔ یو۔ ایس۔  
(۱۷)

### 13.10 مقطuatی سورتوں کا اپنا مججزانہ حسابی نظام

یہاں اس کی ساری تفصیلات دینے کا موقع نہیں۔ ہم یہاں صرف سادہ حروف مقطuat والی چند ایک سورتوں کے حوالہ سے قرآن حکیم کے اس عظیم اور ششدرا کرنے والے حسابی نظام کی کچھ جھلکیاں پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ ”ق“ کا مججزہ: قرآن کریم کی سورۃ ۴۲ (شوری) کے حروف مقطuat حکم عَسَقَ ہیں جن میں حرف ”ق“ آتا ہے۔ سورۃ ق (50) بھی حروف مقطuat ق سے شروع ہوتی ہے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کے تمام الفاظ میں حرف ”ق“ ۵۷/ ۵۷ دفعہ استعمال ہوا ہے جو کہ کلیہ کے عین مطابق ہے۔

سورۃ ق (50) میں پہلی آیت ق کے فوری بعد دوسری آیت ”والقرآن المجید“ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے ”ق“ قرآن کے لئے آیا ہے۔ اب ”ق“ کے حروف مقطuat والی دونوں سورتوں میں ٹوٹل ”ق“ کی تعداد  $114 = 57 + 57$  (114=57+57) بنتی ہے جو کہ کلام اللہ کی کل سورتوں کی تعداد ہے۔ یاد رہے کہ بذات خود لفظ قرآن بھی کلام اللہ میں 57 دفعہ آیا ہے اور لفظ مجید بھی  $19 \times 3 = 57$  دفعہ ہی دہرا یا گیا ہے۔

ع، س، ق سے شروع ہونے والی سورۃ 42 (شوری) کل 53 آیات پر مشتمل ہے اور یوں اس سورۃ کا نمبر اور آیات کا مجموعہ 95 بنتا ہے ( $95 = 42 + 53$ ) جو کہ پھر سے 19 کا حاصل ضرب ہے  $95 = 19 \times 5$ ۔ اور دیکھئے، سورۃ نمبر 50 (ق) کی آیات 45 ہیں جن کا مجموعہ بھی  $50 + 45 = 95$  ہے۔ کیا عجیب حساب ہے۔ ( سبحان اللہ )

لیکن ق کا صحیح معنوں میں دماغ کو ہلا دینے والا (Mind Boggling) مججزہ یہ ہے

کہ قرآن کریم کی ہر سورت کی 19 دیس آیت میں آنے والے تمام "ق" کا مجموعہ 76 ہے جو کہ ٹھیک ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہے۔ قرآن کریم کی تشكیل و تزئین کرنے والے نے ایسے کیسے کیا اور کیوں کیا؟ اس کے متعلق اسی کی ذات پاک جانتی ہے۔ لیکن ایک بات ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا لفظ لفظ وہی ہے جو بنی پاک پر دھی کیا گیا۔ اگر ایک لفظ کی غلطی بھی ہو جاتی تو یہ حسابی نظام اسے فوراً پکڑ لیتا۔

- 2 "ن" کا مجھہ: سورۃ نمبر 68 (القلم) کی پہلی آیت حرف مقطعات "ن" سے شروع ہوتی ہے۔ اگر آپ اس سورۃ میں کل نونوں کی تعداد گنیں تو یہ 133 ہے جو 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔  $19 \times 7 = 133$  ( سبحان اللہ ) کہ قرآن کے حروف کا بھی ایک خاص حساب ہے۔ یاد رہے کہ سورۃ نمبر 68 (القلم) حروف مقطعات سے شروع ہونے والی آخری سورت ہے اور پہلی مقطعاتی سورت 2 تھی۔ ان دونوں سورتوں کے درمیان قرآن حکیم کی آیات کی کل تعداد 5263 ہے جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے۔  $19 \times 277 = 5263$  سبحان اللہ۔ کیسا عجیب اور زبردست نظام ہے۔

- 3 "ص" کا مجھہ: قرآن حکیم کی تین سورتوں یعنی 7 (اعراف)، 19 (مریم)، 38 (ص) میں حرف مقطعات "ص" موجود ہے۔ ان تینوں سورتوں میں حرف "ص" گن کر جمع کریں تو وہ 152 ہے جو کہ 19 کے کلیے پر پورا اترتا ہے  $19 \times 8 = 152$ ۔ وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل جدول ملاحظہ فرمائیں۔

سورت نمبر	سورت	"ص" کی تعداد
7	اعراف	97
19	مریم	26
38	ص	29
64		$8 \times 19 = 152$

-4 "یہیں" کا مجھہ: سورہ 36 یہیں حروف مقطعات "ی، س" سے شروع ہوتی ہے۔ اس سورت مبارکہ میں بھی وہی حساب بھر دیا گیا ہے۔ ساری سورت میں حرف "ی" 237 دفعہ اور حرف "س" 48 دفعہ آیا ہے۔ ان دونوں کا مجموعہ  $237 + 48 = 285$  جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے  $15 \times 19 = 285$  ( سبحان اللہ )

-5 "حُم" کا مجھہ: حم دو حروف مقطعات "ح اور م" پر مشتمل ہے اور قرآن حکیم کی کل سات سورتوں کا ان سے آغاز ہوتا ہے۔ (سورت 40 سے 46) اور ان میں ح اور م کے حروف کی کل تعداد 2147 ہے جو کہ پھر سے 19 کا حاصل ضرب ہے۔

$$19 \times 113 = 2147$$

مندرجہ ذیل جدول اس حساب کو دکھاتی ہے۔

سورت نمبر	ح کی تعداد	م کی تعداد	کل ح، م
40 مومن	64	380	444
41 حم سجدہ	48	276	324
42 شوریٰ	53	300	353
43 زخرف	44	324	368
44 دخان	16	150	166
45 جاثیہ	31	200	261
46 احتفاف	36	225	261
کل	292	1855	2147

-6 "عشق" کا مجھہ: عشق حروف مقطعات سورت نمبر 42 (شوریٰ) کی دوسری آیت ہے۔ اس سورۃ مقدسہ میں حروف ع، س، ق بالترتیب 57, 54, 98 دفعے آئے ہیں جن کا کل مجموعہ 209 ہے جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔  $209 = 19 \times 11$

یہ سب کچھ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ قرآن کریم کی آیات تو اپنی جگہ اسکی املائے حروف بھی ایک حسابی نظام کے تحت شمار کر کے استعمال ہوئے ہیں۔ یہ قرآن کریم کی صحت کا ایسا ثبوت ہے جس پر کوئی سخت سے سخت مخالف بھی شک نہیں کر سکتا اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ حروف کی سطح پر اس طرح کی کتاب میں حسابی نظام کسی بھی طرح انسانی بس کی بات نہیں یعنی قرآن حکیم سراسر اللہ کی وحی ہے۔ **تنزیل العزیز الْوحیم**۔

یہ تو قرآن پاک کے حسابی مجرزہ کے ایک چھوٹے سے حصہ کی تصور ہے۔ مجموعی حیثیت میں حروف مقطعات میں قرآن حکیم کے حسابی معنوں کا ایک دریا چھپا ہوا ہے۔ جیسے جیسے زیادہ طاقتور اور تیز کمپیوٹروں کی ایجاد ہو رہی ہے ویسے تھی قرآن حکیم میں اس پہاں مجرزہ کے مزید پہلو سامنے آرہے ہیں۔ یہ سب 21 دیں صدی کے انسان پر قرآن حکیم کی جدت ہے۔ اب بھی اگر وہ اسے خالق کائنات کا کلام نہیں مانتا تو اس سے زیادہ بد قسمت اور کون ہو گا۔

### 13.11 انشاء میں غیر معمولی تبدیلیاں

دوران تحقیق ایک عجیب بات یہ ظاہر ہوئی کہ ۱۹ کے کوڑ کے مطابق رکھنے کیلئے بعض اوقات قرآن حکیم کے الفاظ میں کچھ غیر معمولی تبدیلی کی گئی نظر آتی ہے۔ مثلاً سورۃ "ق" کی تیرھویں آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو "اخوان لوط" کے طور پر لکھا ہے۔ باقی سارے قرآن پاک میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگوں کو "قوم لوط" کے الفاظ سے یاد کیا گیا۔ اگر یہاں بھی لفظ "قوم لوط" لکھا جاتا، تو سورۃ "ق" میں "ق" کے حروف کی تعداد ۵۸ ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ حرف "ق" کی تعداد ۵ (۳×۱۹) ہی رکھنا چاہتا تھا تو الفاظ میں یہ تبدیلی کی۔

اب ذرا سورۃ اعراف کے بارے میں سوچیں کہ وہ "المص" سے شروع ہوتی ہے اور یہاں حرف "ص" کی بڑی اہمیت ہے، کہ اس سورۃ کی آیت نمبر ۶۹ کے حرف بحصہ کی

طرف دھیان دیں جس کے معنی کشادگی یا وسعت وغیرہ کے ہیں اور قرآن پاک میں ہر جگہ اس لفظ کو بسطۃ کے طور پر لکھا گیا جو اس کے صحیح ہے ہیں۔ خاص کر سورۃ بقرہ کی آیت مبارکہ ۲۷ سے استفادہ کریں۔ جہاں پر ”بسطۃ“ لکھا گیا ہے یعنی ”ص“ کی بجائے ”س“ کا استعمال کیا گیا ہے۔ حرف ”ص“ سورۃ اعراف کے علاوہ دو اور سورتوں یعنی سورۃ ”مریم“ اور سورۃ ”ص“ کے مقطعات کے جوڑوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ سورۃ مریم کے شروع میں مقطعات ”کھلیعصَ“ ہے جس میں ”ص“ کا لفظ بھی ہے۔ اس ساری سورۃ میں حرف ”ص“ کی تعداد ۶۷ ہے اور سورۃ ”ص“ میں حروف ”ص“ کی تعداد ۴۸ ہے۔ اب اگر سورۃ اعراف میں ”بسطۃ“ کے ہجou میں ”س“ کی جگہ ”ص“ کو استعمال نہ کیا جاتا تو سورۃ اعراف میں حروف ”ص“ کی تعداد ۷۷ رہتی ہے اور ان تینوں سورتوں کے کل ”ص“  $(76 + 28 + 47)$  کی تعداد ۱۵۱ بنتی جو کہ ۱۹ کا حاصل ضرب نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ تعداد ۱۵۲ ارکھنا چاہتا تھا کہ سب ”ص“ مل کر  $19 \times 8$  (۱۵۲) یعنی ۱۹ کی حاصل ضرب ہی رہیں۔ اس لیے سورۃ اعراف میں یہ لفظ ”بسطۃ“ کے ہجou میں لکھا گیا ہے۔ یوں اس سورۃ اعراف میں حرف ”ص“ کی تعداد ۳۸ کر دی۔ تو کل تعداد  $152 + 38 = 190$  ہو گئی۔

یہی کچھ آپ سورۃ آل عمران کی آیت مبارکہ ۹۶ میں دیکھیں گے کہ مکہ مکرمہ کو ”بکہ“ کہا گیا کہ جن سورتوں سے پہلے ”م“ کا حرف ہے۔ ان تمام سورتوں میں حرف ”م“ کی تعداد ۸۳۸۶ ہے۔ رکھنا مقصود تھی کہ یہ عدد ۱۹ پر تقسیم ہو سکے  $(386 \times 19) = 7238$  اگر یہاں لفظ ”مکہ“ لکھتے تو تمام حروف ”م“ کی تعداد ۸۳۸۶ ہو جاتی اور یہ ہندسہ ۱۹ پر تقسیم نہ ہو سکتا۔ اس بحث سے یہ صاف ظاہر ہے کہ سارے قرآن مجید میں حروف کا استعمال اور الفاظ کی انشاء میں ۱۹ کے ہندسے کے کلیے کو منظر رکھا گیا ہے۔

چیلنج 13.12

سوچنے کی بات ہے کہ کیا کسی انسان کے لئے اس زمانہ کے عرب میں جب قرآن حکیم

نازل ہو رہا تھا اس طرح کے انتہائی پیچیدہ، ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کا حساب لگا کر قرآن حکیم جتنی بڑی کتاب تصنیف کرنا ممکن تھا؟ یقیناً اس کا جواب نہیں میں ہی ہو سکتا ہے اور ایسا کرنے اس وقت تو کیا آج بھی ”ناممکن“ ہو گا۔ اگر یہ کام کسی انسان کا نہیں تو کس کا ہو سکتا ہے؟ لازمی بات ہے کہ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

یوں قرآن حکیم کا حسابی نظام کلام اللہ کا ابدی زندہ معجزہ ہے اور اس بات کا ناقابل تردید ثبوت کہ یہ کتاب واقعی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اسکے بعد کوڑھ مغز متعصب لوگوں کے سوا قیامت تک کوئی عقل سليم والا آدمی اسے جھٹلانہیں سکتا۔ میوسیں صدی کے آخر میں اس معجزہ کی دریافت دنیا بھر کے سائنسدانوں کے لئے چیلنج ہے اور عام انسانوں پر جحت ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا سیں اور بلا حیل وجحت اپنی زندگیوں کو قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق بدل ڈالیں۔

سوچیے۔ پھر سوچیے کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جب کہ اس وقت کے حساب دانوں کا حساب کا علم آج کل کے پرائزیری سکول کے بچوں سے کم تھا، عرب کے صحراوں میں ایک شخص امتحنا ہے جو کسی سکول کا تعلیم یافتہ بھی نہیں، جب وہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان مبارک سے ایسے کلمات لکھنا شروع ہو جاتے ہیں جن کا فصاحت و بلاغت میں کوئی ثانی نہیں تھا۔ وہ کلام ایسا زور دار، پراشر اور انقلاب خیز تھا کہ جو کوئی اسے مستحکم تاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا اور عرب کا کوئی بڑے سے بڑا عالم یا شاعر باوجود کھلے چیلنج کے ایک آیت بھی اس کے مقابلے میں نہ لاسکا۔ پھر لوگوں کی زندگیوں پر اسکے اثرات کا یہ حال تھا کہ جب جمال عربوں نے اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال لیا تو بد وؤں سے انہوں کو وہ مہذب ترین انسان بن گئے، اور جب قرآنی سوچ والے چند لاکھ لوگ تیار ہو گئے تو انہوں نے بیس سالوں کے اندر اندر اس وقت کی تمام معلوم شدہ دنیا پر اللہ کا حکم نافذ کر دیا، اور آج چودہ سو سال بعد بھی اسلام دنیا کا سب سے زیادہ پھیلنے والا دین ہے اور اس کے ماننے والوں کی یہ تعداد مخالفوں کے پر اپنیگزہ کے باوجود مسلسل بڑھتی ہی جا رہی ہے؟

یہ سب اپنی جگہ لا جواب تو تھا، لیکن اب قرآن حکیم کے حساب اور قرآن کی سائنس نے توجہ دید انسان کو ششدہ کر کے رکھ دیا ہے۔ کیا ان حیران کن خوبیوں اور بے مثل عظیم اثرات کے بعد بھی کوئی سلیم القلب انسان اس کتاب کے من جانب اللہ تعالیٰ ہونے کے بارے میں شک کر سکتا ہے؟ بلاشبہ قرآن پاک تمام زمان و مکان میں ایسا زندہ مججزہ ہے جو ہر قسم کی عقل و دانش والے انسان سے اپنا لواہ منواتا ہے تا کہ حق ظاہر ہو اور حجت قائم رہے۔ بیسویں صدی عیسوی اور چودھویں صدی چھری کے آخر میں قرآن حکیم کے ۱۹ والے حسابی نظام کی دریافت اس کے مججزہ کا ایک نظارہ ہے اور اس سائنسی دور کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

حساب دان، سائنسدان، دانشور، علماء، حکماء ہر خاص و عام، مومن اور منافق، مسلمان اور کافر بھی سوچنے پر مجبور ہیں کہ چودہ سو سال پہلے تو کجا آج بھی کسی کتاب میں ایسا حسابی نظام ڈالنا انسانی بساط سے باہر ہے۔ طاقتوں کی پیوڑوں کی مدد سے بھی اس جیسے حسابی نظام کے مطابق کسی کتاب کی تشكیل انتہائی مشکل ہو گی۔ لیکن چودہ سو سال پہلے تو یہ ہر لحاظ سے ناممکن تھا۔ خاص طور پر یہ کہ قرآن حکیم کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جسے بیٹھ کر کسی مصنف نے لکھ دیا ہو یہ تو پورے ۲۳ سال کی لاثانی جدوجہداور انتہائی فعال زندگی کے دوران ملکے ملکے نازل ہوتا رہا، ایسی زندگی جس میں ایک دن بھی ایسا نہیں تھا کہ صاحب قرآن آرام سے بیٹھ کر کچھ لکھ لیتے۔ تو پھر ایسا عجیب مججزہ حساب وہ کیسے کر سکتے تھے؟ یقیناً قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور یہ اسی کا کارنامہ ہے۔

اسکا تو ہر کام ہی مججزہ ہے اس کے لئے تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جو حساب انسان کے ایک خلیہ (Cell) بنانے میں ہے وہ اسکے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ پیچیدہ اور لمبا ہے۔ ایک معمولی جراثیم کی بناوٹ جس ڈیزاں کے مطابق ہے اسی نے سائنسدانوں کو حیران کیا ہوا ہے۔ بے شک میرے رب کی باتیں میرارب ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد بھی جو اسے نہیں مانتا اور ایمان لانے کے بعد قرآن کریم کے احکامات پر عمل نہیں کرتا اس سے بڑھ کر اپنی جان کا دشمن اور کون ہو گا؟

قرآن کریم کی حسابی ترکیب میں صرف 19 کا ہندسہ کیوں اس قدر معتبر ہے؟ یہ سوال اپنی جگہ کافی دلچسپی کا حامل ہے۔ سیدھا سادا جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ہندسہ اہم نہیں وہ جو چاہے استعمال کرے یہ تو اسکی قدرت کا کرشمہ ہے کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی، کم تر سے کم تر چیز کو عزت بخش دے۔ اس لحاظ سے 19 کے ہندسہ کی مساواۓ اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اسے مخصوص کر لیا، کوئی اور مذہبی اہمیت نہیں۔ پھر بھی ایک حسابدان یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی اور ہندسہ کیوں نہ چمن لیا۔ اس سوال کا اصل جواب تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن عام حسابی قاعدوں کے مطابق 19 کے عدد کی کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو دوسرے کی عدد میں نہیں پائی جاتیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ہندسہ ایک اور نو کا مرکب ہے جو کہ ہندسوں میں اول اور آخر ہیں۔ اس کے ہندسوں کی جمع دس ہے ( $10 + 1 = 11$ ) جس کے اعداد کی جمع ایک ہے (یعنی  $1 = 1+0$ ) یعنی 19 کا ہندسہ اپنے اندر وحدت کو چھپائے ہوئے ہے۔ پھر یہ بھی کہ 19 ایک ناقال تقسیم ہندسہ ہے۔ انسان کا لڑکپن (Teens) والا زمانہ بھی 19 سال کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور وہ جوانی میں قدم رکھ لیتا ہے۔ ان خوبیوں کے علاوہ بھی کائنات کے نظام میں 19 کے ہندسے کی ایک خاص اہمیت ہے۔

مثلاً سورج، چاند اور زمین انسان کے لئے اہم ترین فلکی نظام ہیں۔ یہ تینوں ہر 19 سال بعد ایک دوسرے کے آمنے سامنے ایک لائن والی پوزیشن بناتے ہیں۔ مشہور سیارچہ جسے Halley (Ref: Encyclopediad Judaica calender) Comet کہا جاتا ہے ہر 76 سال بعد زمین پر ظاہر ہوتا ہے جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے ( $76 = 19 \times 4$ )۔ کہا جاتا ہے کہ ہر انسان کے اندر 209 ہڈیاں ہوتی ہیں جو کہ ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہیں  $19 \times 11 = 209$ ۔ یہ بھی حساب لگایا گیا ہے کہ تخلیق کے لمحات کے بعد بچہ ماں کے پیٹ میں 266 دن ( $19 \times 14$ ) یا 38 ہفتے رہتا ہے جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہیں

یہ چند مثالیں یہ واضح کرتی ہیں کہ یہ انسان کی تخلیق اور اس کی دنیا کے اندر بھی 19 کا  
ہندسه اللہ تعالیٰ کی مہر کی مانند ہے۔ شاید اسی لئے کلام اللہ کی تخلیق و ترتیب میں بھی یہی ہندسه  
بنیادی نوعیت کا ہے۔ (واللہ عالم)

### 13.14 یا اولی الالباب

یہ سب باقی میں یقیناً حیران کن ہیں لیکن جیرا نگی ہمارے مسائل کا علاج نہیں، اصل بات  
ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ہم کائنات کے اس عظیم ترین مججزہ یعنی قرآن کریم کو سمجھیں، اور پھر دل  
و جان سے اس کے احکامات پر عمل کریں۔ اس کے دو فائدے ہیں، دنیا کی کامیابی اور آخرت کی  
کامیابی۔ انتخاب اپنا اپنا۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِي ۝

**يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً  
مَرْضِيَةً ۝ فَإِذْ خُلِيَ فِي عَبْدِي ۝ وَإِذْ خُلِيَ جَنْتِي ۝**

”اے نفس مطمئنة، اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ ۝ تم بھی راضی، وہ بھی  
راضی ۝ (وہ فرماتا ہے) پسیرے خاص بندوں میں داخل ہو جاؤ ۝  
اور میری (خاص) جنت میں داخل ہو جاؤ ۝“ (سورۃ الفجر آیات 27-30)



# مصنف کا تعارف اور ذہنی ارتقاء

## سلطان بشیر محمود

ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام عالموں کا رب ہے اور قابل بیان شان صرف خیر الانبیاء، محبوب خالق کون و مکاں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ میں اپنی تمام تر خامیوں اور لغزشوں کا اعتراض کرتے ہوئے اپنے ذہنی ارتقاء کی کہانی اپنے قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ شکر کا مقام ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے مسلمان والدین کے ہاں پیدا کیا اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید میں کوئی ہندو، سکھ یا عیسائی ہوتا۔ اس لئے جو کچھ بھی آج تک میں نے اسلام کے لئے کیا ہے یہ توفیق خالق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوئی اور اس میں ہرگز میرا کوئی کمال نہیں۔ اگر وہ اس کام کا کوئی بدلہ دیتا ہے تو سراسر اس کی شان رحمت ہوگی ورنہ میرا کوئی حق نہیں۔

والد صاحب جن کا نام چودھری محمد شریف خان ہے راجپوت قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے 1947ء میں ہندوستان کے ضلع امرتسر سے جب ہجرت کی تو میں تقریباً چھ سال کا ہوں گا۔ وہ طالب علمی کے زمانہ سے ہی سٹوڈنٹ لیڈر تھے اور اصلاح معاشرہ کے لئے ساری عمر کام کرتے رہے۔ اس لئے ان کی آمدنی کم اور خرچ زیادہ معمول کی بات تھی۔ آٹھویں جماعت تک مجھے روزانہ گاؤں سے چار میل دور پیدل سکول آنا جانا ہوتا تھا۔ ایک دفعہ جب میں نے سائیکل کے لئے بہت زیادہ اصرار کیا تو والد صاحب نے فیصلہ کن انداز میں کہا ”تم پیدل ہی سکول جاؤ گے، مجھے یہ پسند نہیں کہ تمہیں آرام کی عادت پڑ جائے“، واقعی بچپن کی یہ سخت زندگی میرا سرمایہ حیات بن گئی۔ میرے گاؤں کا نام لاگر تھا۔ 1950ء کی دہائی میں وہاں زندگی کی کوئی آسائش میر نہیں تھی۔ رات کو گھر میں مٹی کا دیا جلتا تھا۔ اس کی روشنی میں والد صاحب دیریک پڑھنے کی تلقین کرتے اور صبح جلدی اٹھادیتے۔ میں جب بھی نیند پوری نہ ہونے کی شکایت کرتا تو کہتے ”تمام بڑے لوگ رات کو دیریک کام کرتے تھے اور صبح جلدی اٹھنے کے عادی تھے“۔ میرا بچپن یوں ہی گذر گیا۔ یہ ان کی

دعا میں اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ ایک پس ماندہ سکول کا طالب علم ہونے کے باوجود میزک میں اعلیٰ نمبروں پر وظیفہ حاصل کیا۔ گورنمنٹ کانج لاحور سے 1959ء میں پورے پنجاب میں تیری پوزیشن حاصل کی اور قومی سکالر شپ لیا۔ انجینئرنگ یونیورسٹی کے آخری سال میں اگرچہ پڑھائی کے دوران ملازمت بھی کرتا تھا پھر بھی الیکٹریکل انجینئرنگ میں یونیورسٹی بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔ ڈگری کے بعد پہلی نوکری واپڈا کی تھی لیکن مجھے وہاں کا ماحول پسند نہ آیا اور تمیں ماہ بعد ہی ساڑھے سات ہزار روپیہ باٹل منی (Bond Money) دے کر اٹامک انجینئرنگ میں شمولیت کر لی۔ یہیں سے اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلینڈ چلا گیا اور 1965ء میں ماچسٹر یونیورسٹی سے نیوکلیئری ایکٹرز کنسلیوں انجینئرنگ میں ایم ایس انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی اور مختلف ایئر ری ایکٹروں پر کام کرنے کا تجربہ حاصل کیا۔ اٹامک انجینئرنگ کی پیشیس سال کی ملازمت کے دوران بھی وہی بچپن کی محنت رہنماء ہی۔ الحمد للہ، ہر روز یہی کوشش رہی ہے کہ آنے والا کل میرے آج سے بہتر ہو اور کسی دباؤ یا لمحے میں آئے بغیر اللہ کے فضل و کرم سے پوری ایمانداری سے کام کیا ہے۔ اس دوران میں نے نیوکلیئر انجینئرنگ سے متعلقہ بہت سے مقالہ جات لکھے، کئی ایک ایجادات کیں جن میں سے بعض یہن الاقوامی طور پر استعمال ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اپنے ملک کی خدمت کے لئے اس نے مجھے کام کے بھی بڑے بڑے موقع عطا کئے اور خاموشی سے اپنی ذمہ داری کو بھانے کی کوشش کی ہے۔ اب جب کہ یہ سب کچھ اخباروں میں چھپ چکا ہے اس لئے بتایا جاسکتا ہے۔ یہ مخفی اللہ تعالیٰ کی فضل تھا کہ ۳۲ سال کی عمر میں مجھے پاکستان کے یورپیں کی افزودگی کے پروگرام کا بانی ڈائریکٹر بنایا گیا۔ جسے اب کہو شہ پراجیکٹ کہتے ہیں اور کامیابی سے اس منصوبہ کو آگے بڑھایا۔ جولائی 1976ء کو جب پراجیکٹ بفضل حق تعالیٰ تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کچھ لوگوں نے مجھ پر جھوٹی الزامات لگانے شروع کر دیئے، مثلا یہ کہ میں مرزا ہوں، جو کہ قطعاً غلط ہے حتیٰ کہ میرے خاندان میں بھی آگے پیچھے کوئی مرزا نہیں ہے، یا یہ کہ میں نے پراجیکٹ کیلئے کچھ غیر ضروری مواد خرید لیا تھا وغیرہ جو کہ بعد میں غلط ثابت ہوا۔ ان حالات میں منیر احمد خان نے، جو اس وقت اٹامک انجینئرنگ میں تھے، اس خطرہ کے پیش نظر کہ سائنس دانوں کی باہمی

چپلش کی وجہ سے کہیں اس قومی اہمیت کے پراجیکٹ کو نقصان نہ پہنچ جائے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو چارج دلا کر مجھے دوسرے ایسی منصوبہ جات پر تبدیل کر دیا جن میں سے ہر ایک ہماری مطلوبہ ایسی منزل تک پہنچنے کے لئے اہم نشان تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائی۔ ۱۹۸۷ء میں جب اٹاک انجی کے چیئر میں منیر احمد خان مرحوم نے ایسی میدان میں اگلی منزل کا تعین کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے پھر ایک موقع عطا کیا کہ خوشاب ایسی ری ایکٹر اور دیگر متعلقہ منصوبوں کو ملکی وسائل سے ڈیزائن کر کے بناؤ۔ یہ ایک انتہائی مشکل کام تھا لیکن ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعے ہماری مدد فرمائی اور یوں ایسی میدان میں یہ کیتا پراجیکٹ بھی میری نگرانی میں ۱۹۹۷ء میں کامیابی سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اس کے بعد میں نے بفضل حق تعالیٰ ایسی میدان کی اگلی منازل پر کام شروع کر دیا اور خواہش یہی تھی کہ پاکستان کو اسلام کا ناقابل تسلیم قلعہ بنانے میں مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکتا ہے کر گزروں لیکن اتنے میں امریکہ کے دباؤ سے تحت CTBT یعنی ایسی دھماکوں پر پابندی کے معاملہ پر دستخط کرنے کی مہم چل پڑی۔ میری دانست میں CTBT کے معاملہ پر دستخط کرنا بالآخر اپنی ایسی صلاحیت کو حفظ دینے کے مترادف تھا، اس لئے میں نے یہ میان لیا کہ ساری عمر ایسی منصوبوں کو بنانے میں لگائی ہے اب انشاء اللہ انہیں بچانے میں لگاؤں گا۔ چونکہ کچھ بڑے بڑے سائنسدان، شاید حکومت کے دباؤ کی وجہ سے CTBT کے حق میں بول رہے تھے اس لئے میں نے گورنمنٹ کا ملازم ہونے کے باوجود کھل کر اس کی مخالفت شروع کر دی اور وہ محبت وطن تو میں جو CTBT پر دستخط کرنے کی مخالفت کر رہی تھیں ان کا ساتھ دیا۔ اٹاک انجی کے بعض اہم لوگ جو پہلے ہی سے مجھ سے ناراض چل آ رہے تھے، اب جب کہ حکومت وقت بھی خلاف ہو گئی تو ان کو زوج کرنے کا مزید موقع مل گیا۔ بالآخر میرے پاس استغفاری دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا جسے بخوبی قبول کر لیا گیا۔ یوں ایسی میدان میں پاکستان کی ترقی اور دفاع کیلئے کام کرنے کے دروازے مجھ پر بند کر دیئے گئے۔

اٹاک انجی کمیشن سے علیحدگی کے بعد میں تقریباً ایک سال لاہور میں اپنے ایک دوست میاں الیاس مراجع کے حیب و قاص گروپ آف کمپنیز میں ملازمت کرتا رہا لیکن پھر خیال

آیا کہ دنیا کے لئے بہت کام کر لیا اب بقیہ زندگی امت مسلمہ کی فلاں کیلئے خروج کرنی چاہیے،  
چنانچہ اسلام اور پاکستان سے محبت رکھنے والے انتہائی قابل اور مخلص دوستوں کے ساتھ مل کر ”امہ  
تعمیر نو“ کو تشکیل دیا جس کے سامنے پہلا کام تباہ حال افغانستان کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینا تھا تا کہ  
وہاں کی اسلامی حکومت کا میا ب ہوا اور یوں اس مثال سے دیگر ملکوں میں بھی لوگ اسلام کے عظیم  
اصولوں کے مطابق اپنی صنعت اور معیشت کو ترقی دے کر دنیا کو ایک خوشحال کتبہ بنانے میں مددگار  
ہوں۔ لیکن ہماری ان کوششوں کو جو خالقتاً اصلاحی اور تعمیری تھیں، امریکہ میں ۱۱ ستمبر کے حادثے کے  
بعد غلط رنگ دیا گیا اور کہا گیا کہ سلطان بشیر محمود انہیں ایتم بم بنانے میں مدد دے رہا تھا، اور یوں  
مجھے اور میرے ساتھیوں کو تقریباً دو ماہ کیلئے پکڑ لیا گیا۔ اس دوران جو کچھ ہوا وہ ایک الگ داستان  
ہے لیکن جس طرح ہرجکہ ہمارے بھائی بہنوں نے صرف اسلامی جذبہ کے تحت ہمارے لئے  
دعا میں کیس وہ ایک ایمان افرزو زپات ہے اور تہائی میں اللہ تعالیٰ اور اسکے دین سے جو قرب نصیب  
ہوا اس کے لئے اپنے ماں کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ اسی دوران امریکی صدر کے ایما پر  
سیکورٹی کونسل نے امہ تعمیر نو کو بند کر دادیا۔ امہ تعمیر نو کے اور میرے علاوہ میرے قریبی ساتھیوں میں  
سے ایشی انجینئر عبدالجید صاحب اور نامور صنعت کار محمد طفیل صاحب کے ذاتی اہانتے اور بینک  
اکاؤنٹ بھی ضبط کر لئے گئے۔ ان حالات میں جس طرح ۱۹۷۶ء میں قرآن پاک کے ذریعہ مجھے  
تقویت بخشی گئی اب ۲۰۰۲ء میں بھی وہی نسخہ کا رکن ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ قرآن کریم کی  
سامنی تفسیر کا کام جو کہ ایک عرصہ سے بند پڑا تھا دوبارہ شروع ہو گیا۔ اور اب تک سورۃ الفاتحہ اور  
سورۃ البقرۃ کی 500 سے زائد صفحات پر مشتمل تفسیر ہزاروں کی تعداد میں بار بار چھپ چکی ہے۔  
مزید کام سورۃ آل عمران اور سورۃ النساء پر مکمل ہونے کو ہے دوسری طرف انگریزی زبان میں  
قرآن کریم کی آخری چالیس سورتوں کی تفسیر مکمل ہو کر پرنگ کے مراحل میں سے گزر رہی ہے۔  
دعا کرتا ہوں اور قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سارے  
قرآن کریم کی سامنی تفسیر جو جدید مسائل کا بھی حل پیش کرے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔  
میں اس کا اہل توانی ہوں لیکن رب تعالیٰ جس سے چاہے کام لے سکتا ہے۔

اس لحاظ سے مجھے افسوس ہے کہ میری دینی تعلیم واجبی سی ہے، قرآن مجید بھی باقاعدگی سے نہیں پڑھا تھا۔ جب 1963ء میں انگلینڈ گیا تو وہاں کے محل سے رد عمل کے طور پر پہلی دفعہ قرآن حکیم اور مسلم امر سے صحیح معنوں میں محبت پیدا ہوئی۔ چنانچہ ماچسٹر یونیورسٹی میں مسلم سوڈنٹ ایسوی الشن کو قائم کیا جس کا میں پہلا جزل سیکریٹری بھی چنا گیا اور ”الاسلام“ کے نام سے وہاں ایک رسالہ بھی نکالا۔ اسی دور میں میں نے قرآن مجید کو باقاعدگی سے پڑھنا شروع کیا اور اس کا تفصیلی انڈیکس بھی تیار کیا لیکن جب دیکھا کہ مولانا مسودودی صاحب یہ کام پہلے ہی کر چکے ہیں تو اس پر مزید کام چھوڑ دیا۔ اسی فرم سے ہم نے مشہور امریکی مسلمان مالکم ایکس ملک شہپاڑ کو دعوت دی اور اس کے علاوہ مشہور نو مسلم جناب محمد اسد سے بھی میری ملاقات ہوئی جن کی یادیں اب تک ذہن میں باقی ہیں۔ اسی اثناء میں ماچسٹر میں ”سنڈے مسلم سکول“ کی بھی بنیاد رکھی جو اب باقاعدہ سکول بن چکا ہے۔

1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران پاکستانی سفارت خانہ کو ایک ہزار پونڈ سے زیادہ چند جمع کر کے دیا اور فیصلہ کیا کہ وطن واپس جا کر پاکستان کے دفاع کے لئے کچھ کیا جائے۔ نیوکلیئر انجینئرنگ میں اعلیٰ تعلیم اور ٹریننگ کی تحریک کے بعد 1966ء میں واپس وطن آگیا۔ میری پوسٹنگ لا ہور ہوئی اور بڑا مفید کام شروع ہوا جس کے دوران نتائج ۲۷۱۹ میں نکلنے شروع ہوئے جب پاکستان نے یورپیں کی افزودگی کا منصوبہ بنایا اور مجھے اس کا پہلا پراجیکٹ ڈائریکٹر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ 19۶۸ء میں IAEA کی طرف سے مجھے U.K ایک انجینئری کے مشہور ڈیزائن سٹر رزلے (Rislay) میں نیوکلیئر ری ایکٹروں کے ڈیزائن پر مشمولیت کا موقع مل گیا جو بڑا فائدہ مند ثابت ہوا۔ برطانیہ کے اس قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے میری تکنیکی صلاحیتوں میں بڑی برکت عطا فرمائی اور صرف ایک سال میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے U.K ایک انجینئری اتحاری جس کا شمار ایٹھی ٹیکنالوجی کے موجودوں میں سے ہوتا ہے، نے نیوکلیئر ری ایکٹرز پر میرے گیارہ مقالہ جات چھاپے اور تین ایجادات کے پیشہ حاصل کرنے کے لئے درخواستیں دیں جو کہ ان کے نزدیک بھی کسی سائنس وان کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔

1969 کی آخر میں جب واپس آنا چاہا تو ان کا اصرار تھا کہ میں وہیں رک جاؤں لیکن وطن عزیز کی محبت اور خدمت کے سامنے تمام اعزاز بیج ہیں۔ میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ واپس جا کر ڈیزاں انجینئرنگ کی بنیاد رکھوں گا تاکہ پاکستان میں ایسی صلاحیت کو فروغ دیا جاسکے، الوداعی پارٹی میں میرے انگریز ساتھی سائنس و انوں میں سے بعض نے بر طایہ کہا کہ پاکستان میں کام کے موقع نہ ہونے کی وجہ سے میری صلاحیتیں ضائع ہو جائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ کاشکر ہے کہ ان کے یہ خدشات غلط ثابت ہوئے۔

میری زندگی میں 1976ء کا سال بڑا ہنگامہ خیز رہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس وقت میں یورپیں افزودگی کے پلانٹ کا پراجیکٹ ڈائریکٹر تھا اور دن رات اس منصوبہ کو آگے بڑھانے کے لئے کام ہو رہا تھا کہ اچانک مجھے پر قادیانی ہونے کا سراسر جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگایا گیا جس کی وجہ سے مجھے پراجیکٹ سے اس وقت علیحدہ ہونا پڑا جب بفضل اللہ تعالیٰ ہماری دن رات کی محنت سے کامیابی قریب نظر آ رہی تھی۔ اس تبدیلی سے مجھے کافی زیادہ ذہنی صدمہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی میرے خلاف مختلف قسم کی بے بنیاد تحقیقات کا آغاز شروع ہو گیا لیکن انہی واقعات نے میری کایا پلٹ کر رکھ دی۔ مصیبت میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور سہارا نظر نہیں آیا اور دل کو صرف قرآن حکیم میں سکون ملا۔ کلام اللہ کو پڑھنے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کیوں نہ میں قرآن حکیم پر سائنسی انداز میں کام کروں۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو آیت در آیت سمجھ کر پڑھنا شروع کیا۔ اس کوشش کے دوران مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ مترجم حضرات اکثر کلام اللہ کے الفاظ کو ایسے معنی پہنادیتے ہیں جو ان کی دانست میں تو صحیح ہوں گے لیکن بدقتی سے قرآن کریم کی روح سے وہ دور نکل جاتے ہیں۔ اس ضمن میں جب کئی ایک تراجم کا موازنہ کیا گیا تو ان کے درمیان اختلافات کو دیکھ کر یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ قرآن مجید کو اگر سمجھنا ہے تو کلام اللہ کے عربی الفاظ کے معنوں پر ڈٹ جاؤ اور اگر کسی عربی لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ہوں تو سبھی صحیح ہوں گے، اس لئے کہ العلیم العزیز الحکیم جس نے یہ کتاب نازل کی ہے وہ ان معنوں کو خوب جانتا ہے۔ چنانچہ جب میں نے کلام اللہ کو سمجھنے کے لئے یہ اصول اپنایا تو مجھے اس

عظیم کتاب میں بے شمار رموز اور نئے نئے حقائق نظر آنے شروع ہوئے جو ترجموں کے غلاف میں چھپے ہوئے تھے۔ پہلی دفعہ صحیح معنوں میں احساس ہوا کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی کتاب تمام علوم کے لئے ام الکتاب ہے اور جو سائنس کی انتہاء ہے وہ دراصل قرآن کریم کی ابتداء ہے۔ اسی دوران مجھ پر یہ بھی آشکار ہوا کہ فی زمانہ خط و کتابت، لڑپھرا درجہ دیا یکٹرا نک میڈیا میل اور انسانیت وغیرہ کے ذریعے اسلام کی بہترین خدمت ہو سکتی ہے۔ چاہے تو میرے جیسا ایک عام آدمی بھی اپنے گھر میں بیٹھے بٹھائے دور دور تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے فانما علیک البُلْغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (سورۃ الرعد آیت ۲۰)۔ یوں تبلیغ اسلام ایک فرض بھی ہے اور سنت طیبہ بھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کے مطابق صلح حدیبیہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی عالمی دعوت کے لئے تقریباً دسوچھا س خطوط اور مراسلات لکھے اور ان کے ذریعہ اس زمانہ کی اہم شخصیات کو اسلام کی دعوت دی۔ تبلیغ کا یہ طریقہ اس دور کی بھی اہم ضرورت ہے کہ علمی طور پر قرآن کریم کی تعلیمات کو دور دور تک پھیلا دیا جائے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل ترجیحات صحیح معلوم ہوئیں۔

- اول۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو خود سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا
- دوم۔ سیرت طیبہ کا فروع یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اصل رہنمای انسانیت کے ہیرو ہیں، اس چیز کو دل سے ماننا اور دوسروں سے منوانا۔
- سوم۔ حیات بعد الموت کی حقیقت کو واضح کرنا چونکہ اس کے بغیر دین بے معنی ہے اور انسانیت کی فلاحت اسی حقیقت پر پختہ اعتقاد میں ہے۔
- چہارم۔ قرآن الحکیم اور سنت نبوی کو جدید علوم کی روشنی میں سمجھنا اور ان کے ذریعہ جدید مسائل کا حل پیش کرنا۔

اس کام کو باقاعدہ طور پر کرنے کیلئے 1986ء میں قرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی جس کے پیٹ فارم سے کافی مفید کام ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ میری پہلی کتاب

## "Doomsday and Life After Death" جو اس موضوع پر ایک نہایت مفید کاوش

ثابت ہوئی ہے، 1987ء میں چھپی اور اس کا بڑا چھا خیر مقدم ہوا۔ الحمد للہ! اس وقت سے یہ فاؤنڈیشن باقاعدہ کام کر رہی ہے۔ 1991 میں دنیا بھر میں سب سے پہلے "قرآن الحکیم اکیسویں صدی میں" کے موضوع پر سینیار کرایا گیا تاکہ دانشور اور علماء مل کر بیٹھیں اور سوچیں کہ آنے والی صدی کو اسلام کی صدی کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ اگرچہ قرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن ایک چھوٹا سا ادارہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے اثرات کو دور دور پھیلا دیا ہے۔ اس کے کام کو میں الاقوامی طور پر جواہیت حاصل ہوئی ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ جولائی 1996ء میں امریکہ کے مشہور ادارے "امریکن بائیو گرافیکل انٹیٹیوٹ" (American Biographical Institute) نے قرآن الحکیم فاؤنڈیشن کے حوالہ سے 1986 سے 1996 تک کے ان اداروں اور لوگوں میں شامل کیا جن کے کام سے دنیا پر بہتر اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس طرح سوڈان میں 1993ء میں قائم ہونے والے انٹرنیشنل انٹیٹیوٹ فار ریسرچ انڈیپینڈنٹ (International Institute of Research into Faith) کا ٹرستی ہونے کا اعزاز بھی ملا۔ سائنس اور انجینئرنگ کے شعبہ میں میری خدمات کو سراہتے ہوئے 1991ء میں پاکستان اکیڈمی آف سائنسز نے گولڈ میڈل دیا اور بعد میں حکومت پاکستان نے ستارہ امتیاز کا اعزاز عطا کیا۔

دین کے ان کاموں کے ساتھ ساتھ ان ایک انجینئرنگ کے منصوبہ جات پر بھی کام ہوتا رہا۔ جو میری اول ترجیح تھے۔ لیکن کچھ اعلیٰ افسروں کا خیال تھا کہ اسلام کے لئے میری ان کاوشوں کے نتیجہ میں سرکاری کام میں حرج ہوتا ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں غلط ہاتھ سے ریکارڈ وقت میں بہت سے کام پایہ تکمیل کو پہنچے جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا کام کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ بھلا جس کے ساتھ کون و مکان کا مالک ہو جائے اسکی رفتار اور استطاعت کا کیا کہنا۔ چنانچہ اس غرض سے کہ اتنی منصوبہ جات کو پاکستان میں بننا چاہیے میں نے بذات خود کم و بیش 350 کے قریب پاکستان کے صنعتی اداروں کا معاہدہ کیا، ان پر کتابیں لکھیں اور بتایا کہ پاکستان میں کیا کیا ہو سکتا ہے یعنی بحثیت

مجموعی ہمارا ملک ایک عظیم درکشاپ ہے اور اگر انہیں استعمال کیا جائے تو یہاں سب کچھ کرنا ممکن ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ 1981 میں، میں نے پہلی دفعہ پاکستان میں کوالٹی اشورنس (Quality Assurance) کی بنیاد رکھی اور انڈسٹری کے لوگوں کی کوالٹی میں ٹریننگ کے لئے سکول قائم کیا۔ اسکے علاوہ ملکی طور پر نیوکلیری ایکٹرز بنانے کے لئے مکمل منصوبہ بندی کی گئی۔ لاہور میں پاکستان کا پہلا ایٹمی پلانٹ لگایا جس کی مدد سے دوائیوں اور میڈیکل سامان میں ایٹمی شعاعوں کی مدد سے جراحتیں کمی کی جاتی ہے، اسکے علاوہ پاکستان کو یورپینیم کی صنعت میں خود انحصاری کے پراجیکٹوں کو پایہ تک پہنچایا اور چشمہ نیوکلیر پارکلنز کے لئے پاکستان سے بننے والے حصوں کی نشاندہی کی گئی، پاکستان میں ایٹمی اینڈھن بنانے والے ایک منصوبے کو مکمل کیا اور جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے، خوشاب جیسے غیر معمولی نیوکلیری ایکٹ پراجیکٹ کو پاکستان کے ذرائع سے بنایا گیا۔ مجھے یہ بتانے میں ایک روحانی خوشی ہوتی ہے کہ ان تمام بنیادی منصوبوں کی تکمیل میں قرآن کریم اور صاحب قرآن کی زندگی سے رہنمائی حاصل کرتا رہا اور میں تمام تر ذمہ داری سے کہوں گا جو کچھ بھی کامیابی ہوئی وہ انہی کی مر ہون منت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بھی کوئی آدمی اپنی زندگی کا مقصد اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام بلند کرنا بنالیتا ہے اور سچے دل سے کہتا ہے کہ ”میری نماز، میری قربانی، جینا، مرناساب رب العالمین کے لئے ہے“ تو وہ ذات پاک اس آدمی کے وقت، رزق اور اولاد میں برکت عطا فرمادیتی ہے اور اس کے مسائل کو خود حل کرتی ہے۔ رب العالمین کی اس رحمت اور برکت کا مجھ سائکما آدمی بھی گواہ ہے۔ یہ اسی کا فضل ہے کہ دن رات کی سرکاری مصروفیات کے باوجود مجھے دین کے لئے کام کرنے، کتابیں لکھنے اور اس کام کو آگے بڑھانے کے لئے بہت سا وقت مل جاتا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی بھی اسلام کے لئے کام کرے گا تو عزیز الحکیم غفور الرحیم اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام شعبے اس پر آسان کر دے گا، اس کے ذرائع میں برکت ڈال دے گا، اس کی اولاد اور دوستوں کو اس کے لئے باعث رحمت بنادیگا۔ اگر کبھی توقعات کے خلاف بھی کام ہوا تو اس میں بھی اس کی کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔

میرے لئے یہ بات بھی بہت خوشی کی ہے کہ مجھے حبیب اللہ فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر لکھنے کی توفیق ہوئی اور یوں یہ تقریباً بندہ سیرت نگاروں میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام بربان انگریزی "The First and the Last" ہے جو بفضل تعالیٰ مقبولیت حاصل کر رہی ہے حضرت پیر مہر علی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق میری زندگی بھی حضور رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم کی مرہون منت ہے اور میں بھی ان کی طرح کہتا ہوں۔

"کچھ مہر علی تے کچھ تیری شا

گتا خاکھیاں کچھ جاڑیاں"

اب اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ زندگی کا آخری سانس بھی اس کے نام کو بلند کرنے میں گزر جائے اور میری اولاد اور قیامت تک آنے والی میری تمام نسلیں رب العالمین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں بیک بیک کہتے ہوئے اٹھتی رہیں۔

اے اللہ ہماری لغزشوں کو معاف فرم اور اپنی طرف جانے والے سیدھے راستہ پر رکھ  
اور میرے دوستوں اور قارئین پر اپنا کرم کر۔ آمین!

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

## References Books used in this study.

1. Stephen Hawking, "A Brief History of Time", Published by Cox & Wyman Ltd. Reading, Beshkshire 1996.
2. Sultan Bashir-ud-Din, "Mechanics of The Doomsday and Life After Death", Published by Holy Quran Research Foundation. 1987.
3. Siddeeq Ahmed Nagrah, "The Truth", Published by Sang-e-Meel Publications Lahore, 2004.
4. Ivars Peterson, "Newton's Clock Chaos in The Solar System", Published by W.H. Freeman and Company New York, 1993.
5. Paul Davies, "God and The New Physics", Published by Simon & Schuster, Inc. New York.
6. Will Durant, "The Pleasures of Philosophy", Published by Services Books Club, Lahore, 1995.
7. Maryam Jameelah, "Islam in Theory and Practice", Published by Mohammad Yusuf Khan, Sant Nagar, Lahore, 1967.
8. Marcia K. Hermansen, "The Conclusive Argument for God", Published by Islamic Research Institute, Islamabad, 2003.
9. Ken Wilber, "Quantum Questions", Published by Shambhala, Boston, 2001.
10. Dr. Majid Ali Khan, "Islam On Origin and Evolution of Life", Published by Sh. Muhammad Ashraf, Booksellers & Exporters, Lahore-7, 1993.
11. James Trefil, "The Dark Side of The Universe", Published by Charles Scriber's Sons, New York.
12. Stephen Hawking, "Black Holes and Baby Universes and other Essays" Published by Simultaneously in the United State and Canada,

13. Fateh Ullah Khan, "God Universe and Man The Holy Quran and The Hereafter", Army Education Press, Lahore, 1990.
14. Muhammad Munir, "The Universe Beyond", Printed by "Pangraphics (Pvt.) Ltd., 1994.
15. Khurshid Ahmad, "Islam its Means and Message", Published by "Book Promoters (Pvt.) Ltd., Islamabad 1993
16. Shaikh Abdulkarim Parek Complete Easy Dictionary of the Quran", Published by "A.S.Noordin" G.P.O.Box 10066, 50704, Kuala Lumpur ([www.ansislamicbooks.com](http://www.ansislamicbooks.com))
17. Frank J. Tipler, "The Physics of Immortality", Published by "Doubleday" New York, 1994
18. Michel Schiff, "The Memory of Water", Published by "Thorsons", Harper Collins Publishers, 1994
19. C R Kitchen, "Journeys to the Ends of the Universe", Published Under the Adam Hilger Imprint by IOP Publishing Ltd., 1990
20. Michell J. Sienko, Robert A. Plane, "Chemistry Principles and Applications", Published by "McGraw-Hill International Book Company", 1974.
21. Edited by James L. Gould, Carol Grant Gould, "Life at the Edge", Published by "W.H. Freeman and Company" 1989
22. Kurt E. Johnson, "Histology and Embryology", Published by "Wiley Medical"
23. J. Simpkins & J.I. Williams, "Advanced Biology" Published by "Mills & Boon Ltd., 1980.
24. Halliday, Resnick, Walker, "Fundamentals of Physics Extended" Published by "John Wiley & Sons, Inc. 1997.
25. Eric Chaisson, "Universe , an Evolutionary Approach to Astronomy" Published by "Prentice Hall, Englewood cliffs, New Jersey. 1988.

- . Carl Sagan, "Cosmos", Random House, Inc., New York, N.Y.10022. 1980.
- . A. Rashid Seyal D. Sc. "Poetic Stance of the Holy Quran" Author House TM 1663 Lliberty Drive, Suit 200 Bloomington, IN 47403, USA. ([www.authorhouse.com](http://www.authorhouse.com)) 26'Oct, 2006.
- . Islam Nabi Jafri "The Quran Holds the keys" Instant print system (Pvt) Limited, Islamabad 2006. ([www.islamjafri.com](http://www.islamjafri.com))

29. محمد منیر، "تحقیق کائنات کا علمی نظریہ" مقام اشاعت، "پین گرافس (پرائیویٹ) لیمیٹڈ، اسلام آباد
30. خاوم حسین تارڑ، "روحانیت اسلام اور سائنس" تارڑ پبلی کیشنز، ملکان 1994
31. ڈاکٹر ہوک نور باتی (ترکی)، مترجم: سید محمد فیروز شاہ، "قرآنی آیات اور سائنس حقائق"، اڈس پبلیشنگ کار پوریشن، کراچی، 1996
32. سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی، "حقیقت تصوف"، مطبوعہ: پرزم گرافک اسلام آباد 2004
33. محمد طاہر القادری "اسلام اور جدید سائنس"، منہاج القرآن پبلیکیشنز 2007
34. سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز) "ملاش حقیقت" ، دارالحکمت انٹرنشنل اسلام آباد 2008
35. ڈاکٹر ذاکر نایگ "قرآن اور سائنس" ، کتاب سرانے، الحمد مارکیٹ غزنی سڑیت لاہور 2006

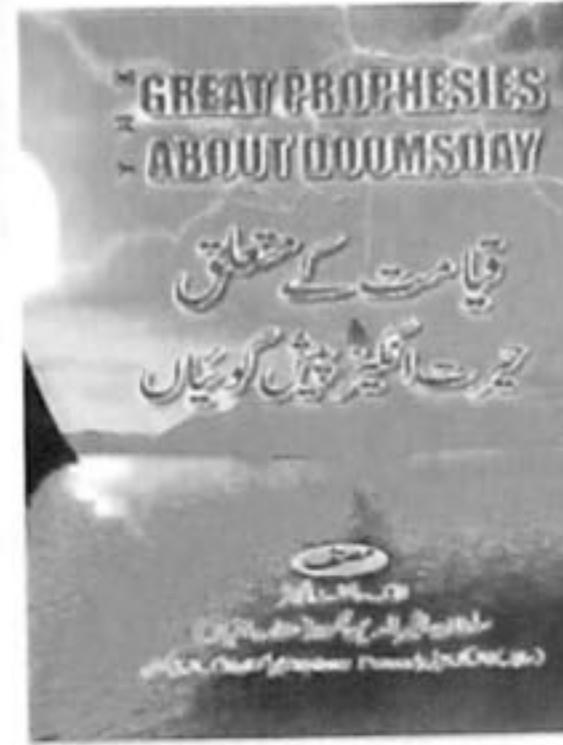
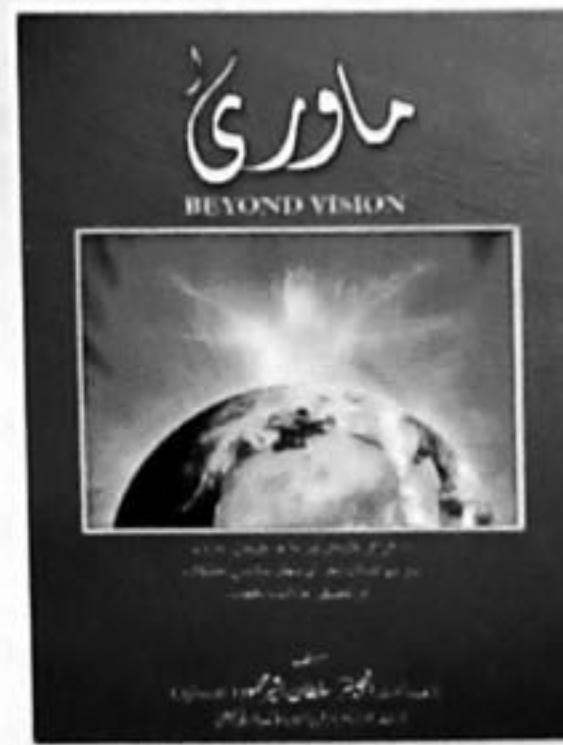




نا مورائی سائنسدان، انجینئر، موجود اور محقق، سابق ڈائریکٹر جزل پاکستان اٹاک از جی کمیشن

## سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

کی کتابیں اپنی نوعیت میں اسلامی اور سائنسی کلاسک ہیں۔ جن کا مطالعہ نہ صرف زندگی اور آخرت کے مسائل کو سمجھنے کے لئے بلکہ انسانیت کو اسلام سے روشناس کرنے کے لئے بھی ضروری ہیں۔ یہ کتابیں دوست احباب کو دینے کے لئے بہترین تحفہ اور تبلیغ اسلام کے لئے بھی نہایت مسوات ذریعہ ہیں۔



## دارالحکمت انٹرنشنل (الخمر من (العلمہ)

C-60 ناظم الدین روڈ، 4/F، اسلام آباد، پاکستان۔ فون: 2264102-2260001  
E-mail: sbm@darulhikmat.com, Website: www.darulhikmat.com